اسلامی خاندان

از

مولانا محمد شمشاد ندوی
استاذ جامعۃ الھدایہ جے پور

اسلامی خاندان

اسلام کے تشکیل کردہ خاندانی نظام کے خد وخال کیا ہیں؟ ایسے خاندانی نظام کے ثمرات و برکات کیا ہیں؟ اور موجودہ انسانی سماج کے لیے اسلامی خاندانی نظام کی ضرورت کیا ہے؟ اور جدید خاندانی نظام کن خطرات سے دوچار ہے؟ ٹوٹتے رشتے اور بکھرتے خاندان کی وجہ سے انسانی سماج کن مصائب ومشکلات سے دوچار ہے؟ اِن سب سوالوں پر اس کتاب میں تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کی ترتیب میں مستند مراجع و مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مولانا محمد شمشاد ندوی

نام کتاب : اسلامی خاندان

مصنف : محمد شمشاد ندوی

صفحات : ۲۰۰

سنہ اشاعت : ۲۰۱۵ء

ایڈیشن : سوم

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : Rs. 100/-

کمپوزنگ : القلم کمپیوٹرس، جے پور۔ موبائل: 0931451029

ناشر : ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، رام گڑھ روڈ، جے پور

Islami Khandan (Urdu)

By : Maulana Mufti Md. Shamshad Nadwi

Jamea tul Hidaya, Ramgarh Road, JAIPUR-302036 (Raj.)

Mobile : 9829158105

E-mail : mdshamshadnadwi@gmail.com

ملنے کے پتے:

(۱) امارتِ شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ بہار

(۲) جامعہ کاشف العلوم، بڑی لین، جامع مسجد، اورنگ آباد (مہاراشٹر)

(۳) مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (یوپی)

(۴) جامعہ محمودیہ دارالایمان انڈیا، چاندی رجواڑہ، سیتامڑھی (بہار)

(۵) الکریم اسلامک اکیڈمی، یونس منزل، رامپور کیشو، شیوہر (بہار)

Total Page - 200 **Rs. 100/-**

انتساب

☆ مشفق والدین کے نام جن کی کفالت وتربیت اور دعائیں میرے لیے سرمایۂ حیات ہیں۔

☆ اساتذہ کرام کے نام جن کی تعلیم وتربیت نے تدریسی، تصنیفی، دعوتی اور صحافتی خدمات انجام دینے کے قابل بنایا ۔ میری تمام سرگرمیاں ان کی تعلیم وتربیت اور دعاؤں کا ثمرہ ہیں۔

☆ درسگاہوں کے نام جن کے تعلیمی وتربیتی ماحول میں پروان چڑھنے کے مواقع حاصل ہوئے۔

☆ شریک حیات اور اولاد کے نام جو میرے علمی وتصنیفی اور دینی ودعوتی سفر میں معاون ہیں۔ جب بھی کوئی کتاب منظرعام پرآتی ہے تو ان کوڈھیروں خوشیاں حاصلھو جاتی ہیں۔

☆ جامعۃ الہدایہ جے پور کے نام جس کے علمی ماحول میں یہ کتاب تصنیف ہوکر مقبول عام ہوئی۔

☆ حاجی نہال صاحب مینٹھا دربھنگہ بہار کے نام جن کی مالی مدد سے یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔

دیباچہ

حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی (استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور) اپنے درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور دینی ودعوتی خدمات کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں۔ حضرت والا رامپور کیشو، ضلع شیوہر (سیتامڑھی) بہار میں پیدا ہوئے اور آپ کئی اہم تعلیمی اداروں سے تحصیل علم کے بعد جے پور (راجستھان) کے مرکزی ادارہ جامعۃ الہدایہ میں تدریسی، علمی وتصنیفی اور دعوتی واصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کا خانوادہ سرکاری ملازمت، کاشتکاری اور تجارت سے وابستگی اور دینی وعلمی اور سماجی واصلاحی کاموں کی وجہ سے مشہور ومعروف ہے۔ ان کے والد ماجد الحاج محمد یونس صاحبؒ سرکاری اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہونے کے ساتھ ساتھ جامع مسجد رامپور کیشو کے متولی اور مدرسہ اصلاح المسلمین شیوہر کے تاحیات سکریٹری رہے اور انہوں نے علمی ودینی جذبہ اور علاقہ کی ضرورت کے پیش نظر دو مدرسے مدرسہ تجوید القرآن رامپور کیشو اور مدرسہ فلاح البنات رامپور کیشو کی بنیاد رکھی اور تاحیات بحیثیت صدر ان مدرسوں کی ترقی واستحکام کے لیے کوشش کرتے رہے۔ اسی طرح مدرسہ سلیمانیہ کے لیے زمین وقف فرمائی۔ ان کی زندگی سماجی وملی کاموں میں مشغول رہی۔ علاقے کے غیر مسلمین بھی ان کی قدر وعزت کرتے تھے۔ وہ دینی حمیت، جذبۂ ملی اور انسانیت نوازی کے پیکر تھے۔ علماء کرام اور دین سے وابستہ اشخاص کے قیام وطعام کا نظم فرماتے تھے اور ان کی خود مالی امداد کرتے اور دوسروں سے کراتے تھے۔ اسی ماحول میں حضرت مولانا محمد شمشاد ندوی صاحب کی نشوونما ہوئی اور تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوئے۔

مصنف محترم سے میرے دیرینہ ونیازمندانہ تعلقات ہیں۔ ان کی تصنیفات اور مضامین سے استفادہ کرتا رہا ہوں۔ ان کی تصنیفات میں اسلامی خاندان علمی وتحقیقی کتاب ہے اور وقت کی اہم ضرورت ہے اور یہ ان کی کئی سال کی محنت ولگن کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے اپنے وقت کے اہم علماء کرام اور ماہرین فن سے استفادہ کیا ہے، ان کی صحبت میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ، حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی، حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی، حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، حضرت مولانا ناصر علی صاحب ندوی، حضرت مولانا عتیق احمد بستوی، حضرت مولانا قاضی عبد الجلیل صاحب قاسمی، حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی، حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی، حضرت مولانا محمد صدر الحسن ندوی مدنی صاحب، حضرت مولانا عبد

الرشید صاحب ندوی، حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب مدنی، حضرت مولانا حکیم عبدالحق صاحب، جناب مطیع الرحمٰن صاحب اور دیگر ماہرین فن اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے۔

مصنف ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اسلامی خاندان تصنیف فرما کر ایک اہم ضرورت کی تکمیل کی ہے۔ اس سے قبل ان کی کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں، انشاء اللہ بقیہ کتابیں بھی جلد ہی منظرِ عام پر آجائیں گی۔

اب تک ان کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابیں حسب ذیل ہیں:-

جہیز ایک ناسور، ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل و مشکلات اور ان کا حل، اصلاحِ معاشرہ اور اسلام، جان و مال اور عزت کی قدر و قیمت، عورت اسلامی معاشرہ میں، چند عظیم شخصیات، ارکانِ اسلام، نقوشِ ہدایت، منتخب احادیث، مدارس اسلامیہ اور جدید تقاضے، تحفۃ الاطفال، چراغِ راہ، حقوق العباد، مطالعہ کتب، اسلامی معلومات (سوال و جواب کے آئینے میں)، رشوت کی شرعی حیثیت، ۱۰۰ مسلم مجاہدین آزادی، منتخب نعتیہ کلام، اسلامی معاشرہ، مدارس اسلامیہ کے طلبہ: خصوصیات اور مواقع، چمن چمن کے پھول، دعوت و تبلیغ: مفہوم و تقاضے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کی نظر میں، عمر دراز کے حقوق: ایک مطالعہ وغیرہ۔

ان کا علمی و تصنیفی سفر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ ان سے جو توقعات وابستہ ہیں، وہ پوری ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور اس کتاب کا نفع عام و تام فرمائے اور مصنف کو تمام شرور وفتن و آفات و بلیات سے محفوظ رکھ کر دارین کی سعادت و سربلندی عطا فرمائے۔ آمین۔

واللہ بعونہ

مولانا کوثر مظاہری
ناظم جامعہ نور العلوم
مقام مینٹھا، پوسٹ برنا، ضلع دربھنگہ (بہار)

فہرست

مقدمہ — حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی — 7
پیش لفظ — حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی — 9
تقریظ — حضرت مولانا مفتی محمد یوسف تاؤلوی — 17
حرفے چند — مولانا محمد صدر الحسن ندوی مدنی — 18
تقریظ — مولانا محمد یوسف ندوی — 20
تقریظ — مفتی قمر عالم دانش قاسمی — 22
کچھ مصنف کے بارے میں — ڈاکٹر حبیب الرحمٰن رحیمی — 23
ابتدائیہ — 27

بابِ اوّل

جدید معاشرے میں خاندانی نظام کی ابتری — 32
- مغرب کا نظریۂ زندگی — 33
- مغربی تہذیب کے مضر اثرات — 34
- مغربی تمدن کا خاندان — 35
- خاندانی نظام کی بربادی — 36
- دانشوران و مفکرین فیملی سسٹم کے تباہ و برباد ہوجانے پر فکرمند — 38
- اسلام کا خاندانی نظام امن وسکون اور ترقی و استحکام کا ضامن — 40

بابِ دوم

- اسلام کا خاندانی نظام — 41
  - خاندان کی تاسیس — 41
  - نکاح کے مقاصد — 43
  - دینداری کو ترجیح حاصل ہے — 44

- سب سے بابرکت نکاح 45
- خاندان کے مقاصد 46
- تربیتِ اولاد 47
- محبت 47
- تحفظ 49
- آرام وسکون 50
- احساس ذمہ داری 51

● خاندانی اختلافات کے اسباب 52

- خاندان کے چار ارکان 55
- ارکانِ خاندان کی ذمہ داریاں 55
- شوہر کے حقوق 55
- شوہر کی خدمت 60
- زوجین کے لیے آپسی جھوٹ جائز 62
- بیوی اپنے شوہر کے گھر قیام کرے 63
- بیوی کو دوسری جگہ منتقل کرنا 64
- بیوی کا کام سے رُک جانا 65
- بیوی کا گھر سے نکلنا 65
- سرزنش کا حق 68
- بیوی کے لیے دستورِ حیات 72
- بیوی کا شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرنا 76
- خاندان کا سربراہ مرد ہے 77
- سربراہِ خاندان کا اہم ترین فرض 83

● اسلامی خاندان میں تعددِ ازدواج 85

- طلاق 91
- بیوی کو معلق رکھنے کی ممانعت 94
- بیوی کے حقوق 97
- مباشرت کا حق 99
- نفقہ 103
- مہر 112
- دولت وجائیداد پر مالکانہ حق 112
- تجارت وکاروبار کی اجازت 113
- سکون کا ماحول 113
- پردہ 113
- خلع 114

● مطلقات اور بیواؤں کی شادی 115

● اسلامی خاندان میں عفت وپاکدامنی 118

● اسلامی خاندان میں اولاد کی تعلیم وتربیت 124

- مربی کی بنیادی صفات 126
- تحقیق وافتاء 138
- تدریس 138
- طب ونرسنگ کی تعلیم 139
- صنعت ودستکاری 139
- امورِ خانہ داری 140
- صنعت وتجارت 140
- دینداری 141
- معاشی استحکام 142

- ▪ اولاد کی شادی میں بلا وجہ تاخیر نہ کی جائے 143
- ▪ لڑکی کو امورِ خانہ داری کی خصوصی تعلیم دی جائے 145
- ● اسلامی خاندان میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک 146
- ▪ والدہ کا خصوصی حق 149
- ▪ والدین کے ایک احسان کا بھی بدلہ نہیں ادا کیا جاسکتا 150
- ▪ ماں کی ناراضگی کا بُرا انجام 150
- ▪ والدین کی زیادتی پر بھی حسنِ سلوک کا حکم 151
- ▪ موت کے بعد والدین کا حق 151
- ▪ اولاد کے مال میں والدین کا حق 152
- ▪ والدین کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے 152
- ● اسلامی خاندان میں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی 153
- ● اسلامی خاندان میں پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک 156
- ● اسلامی خاندان میں یتیم، بیواؤں اور کمزور و مجبور کی کفالت وخبر گیری 160
- ▪ یتیم 160
- ▪ بیوہ 164
- ▪ ضرورتمند 165
- ● اسلامی خاندان میں بوڑھے و عمر دراز کا مقام و مرتبہ 169
- ● اسلامی خاندان کا عام مسلمانوں سے برتاؤ 175
- ● اسلامی خاندان کا انسانی برادری کے ساتھ حسنِ سلوک 178
- ● اسلامی خاندان میں میراث کی منصفانہ تقسیم 184
- ● امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تلقین 187
- ● حرفِ آخر 190
- ● مراجع ومصادر 194

مقدمہ

حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم

● ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ● صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ● رُکن رابطۂ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ

● نائب صدر عالمی رابطہ ادبِ اسلامی لکھنؤ

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين، خاتم النبيين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وعلى من تبعهم باحسان ودعا بدعوتهم الى يوم الدين، أما بعد!

دار العلوم ندوۃ العلماء کے فرزند عزیزی محمد شمشاد ندوی جو جامعۃ الہدایہ میں استاذ کے منصب پر تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا مشغلہ رکھتے ہیں، ان کے اس مشغلہ کے جونمونے سامنے آئے، وہ مفید اور تعمیری صفات سے متصف نظر آئے، ان میں سے کئی پر انہوں نے مجھ سے مقدمہ لکھوایا، مقدمہ لکھنے کے تعلق سے ان کی متعلقہ تصنیفات پر نظر ڈالنے کا موقع ملتا رہا۔ خوشی ہوتی تھی کہ وقت کی ضرورت اور سہل الفہم انداز میں انہوں نے اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کیا اور اسی کے ساتھ ساتھ محتاط علمی طرز کو بھی اختیار کیا، ان کی ان تصنیفات کے ذریعہ علمی پہلو سے اچھے فوائد بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں اور اصلاحی وتربیتی مقصد میں بھی مدد ملتی ہے۔

انہوں نے عام طور سے ایسے موضوعات اختیار کیے جن کا موجودہ زندگی سے گہرا تعلق ہے، اور وہ وقت کا موضوع بنے ہوئے ہیں، مثلاً جہیز ایک ناسور، ہندوستانی عورتوں کے مسائل اور مشکلات، اصلاحِ معاشرہ اور اسلام۔ ان کی یہ تصنیفات ملک کی متعدد دار الاشاعتوں سے شائع ہوئیں، مثلاً فرید بک ڈپو، نئی دہلی۔ اور الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر جے پور۔ اب ان کی یہ نئی کتاب ''اسلامی خاندان'' شائع ہونے جارہی ہے، جو ڈیڑھ سو صفحات سے زائد صفحات پر مشتمل

ہے اور اس میں مغربی معاشرہ میں خاندانی زندگی کے جو گراوٹ کے حالات ہیں، ان کا جائزہ مستند حوالوں سے پیش کرتے ہوئے اسلام کا خاندانی نظام جن احکام اور خصوصیات پر مشتمل ہے، ان کو سہل لیکن عالمانہ انداز میں بیان کیا ہے، جس میں نکاح کے تعلق سے اور اولاد کے سلسلہ میں جو تربیتی ہدایات ہیں، ان کو پیش کیا ہے۔ ساتھ ساتھ شوہر اور بیوی کے مابین ذمہ داریوں اور حقوق کے سلسلہ میں جو رہنمائی وحیِ الٰہی کے ذریعہ حاصل ہوئی، اس کی حکیمانہ خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔

پھر موجودہ تمدن کے حالات میں خاندانی زندگی میں اور خاص طور پر عورت کے تعلق سے جو طرح طرح کے مسائل اٹھائے جاتے ہیں، اور جو الجھنیں پیش آتی ہیں، ان کے حوالے سے اسلام کی مفید اور متوازن رہنمائی بیان کی ہے، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک میں جو کوتاہی عام ہوگئی ہے، ان کی نشان دہی کے ساتھ اسلام کی ضروری ہدایات بھی پیش کی ہیں اور اسلام نے خاندانی زندگی کی جو اہمیت بتائی ہے اور اس میں صلہ رحمی اور حسنِ سلوک اور آپس کی محبت اور تعلق کی جو خصوصیات متعین کی ہیں، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس طریقہ سے ان کی یہ تصنیف خاندان کے اسلامی نظام کے خط وخال کے بیان کرنے پر ایک رہنما کتاب بن گئی ہے، جس کا پڑھنا ان سب لوگوں کے لیے جو اس سلسلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر جاننا چاہتے ہیں اور اپنے خاندانی تعلقات میں خداوندی احکام کی پیروی کے طریقوں سے واقف ہونا چاہتے ہیں، ایک مفید تصنیف ہے۔

ہم کو خوشی ہے کہ عزیز گرامی محمد شمشاد ندوی نے یہ ایک اچھا کام انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔

محمد رابع حسنی ندوی
تکیہ کلاں، رائے بریلی

۱۴۳۰/۳/۱۷ھ
۲۰۰۹/۳/۱۵ء

پیش لفظ

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی مدظلہ العالی
(باکمال مدرس، محقق ومصنف، صاحبِ طرز ادیب اور صحافی)
چیف ایڈیٹر ''الداعی'' دیوبند • استاذ عربی ادب دار العلوم دیوبند

کلیسا سے بغاوت کے بعد، مغرب نے اخلاق وکردار کی ساری پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرلیا۔ گویا اُس نے یہ طے کرلیا کہ اِس زمین پر رہنے کے لیے، اُس کو آسمان والے سے کسی مشورے کی کوئی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ اُس کے مشورے سے اب تک اُس کو سوائے پس ماندگی کے کچھ ہاتھ نہ آیا؛ چناں چہ اُس نے آسمان والے کے سارے اُصول وضوابط جن سے، اِنسان کے اِنسان رہنے اور آسمان والے کی نگاہ میں ''مطلوبہ انسان'' بن کر فرشتوں سے بھی اعلیٰ وارفع بن جانے کی راہ ہموار ہوتی تھی، رد کردیے کہ اُن پر عمل کرنے کا مطلب دوبارہ کلیسا کی غلامی قبول کرلینا اور اپنے کو پھر پابندِ سلاسل بنالینا ہے؛ اِسی لیے اُس نے ہم دردی، شرافت، اخلاقی قدروں، شرم وحیا، اِنسان نوازی، خوفِ خدا، فکرِ آخرت، ظلم وجارحیت بیزاری، ستر پوشی، مرد وزن کے فرق اور سارے اَقدارِ حیات سے اپنے کو یکسر آزاد کرلیا اور ان میں سے کسی بھی قدر کی پابندی کو اُس نے قدامت پسندی، تاریکی شعاری، گنوار پن اور دینوی زندگی کی ہر ترقی کی راہ کا چٹان تصوّر کیا؛ کیوں کہ اُس نے کلیسا سے بغاوت کے بعد، صرف دینوی زندگی کی بہتری اور آسایشِ حیات کے حصول کو ہی مطمحِ نظر بنالیا اور ہمیشہ کے لیے اپنا رشتہ آخرت سے منقطع کرلیا۔ اُس کے ہاں آخرت کا تصوّر صرف دل کو بہلانے کا ایک ذریعہ رہ گیا۔

مغرب نے اِس کے بعد دو چیزوں کو اپنا معبود بنالیا: بے قید مادّیت اور شہوت پرستی؛ چناں چہ مال وزر، وسائلِ حیات اور آسایشِ زندگی کے حصول اور شہوت کوشی ونفس پرستی اور جنسی لذّت کی تسکین کے لیے اُس نے سارے حدود وقیود کو اِس طرح پھلانگا کہ بہیمیّت بھی اُس کا منھ تکتی رہ گئی۔ حصولِ دنیا کے لیے جائز وناجائز کی کسی بندش پر اُس کا ایمان نہیں رہا۔ سود، جوا، بے اِیمانی، جھوٹ، فریب، دغابازی، لوٹ، چوری اور ہر طرح کی شیطنت کو اچھے اچھے اور خوب سے خوب صورت نام دے کر انسانوں کی جیب کو خالی کرنے اور زیادہ سے زیادہ مال بٹورنے کی ایسی طرح ڈالی کہ تاریخ انسانی کی کوئی تہذیب اس سے کبھی آشنا تھی نہ اُس کا ذہن اس کی طرف منتقل ہوا تھا۔

شہوت پرستی نے مغرب کو اِس بُری طرح جکڑ لیا کہ صرف یہی اُس کا مقصدِ حیات رہ گیا۔ اُس نے شہوت رانی کے دروازے کو چوپٹ کھولنے کے لیے، سب سے پہلے عورتوں کی آزادی کا ایسا نعرہ لگایا کہ دیکھتے دیکھتے وہ عالم گیر بن گیا۔ عورتوں کی بے طرح آزادی کے نام پر اُس کو گھر کی محفوظ چہار دیواری سے نکال کر، دفتر، کارخانہ، بینک، شوروم، دکان، تجارتی مراکز، اِسکول، کالج، اسٹیشن، بس اڈہ، ہوائی اڈہ، بازار، سڑک، کھیل گاہ، ماڈلنگ کے مراکز، فلم انڈسٹری، رہایش وخورش کے ہوٹل، قہوہ خانہ، دفاتر کی استقبال گاہوں اور نہ جانے کہاں کہاں پہنچا دیا گیا۔ کہا گیا کہ مذہب بالخصوص اِسلام نے عورتوں کو بے طرح غلام بنا دیا تھا، اُن کی آزادی بالکلیہ سلب کر لی تھی، اُنھیں گھر کی چہار دیواری کے اندر قید کر دیا تھا، رونقِ محفل بننے کے سارے دروازے اُن پر بند کر دیے تھے؛ اِس لیے اِن دروازوں کو چوپٹ کھول کر اُنھیں ہرجگہ پہنچنے کی راہ ہم وار کر دی گئی، مردوں کے سارے کام کرنے کی اُنھیں نہ صرف اِجازت دے دی گئی؛ بل کہ اُنھیں اُن کا پابند بنا دیا گیا۔

تعلیم کے نام پر نہ صرف نابالغ بچے اور بچیوں کو مخلوط تعلیم کی دعوت دی گئی؛ بل کہ نوجوان اور جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک ساتھ بیٹھ کر پڑھنے، پارکوں میں خلوت میں ملنے، ہرجگہ بے محابا زن وشو کی طرح رہنے کی ترغیب دی گئی، کسی مسلم لڑکی نے اگر نقاب، سرپوش یا برقع پر اِصرار کیا تو اُس کا تعلیم گاہ سے اخراج کر دیا گیا، کہا گیا کہ یہ قدامت پسندی اور تاریکی شعاری ہے؛ کیوں کہ اِس سے روشن خیالی، فکری تنویر، دماغی ترقی کاری اور ذہنی توسیع کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ ویسے بھی پردہ پوشی مذہب پسندی کی علامت ہے اور مذہب نے ہی انسانی ترقی کی راہ روکی ہوئی تھی، جس کو بہ مشکل تمام خدا سے برسرِ پیکار اور اُس سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار ہم فرزندانِ مغرب نے، تمام رکاوٹوں سے پاک کیا ہے؛ اِس لیے ہم عورتوں کی پردہ پوشی کو کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر یہ کہ عورتوں کی آزادی کا مطلب ہی دراصل یہ ہے کہ اُنھیں اُن سارے تکلفات سے آزاد کر دیا جائے، جن سے اُن کو کسی بھی طرح کی پابندی محسوس ہوتی ہو۔ اُنھیں محض لباس پوشی کا پابند بنانا بھی اُن کی آزادی کو مخدوش کرنا ہے، وہ جس طرح برہنہ بدن پیدا ہوئی تھیں، اُنھیں اُسی طرح رہنا چاہیے، ہاں اگر وہ مزید اچھی لگنے، اپنی کشش میں اِضافہ کرنے اور مَردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے، اپنے جسموں پر جہاں جہاں مناسب سمجھیں، چند چیتھڑے ڈال لیا کریں، تو کوئی مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ یہ ستر پوشی نہیں جو پابندی کے دائرے میں آتی ہو۔ پھر یہ کہ عورتوں کو گھر سے نکال باہر کرنے کا جو عمل ہم اہلِ مغرب نے شروع کیا ہے، اُس کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ عورتیں برہنہ جسم، عشوہ سازی، دلبرانہ ادا، قاتلانہ نازونخرے کے ذریعے ہر مرد کو اپنی طرف مائل کر سکیں؛ بل کہ ہر ایک کے لیے سہل الحصول اور حظ اُٹھانے کا ذریعہ ہوں۔ اگر عورتیں اب بھی بے پردہ نہ ہو سکیں، ہمارے تنویری عمل کی حصول یابیوں سے متاثر نہ ہو سکیں، مذہب بیزاری اور کلیسا کی گرفت سے ہماری آزادی کی کاوشوں کے نتائج سے فائدہ نہ

اُٹھا سکیں اور چوپایے کی جو زندگی ہم گھر کے اندر اور باہر ہمہ وقت گزارنا چاہتے ہیں، اُس میں ہمارے لیے مُعاون نہ ہو سکیں اور ہماری بہیمی خواہشات کی تسکین کا ہرجگہ اور ہر طرح بے روک ٹوک ذریعہ نہ بن سکیں، تو واقعہ یہ ہے کہ ہم اہلِ مغرب ناکام ونامراد ہیں اور کلیسا ومذہب کے اقتدار کے خلاف ہمہ گیر وطاقت ور بغاوت سے ہمیں کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ دوسرے لفظوں میں اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے پھر آسمان والے کی تقلید پر آمادہ ہو کر، دوبارہ اُس کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کر لیا ہے، حال آں کہ زمین پر رہنے اور فضا وتری میں فتنہ وفساد پھیلانے کے لیے ہمیں اُس کی بالادستی سے آزاد ہونا ضروری تھا اور ہے اور اِس کے لیے ضروری ہے کہ ''زر'' اور ''زن'' کو ہم اپنا قبلۂ مقصود بنانے کے لیے کسی طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہ کریں۔

مغرب نے عورتوں کو صرف جنسی تسکین، کا ذریعہ گردانا اور شہوت پرستی وعیاشی ولذت کوشی کے ایسے ایسے طریقے ایجاد کیے کہ اُنھیں دیکھ کے شیطان نے بھی شرم سے اپنا منھ چھپا لیا۔ اُس نے عورتوں سے بے محابا فائدہ اُٹھایا؛ بل کہ کُتے، بندر اور خنزیر وغیرہ کی طرح ہرجگہ اُس سے اپنی شہوت کی بھوک مٹانے کی کوشش کی؛ لیکن اُس کی بھوک میں اِضافہ ہوتا گیا؛ بل کہ اُس کو اِس سلسلے میں استقا جیسی بیماری لاحق ہو گئی، چناں چہ وہ شہوت کی شراب کے خُم کے خُم انڈیلے جا رہا اور جام پر جام چڑھائے جا رہا ہے اور اُس کی شہوت میں ہمہ لحہ اِضافہ ہوتا جاتا ہے؛ اِسی لیے اُس نے اپنے ''مرض'' کے علاج کے لیے ہم جنسی کی طرح ڈالی: مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے جنسی لذت حاصل کرنے کی دعوت دی، اِس کے لیے تحریکیں برپا کیں، تنظیمیں بنائیں، حقوق کی جمعیتوں نے اِس مسئلے کو قانونی شکل دینے کی کوششیں کیں، ہم جنس پرستوں نے بہت سے مغربی ملکوں میں پرزور اور پیہم احتجاج کے ذریعے وہاں ہم جنسی کی شادی کو قانونی حیثیت دلوانے میں کام یابی حاصل کر لی، جب کہ بہت سے ملکوں میں قانونی حیثیت دیا جانا زیرِ غور ہے۔ ہمارے ''قدامت پرست'' وروایت پسند ملک ہندوستان میں بھی ہم جنسوں نے بار بار اپنے حقوق کی مانگ کے لیے احتجاج درج کرایا ہے اور ہمارے متعدد قائدین وسیاست داں نے اُن کی ہم نوائی کا اشارہ دیا ہے۔

مغرب نے یہ نعرہ بھی دیا کہ ''خاندان'' کی تشکیل صرف مرد وعورت ہی سے نہیں؛ بل کہ دو مردوں اور دو عورتوں کی آپسی رشتہ سازی اور ازدواجی ناطہ بندی سے بھی ہو سکتی ہے۔ اُس نے اپنے اقوامِ متحدہ اور عالمی تنظیموں کے ذریعے اِن خیالات ونظریات پر کاربندی کی دعوت دی، خود اِس پرزور شور سے عمل کیا اور اب وہ ساکنانِ جہاں کو قعرِ مذلت میں گر جانے اور اُس سے کسی طرح بھی نہ نکل پانے کی یقینی تدبیروں کے ذریعے اِس دنیا کو جہنم کدہ بنانے پر تلا ہوا ہے۔

جنسی بے راہ روی اور ہم جنسی کی لذت کوشی کی وجہ سے ایڈس AIDS (Acquired immune defficiency syndrome) کے خطرناک مرض نے یورپ میں وبائی شکل اختیار کر لی ہے، یہ مرض جس کو بھی لاحق ہو جاتا ہے، اُس کا جاں بر ہونا ممکن نہیں ہوتا، اب تک سرتوڑ کوشش

کے باوجود اِس کی دوا اِیجاد نہیں کی جاسکی ہے۔طبی تحقیقات کے سارے عالمی اِداروں کا کسی اختلاف کے بغیر یہی ماننا ہے کہ یہ مرض جنسی بے راہ روی بالخصوص ہم جنسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اِس کے جراثیم ایک اِنسان سے دوسرے میں سرعت کے ساتھ منتقل ہو جاتے ہیں؛ اِس لیے یہ حد درجہ متعدی مرض ہے۔ اب یہ مرض مغرب سے نکل کر مشرق میں پھیل رہا ہے اور ہر جگہ لوگ اِس سے سہمے ہوئے ہیں۔

چوں کہ یورپ کی کھوپڑی الٹی ہو چکی ہے اور شاید اللہ نے اُس کی بدقسمتی پر مہر لگا دی ہے؛ اِس لیے وہ کسی مشکل کے حل کے لیے صحیح تدبیر تک راہ یاب نہیں ہو پاتا؛ بل کہ وہ بیماری کو شدید ترین بیماری، بدقسمتی کو بھیانک ترین بدقسمتی اور گناہ کو خطرناک ترین گناہ کے ذریعے مٹانے کے درپے ہوتا ہے؛ کیوں کہ جب دل ہی اندھا ہو جائے، تو عقل و خرد کسی صحیح سمت میں محوِ سفر ہونے کی صلاحیت سے یکسر عاری ہو جاتی ہے۔ چناں چہ بہ جائے اِس کے ہم جنسی اور جنسی انحراف سے منع کیا جاتا، اِس سے باز رہنے کی ہر فرد کو تاکید کی جاتی، معاشرے کو ہم جنسی کی لعنت سے پاک کرنے کی تدبیریں سوچی جاتیں اور لذت کوشی و شہوت رانی کے غیر فطری رجحانات کا قلع قمع کرنے کے لیے حکمتِ عملی وضع کی جاتی؛ یورپ نے اِس بھیانک بیماری سے بچاؤ کے لیے یہ تدبیر وضع کی کہ اسکول و کالج اور تعلیم گاہوں میں نوعمری سے ہی بچے اور بچیوں کو جنسیات کی تعلیم دی جائے، اُنھیں عورتوں اور مردوں کے پوشیدہ اَعضا کے نقشوں کے ذریعے اُن اَعضا کے اعمال و حرکات کی جان کاری دی جائے اور بتایا جائے کہ اِن میں سے کس عمل سے کب تک اور کتنا بچنا چاہیے؛ تا کہ ایڈس کے مرض سے بچا جائے۔ دانش ورانِ مغرب نے سوچا تھا کہ اِس تدبیر سے اِس بیماری کے سیلِ بے پناہ پر روک لگائی جاسکتی ہے، اِن احمقوں کے اِتنی موٹی سی بات سمجھ میں نہ آسکی کہ اِس سے تو وہ نوعمر بچے اور بچیاں بھی جنسی بے راہ روی کا قبل از وقت شکار ہو جائیں گے، جنھیں جنسیات اور جنسی عمل کی ذرا بھی جان کاری نہ تھی اور نہ ہو سکنے کا تصوّر رہا تھا۔ جو بچے اور بچیاں سادہ دل اور سادہ دماغ تھیں، جنھیں جنسیات کی ابجد کا بھی پتا نہ تھا، وہ تعلیم گاہوں میں علم و ہنر کے حصول سے پہلے جنسیات کی عملی تعلیم حاصل کر کے، قانونی شادی سے پہلے ماں بن گئیں اور لڑکے باپ بن گئے۔ غالباً حکمائے مغرب یہی چاہتے تھے کہ سارے لڑکے اور لڑکیاں ماورائے ازدواجیت باپ ماں بن کر جنسی عمل کی خوب مشق کر لیا کریں؛ تا کہ ازدواجیت کی زندگی میں مشّاق شوہر اور تجربہ کار بیوی ثابت ہوں اور چوں کہ ''مشقِ بے پناہ'' کی وجہ سے شہوت کی بھوک اپنی حد سے تجاوز کر چکی ہوگی؛ اِس لیے غیر جنسی ازدواجیت کے ساتھ ساتھ ہم جنسی کی ازدواجیت کے عمل کے لیے زور شور سے خواہش مند ہوں گے۔

عجب بات ہے کہ ہمارا مشرق بالخصوص ہندوستان جو مذہب و روایات پسندی کا گہوارہ رہا ہے، اب یورپ کی جنسیات کی تعلیم کی لعنت میں بھی گرفتار ہو رہا ہے۔ ہمارے قائدین و سیاست داں اپنے ہاں اِس لعنت کو برپا کرنے کے لیے بے تاب ہیں، کئی صوبے اِس تعلیم کو عملی طور پر اسکولوں کے نصاب میں شامل

کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ۲۰۰۷ء میں کرناٹک، مہاراشٹر، کیرالہ، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، اتر پردیش، راجستھان اور گجرات نے اِس پروگرام پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ اس سے نوخیز ذہنوں پر بُرے اثرات مرتب ہوں گے؛ لیکن اب ذرائع ابلاغ نے یہ خبر دی ہے کہ مہاراشٹر، کرناٹک اور کیرالہ و راجستھان نے اِس پر عمل کرنے کا فیصلہ لے لیا ہے۔

• • •

مغرب نے چوں کہ اپنا نظریۂ زندگی اور مقصدِ حیات ہی مادیّت اور شہوت پرستی بنا لیا؛ اِس لیے اُس کے ہاں، اُنھی چیزوں کی قدر و قیمت رہ گئی، جو اُس کے لیے، اِن دونوں باتوں کے حصول میں مددگار ہوں۔ اُن کے ماسوا کو اُس نے مسترد کر دیا اور اُس سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا۔ اُس کا نقطۂ نظر تمام تر مادّی (Material) مفاد پرستانہ (Opportunist) اور استعمال کر کے پھینک دو (Use and Throw) والا بن گیا۔ اولاد جب تک بے شعور، نابالغ اور کمانے کے لائق نہیں، اُس کو والدین کی ضرورت ہے، جب وہ تعلیم و تعلم اور سنِّ شعور کے بعد کما کھا سکتی ہو، تو اسے والدین کی کیا ضرورت ہے؟ چناں چہ اولاد جب بڑی اور خود کفیل ہو جاتی ہے، تو والدین سے اُس کا کوئی ربط نہیں رہتا۔ اولاد اپنی ''بیوی'' اور نابالغ بچوں کے ساتھ عیش و عشرت کی آزادانہ اور بے قید زندگی گزارتی ہے اور والدین ''بوڑھوں کے گھر'' میں ہم دردی کے تمام جذبات و اِحساسات سے محروم حکومت کی دیکھ ریکھ میں زندگی کے دن گنتے اور موت سے پہلے لمحہ لمحہ مرتے رہتے ہیں۔ ''بیوی'' سے اہلِ مغرب کا رشتہ ایک ساتھی اور رفیق (Friend) کا ہوتا ہے۔ ایک ہم درد، بہی خواہ، غم خوار، شریکِ غم، باہمی احترام کے جذبے والے کا نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے کے لیے باعثِ سکون و طمانیت و راحت و عافیت کا کوئی تصوّر زن و شو کے درمیان یکسر مفقود ہوتا ہے۔ شہوت و لذّت کی تسکین کا جذبہ دونوں کے درمیان قدرِ مشترک ہوتا ہے اور بس؛ اِسی لیے درازیِ عمر کے بعد جہاں اولاد کی طرف سے دونوں ''راندۂ درگاہ'' ہو جاتے ہیں، وہیں ایک دوسرے کو ہم دردی کا کوئی جذبہ ہم رشتہ نہیں رکھ پاتا۔

یہ صورتِ حال مغرب میں خاندان کے انتشار اور بکھراؤ پر منتج ہو رہی ہے؛ بل کہ خاندان کی یک جہتی، اتحاد و یگانگت کا تصوّر رہی مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ چوں کہ مغربی تہذیب اِس وقت ''فاتح'' بن گئی ہے اور بدقسمتی سے ساری مشرقی تہذیبیں اُس کے سامنے سپر انداز ہو رہی ہیں؛ اِس لیے اُس کی ساری لعنتیں اور بربادیاں و فتنہ خیزیاں، اُس کی ''ترقیوں'' کے سارے تیز گام مظاہر کے ساتھ ساری دنیا میں عام ہوتی جاتی ہیں اور اہلِ مشرق شاگردانِ باوفا کی طرح، اہلِ مغرب کی نہ صرف نقّالی کر رہے ہیں؛ بل کہ بعض دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے ''اساتذہ'' سے آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں؛ اِس لیے ہمارے ہاں کے ''روشن خیال''، ''ترقی پسند'' اور ''اعلیٰ تعلیم یافتہ'' معاشرے میں وہی رنگِ مغرب نمایاں ہے کہ وہ خاندانی انتشار

کا شکار ہے۔لڑکا اورلڑکی ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر ہیں؛ اعلی سروس میں برسرروزگار ہیں، کوئی مشرق کے کسی شہرمیں اپنی ''فیملی'' کے ساتھ ہے تو کوئی مغرب کے کسی علاقے میں اپنے بیوی بچوں میں مگن ہے اور والدین ''یوز اینڈ تھرو'' کلچر کا شکار اپنی قسمت کو رو رہے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس کے باوجود ''ہر پڑھا لکھا'' ماں باپ اپنے بیٹے اور بیٹی کے لیے، اِسی طرح کے ''روشن مستقبل'' کا دل دادہ نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی اولاد کو نہ صرف ''اعلی تعلیم'' دلانے کے لیے؛ بل کہ ''روشن خیال'' بنانے کے لیے ہر طرح کی جتن کرتے ہیں، اس کے بعد اولاد کے بال و پر نکل آتے ہیں، وہ مشرق کے ''تنگ نائے'' سے پرواز کر کے اپنی ''اعلی تعلیم یافتہ'' وائف (Wife) کے ساتھ ترقی یافتہ مغرب کے کسی شہر میں ہی جا بستی ہے۔ وہاں کوئی اچھی جاب (Job) مل جاتی ہے، یا کوئی اور ذریعۂ معاش تلاش کر لیتی ہے۔ ''روشن خیال'' معاشرے کا ''روشن خیال'' باپ اور ماں اپنی تنہائی میں قسمت کے لکھے سے نمٹتے رہتے ہیں؛ لیکن کوئی ماں باپ کسی دوسرے سے عبرت حاصل کرنے کے لیے تیار نہیں!۔

مغرب کے طرزِ عمل سے یہ بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اُس کا واحد مقصد ''حرّیتِ فرد، حرّیتِ زن'' اور افضل البشر کو بے قید زندگی، مذہب بے زاری، اصول و اقدارِ انسانی کے خلاف بغاوت کی دعوت دے کر، اُس کو جانور کی سی زندگی جینے پر مجبور کر دینا ہے۔ اُس کا اِیمان ہے کہ اِنسانی ترقی کے لیے یہ از حد ضروری ہے، اِس کے بغیر ''تسخیرِ کائنات'' کا عمل پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا، اِس کی واضح اور زندہ دلیل اِس سے بہتر اور اِس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ آسمانی اقدار اور انسانی اُصول سے بغاوت اور بے قید آزادی کے ذریعے ہم نے بحر و بر و فضا پر جو فتح پائی ہے اور زمین کی گہرائیوں میں چھپے قدرت کے جن خزانوں کی دریافت اور بازیافت کی ہے اور دنیا کو زیر و زبر کرتے رہنے کا جو فن ایجاد کیا ہے اور ستم ایجادی کے جو نئے انداز تک رسائی حاصل ہے اور اقوام و ملل کے سکون و اطمینان کو جو تہ و بالا کیا ہے، بالخصوص مسلمانوں سے، اُن کے مسلمان ہونے کا جو بدلہ لیا ہے اور آیندہ اور شدت کے ساتھ لیتے رہنے کا جو اِرادہ کیا ہے؛ یہ ساری حصول یابیاں محض فرد کی بے قید آزادی اور انسان دشمنی اور جانوروں سے بے پناہ ہم دردی کی دین ہیں!؛ لہٰذا ہم انسانوں کی فلاح، محض خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل میں پوشیدہ ہے اور اِس کے لیے عیشِ فراواں کی حصول یابی، صنعت و تجارت میں ترقی اور سیاسی استحکام اور قومیت و وطنیت کے بتوں کی بے تکان پوجا پر اِصرار اور اِس کا اِنکار کرنے والوں سے برسرِ پیکار رہنا ضروری ہے۔ قابلِ ذکر ہے کہ مغرب کے بہت سے ملکوں میں ''حرّیتِ فرد'' کا یہ حال ہے کہ نابالغ بچے کو بھی کوئی ماں باپ مارنا تو درکنار، ڈانٹ بھی نہیں سکتے؛ ورنہ اگر وہ پولس والوں کو بتا دے، تو ماں باپ کو وہ نہ صرف گرفتار کر لیتی ہے؛ بل کہ جیل میں ڈال کر اُن پر مقدمہ چلاتی ہے اور اِلزام ثابت ہو جانے کی صورت میں بھاری جرمانہ عائد کرتی اور طویل وقفے کے لیے سلاخوں کے پیچھے ڈال دیتی ہے!۔

• • •

تہذیبِ مغرب کی اِس ہمہ گیر غارت گری کے پیشِ نظر، دانش ورانِ اِسلام ہر زبان، بالخصوص عربی میں، اُس کی خطرناکیوں سے مُتنبّہ کرنے کے لیے برابر کتابیں اور مقالات لکھتے رہے ہیں۔ اردو کا دامن بھی الحمدللہ! اِس سے خالی نہیں۔ اِن کتابوں اور تحریروں میں جہاں تہذیبِ مغرب کی ستم گری کے مضمرات و اثرات سے مُتنبّہ کیا گیا ہے، وہیں مغربی معاشرے میں خاندانی نظام کی ابتری، اُس کے نظریۂ زندگی، اُس میں خاندانی نظام کے بکھراؤ کو واشگاف کرتے ہوے، یہ بتایا گیا ہے کہ اِس کے بالمقابل اسلام میں خاندانی نظام کیسا ہے، اِسلام اِس کی بقا، اِس کے اتحاد و استحکام کا ضامن کس طرح ہے۔ یہاں اتحاد و محبت و باہمی احترام و سکون و اطمینان کیوں ہے؟ اِس کی بنیاد کن باتوں پر استوار کی گئی ہے؟ یہ کیوں باعثِ عفت و پاک دامنی ہے اور انسان کی جنسی بے راہ روی کی راہ کس طرح روکتا ہے؟ ''گرل فرنڈ'' و ''بوائے فرنڈ'' اور لاتعداد عورتوں سے ماورائے نکاح لذّت اندوزی سے بچنے کے لیے، اُس نے کیا کیا تدبیریں وضع کی ہیں؟ یہاں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک و اداے حقوق کی کتنی ضمانتیں دی گئیں اور تاکیدیں کی گئیں ہیں؟ حتی کہ موت کے بعد بھی اِس حسنِ سلوک پر پیہم عمل پیرا رہنے کی پر زور دعوت دی گئی ہے اور اُن کے ساتھ بد احترامی، سخت گفتاری اور انھیں سب و شتم کرنے کو گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ دوسری طرف والدین پر اولاد کی تعلیم و تربیت، اُنھیں اچھی صحبت میں نشو و نما پانے اور دین و دنیا کی سطح پر کام یاب بن کر خدا کی نگاہ میں مطلوب و محبوب اور خلق کی نگاہ میں سرخ رو ہو جانے کی راہ ہم وار کرنے کا فریضہ عائد کیا گیا ہے۔ یہاں نہ صرف اہلِ قرابت؛ بل کہ پڑوسیوں، یتیموں، بیواؤں، بے کسوں اور مظلوموں کے ساتھ حسنِ سلوک، دادرسی اور ضرورت کے وقت اُن کی بھرپور امداد و اعانت کو اِسلام کی شناخت، خدا کی قربت اور دخولِ جنت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، یہاں زن و شو کے حقوق واجبات کی واضح تعیین کر کے اُن کا اِس طرح پابند بنایا گیا ہے کہ اُن پر عمل نہ کرنے کی صورت میں شریعتِ اِسلامی کی روشنی میں دونوں سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ نہ صرف عام مسلمانوں؛ بل کہ مذہب و مسلک سے اوپر اُٹھ کر عام انسانوں، انسانی معاشرے کے سارے افراد کے حقوق کی درجہ بندی کر کے اُن کی ادایگی کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہاں میراث کی تقسیم کا جو عادلانہ نظام ہے، اُس کی نظیر دنیا کے کسی نظامِ خاندانی میں نہیں ملتی۔ یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ٹھوس اور مستحکم شعبے کے ذریعے فرد کو صحیح سمت دینے، انسانی ڈگر پر قائم رہنے اور اپنی ذات، تمام بنی نوع اِنسان، تمام مخلوق، پوری کائنات کے لیے نافع بننے اور اپنے خدا سے جڑے رہنے کی مضبوط بنیاد فراہم کی گئی ہے۔

اِس موضوع پر نوجوان و باصلاحیت عالمِ دین و اہلِ قلم مولانا محمد شمشاد ندوی، استاذ جامعۃ الہدایۃ، جے پور کی تالیفِ لطیف ''اسلامی خاندان'' کا مُسوّدہ دیکھنے کو ملا، ناچیز نے جستہ جستہ تقریباً پوری کتاب ہی دیکھ ڈالی۔ بڑے مزے کی تصنیف ہے۔ کتاب کے مشمولات اور مواد کے انتخاب کے انداز

سے اُن کی بھر پور محنت کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اُنھوں نے تقریباً ۳۲ مصادر و مراجع سے فائدہ اٹھایا ہے، جو بہت مستند ہیں۔ اُن کی تقریباً ۱۵؍ تصانیف ہیں، کم عمری کے باوجود یہ بہت بڑی کام یابی اور ان کے قلم کی جولانی کی دلیل ہے۔ اِس کے علاوہ بہت سے سمینار میں علمی و تحقیقی شرکت کی ہے؛ وہ ''ماہ نامہ ہدایت'' جے پور کے معاون مدیر کی حیثیت سے بھی سرگرمِ عمل ہیں۔ لکھنے کا خوب صورت ذوق ہے، جو کچھ لکھتے ہیں اُس میں بے ساختگی اور روانی ہوتی ہے۔ توقع ہے کہ وہ تحریری میدان میں بہت اونچا اُٹھیں گے۔ موصوف نے اِس کتاب میں مذکور الصدر سارے موضوعات کو مرکزی اور ذیلی عنوانات کے تحت سمیٹا ہے اور بہت اچھا لکھا ہے۔

کتاب اگر مواد سے بھرپور ہو، اسلوبِ تحریر دل کش ہو، زندہ رہنے اور قارئین کو پڑھنے کے لیے مجبور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو----- جیسا کہ موصوف کی یہ کتاب ہے----- تو پھر کسی مقدمے، تقریظ اور تعریف کی ضرورت نہیں ہوتی؛ کیوں کہ اِس طرح کی کتاب کے لیے یہ چیزیں ایک طرح کا ''دھبّہ''؛ بل کہ کتاب کے لیے کم قدری کا باعث بنتی ہیں؛ ہاں کسی مقدمے کا یہ فائدہ------ بہ شرطے کہ سلیقے سے لکھا گیا ہو----- ضرور ہوتا ہے کہ قاری کا ذہن پڑھنے کے لیے آمادہ ہوجاتا اور کتاب کا حاصل اُس کو مقدمے سے، کتاب کی خواندگی سے پہلے، مختصراً اچھی طرح معلوم ہوجاتا ہے، جس سے کتاب کے مضامین کو جذب کرنا اُس کے لیے آسان ہوتا ہے۔

توقع ہے اور خداے کریم کی توفیق ولطف اور کرم کے طفیل یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی، خصوصاً اِس لیے کہ یہ قیمتی مواد اور نفع بخشی کی صلاحیت سے بھرپور ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے لیے اِس کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور اُنھیں مزید اچھی اچھی کتابیں لکھنے کی توفیق بخشتا رہے۔

نور عالم خلیل امینی
دارالعلوم دیوبند

۱۹؍ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۰ھ
۱۵؍ مئی ۲۰۰۹ء بہ روز جمعہ ۱۲؍ بجے دن

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی دامت برکاتہم
(استاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند (یوپی)
خلیفہ مجاز حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند (یوپی)

حامداً و مصلیاً!

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے کہ وہاں قانونِ اسلامی غیر واضح مخفی و پنہاں ہو۔ اسلام کے تمام احکام (از قبیل اوامر ہوں یا نواہی) ان کی اصل علل و اسباب کی جانکاری خالقِ کائنات کے لیے مختص ہے، گو ہر زمانہ میں علماءِ حق نے اپنی بساط کے مطابق ان کے اسرار ونکات بیان کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

اس ضابطۂ حیات اور قانونِ مکمل پر عمل قابلیت، مقبولیت، محبوبیت کی ضمانت ہے اور اس کا منفی پہلو موجبِ حرمان ہے۔ اسی قانونِ مکمل پر عمل پیرا ہونے سے مثالی خاندان بالفاظِ دیگر اسلامی روایات کے حامل خاندان معرضِ ظہور میں آتے ہیں اور آتے رہیں گے اور ان کے اخلاق و کردار اسلام کی صداقت کی صدا بلند کرتے رہیں گے۔ اسلامی خاندان قوانینِ الٰہی کی متابعت کا اثر مرتب ہے اور اسلامی خاندان یہ وہ عنوان ہے جس کے تحت معاشرت و معاملات، اقتصادیات و سیاسیات اسی طرح داخل ہیں جیسے اعتقادیات وعبادات۔ اسی عنوان سے تہذیب وتمدن، تزکیۂ نفس اور تدبیر المنزل اور سیاستِ مدنیہ کے ابواب کھلتے ہیں۔ اسی موضوع پر جناب مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی (استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور) نے ''اسلامی خاندان'' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ کتاب بہت عمدہ ہے۔ مرتب و مدلل مضامین ہیں اور کتاب کا عنوان معنون کا عمدہ ترجمان ہے۔

حق تعالیٰ موصوف کی محنت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو اسلامی خاندان کی روایات کا حامل بنائے۔

محمد یوسف تاؤلوی
۱۴۳۵/۱۰/۲۸ھ

حرفِ چند

ڈاکٹر مولانا صدرالحسن صاحب ندوی مدنی حفظہ اللہ
(بلند پایہ مصنف، فقیہ وادیب، داعی و مدرس)
چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''الکوثر'' اورنگ آباد ● پروفیسر سرسید کالج (اورنگ آباد) ومراٹھواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد بن عبد الله الامين وعلى آله و صحبه اجعمين، اما بعد!

اسلام آخری مذہبِ ہدایت ہے اور امتِ مسلمہ اس آخری شمعِ ہدایت کی حامل آخری امت، اس لیے صالح اور مثالی معاشرہ کی تشکیل، اس کا بنیادی اور اولیں مطمحِ نظر ہے، کیوں کہ صالح معاشرہ کی تشکیل کے بغیر موت وزیست کی کشمکش سے دوچار انسانیت کا خواب، امن وسکون کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے گا، اس لیے نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک نفس، پاکباز اور مثالی کردار کے حامل افراد کے ذریعہ ایسے مثالی خانودے کی تشکیل کی کہ آج بھی اس حیرت انگیز اور خردربا انقلاب پر عقل انگشت بدنداں ہے۔

آج جب کہ دنیا اکیسویں صدی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہے اور زندگی کے ہر میدان میں سائنسی ایجادات وانکشافات نے انسانیت کے دردکا درماں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ برق و بخار، تدبر، علم، حکمت اور حکومت کے باوجود انسانیت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں سکون کی منزل اس کی پروازِ خیال سے کوسوں دور اور ساحلِ مراد اس کی دسترس سے بہت پرے ہے۔ ان حالات میں ایک ''مثالی خاندان'' ہی صالح معاشرہ کو وجود پذیر کرکے انسانیت کے رستے ہوئے زخم کے لیے مرہم جاں فزا ثابت ہوسکتا ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ اس اہم اور نازک موضوع پر برادرِ عزیز مکرم مولانا محمد شمشاد ندوی کے کلک گہربار نے دربارِ انسانیت میں درباری کا مقدس فریضہ انجام دینے کی کوشش کی ہے، جس میں وہ ہر قدم پر بامراد وکامیاب ہیں۔ کیوں کہ وہ درد اور درماں کے گل آتشی امتزاج کے رمز سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں، اصلاحِ معاشرہ، ان کا پسندیدہ اور ترجیحی موضوع ہے، فرید بک ڈپو دہلی سے ان کی کتاب، جہیز ایک ناسور، آٹھ سال پہلے منظرِ عام پر آکر خراجِ تحسین وصول کرچکی ہے، اس طرح ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات پر انہوں نے ایک سوبیس صفحات پر مشتمل اپنے خیالات کی سوغات ہندوستانی معاشرہ کو پیش کرکے امتِ مسلمہ کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کرنے کی سعی بلیغ کی ہے اور ابھی تقریباً گیارہ کتابیں زیر ترتیب ہیں جو جلد ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر ہماری تشنہ کاری کے لیے آبِ حیات ثابت ہوگی۔

عزیز مکرم مولانا محمد شمشاد ندوی جامعۃ الہدایہ جے پور راجستھان میں ایک لمبے عرصے سے تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، وہ جامعہ کے تحقیقی ادارہ ''الہدایہ ریسرچ سینٹر'' سے بھی وابستہ ہیں اور پوری تندہی کے ساتھ تحقیقی کام میں مصروف ہیں، اسی تحقیقی ادارہ سے ان کی کتاب ''اصلاحِ معاشرہ اور اسلام'' شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہے۔ تدریسی ذمہ داریوں کے علاوہ جامعۃ الہدایہ کے ترجمان ماہنامہ ''ہدایت'' کی مجلسِ ادارت میں بھی عزیزم مکرم شامل ہیں اور اس کے معاون مدیر کی حیثیت سے بہ حسن وخوبی ادارت کی ذمہ داریاں نبھارہے ہیں۔ ''ہدایت'' کے ہر شمارہ میں ان کے رشحاتِ قلم سے مجھے بھی استفادہ کا موقع ملتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جامعہ، ذمہ دارانِ جامعہ اور جامعہ کے ترجمان کو نظرِ بد سے بچائے اور جامعہ کو ترقیات سے نوازے۔

زیر نظر کتاب جس کا نام ''اسلامی خاندان'' ہے۔ تقریباً ۱۶۸ر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اس کتاب کے پہلے باب میں لائق مصنف نے مغربی معاشرہ میں خاندانی نظام کی ابتری پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ دوسرے باب میں اسلام کے خاندانی نظام کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے، جس میں خاندان کی تاسیس، نکاح کے مقاصد، پردہ، خلع، عدت، مطلقات اور بیواؤں کی شادی جیسے موضوعات کو کھلی کتاب کی طرح معاشرہ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد اسلامی خاندان میں اولاد کی تربیت کے ضمن میں تحقیق وافتاء، تدریس، نرسنگ کی تعلیم، صنعت ودستکاری، امورِ خانہ داری، تجارت ومعاشی استحکام پر علمی بحث کی گئی ہے۔ اسلامی خاندان میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا موضوع بہت اہم ہے۔ فاضل مصنف نے اس موضوع کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ اس طرح رشتہ داروں، پڑوسیوں، یتیموں، بیواؤں کی کفالت وخبرگیری کو بھی مصنف نے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔ آج کل میراث کی تقسیم میں جس غیر منصفانہ طریقۂ کار نے راہ پالی ہے، اس پر بھی کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے اور منصفانہ تقسیم کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر بات ختم کی گئی ہے۔

امید ہے کہ اس اہم موضوع پر تجربہ کار مصنف کے قلم سے نکلنے والی کتاب کو علمی اور عوامی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ میں مصنف کو ان کی اس گراں قدر تالیف پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان کے اشہب قلم کی برق رفتاری میں اور اضافہ فرمائے اور امتِ مسلمہ کو ان کی کتابوں سے استفادہ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

محمد صدرالحسن ندوی مدنی	۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ
دارالسلام، ۶۳، عارف کالونی	۸ر اپریل ۲۰۰۹ء
اورنگ آباد، مہاراشٹر (انڈیا)	بروز چہارشنبہ

تقریظ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ندوی دامت برکاتہم

(استاذ حدیث وصدرالمدرسین جامعۃ الہدایہ، جے پور)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن تبعھم الی یوم الدین .

دنیا سے ظلم وجہالت کی تاریکی کے خاتمہ کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی نعمت ورحمت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم وہدایت کے مینار بن کر جہالت وگمراہیوں کی تاریکیوں سے اقوام عالم کو نجات دلائی اور مظلوم ومقہور انسانیت کو حقیقی مقام ومرتبہ عطا کیا۔

اسلامی تعلیمات نے قبل از اسلام کی جاہلیت اولی کی گمراہی اور جور وظلم کی تاریکیوں کا ازالہ فرمایا اور بعد میں آنے والی جاہلیت اخری یعنی نام نہاد مغربی تہذیب اور اس کے مہلک اثرات بد، بے حیائی، بے شرمی، نفس پرستی، شہوت ولذت کے لئے کچھ بھی کر گزرنے کا شیطانی جنون اور اخلاق انارکی کی آگ کو بجھانے کا انتہائی موثر ومعقول انتظام کیا، اور انفرادی زندگی سے لے کر خاندان، قبیلہ اور معاشرہ اور ملت بلکہ پوری انسانیت کی صلاح وفلاح کا ضامن ضابطۂ حیات پیش کیا، دولت وشہوت کے بھوکے نفسانیت وخواہشات کے پرستار، خوف خدا اور فکر آخرت سے عاری، انسان نما حیوان، خدا رسول کے باغی انسان کی ہوس، وبے رحمی اور سنگدلی سے پیدا شدہ غلاظتوں سے سسکتی ہوئی انسانیت کو عدل وانصاف کی روشنی اور رحم وکرم کی راحت پر مشتمل پاکیزہ شریعت دے کر راحتوں ومسرتوں سے لبریز پرسکون خوشگوار زندگی کا راستہ بتایا۔

اسلامی تعلیمات کے اس اہم اور انمول پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے جن نیک وسعید بندوں نے میدان عمل میں قدم رکھا اور خداداد علم وحکمت کے ذریعہ ملت وانسانیت کی اصلاح کے لئے مبارک سعی فرمائی ان میں ہمارے فاضل رفیق محترم مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی زید مجدہ (استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور) بطور خاص قابل مبارکباد ہیں اور تحسین وتائید کے بجا طور پر مستحق ہیں۔قوم وملت کی خیر خواہی اور انسانی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہوکر معاشرہ کی اصلاح وبہبود کے لئے قلمی کاوشوں اور علمی

خدمات میں منہمک ہیں، ایک دہائی سے زیادہ عرصہ پر محیط ان کی خدمات کے نتیجہ میں اصلاح معاشرہ اور خواتین کے معاملات ومسائل پر مشتمل ان کی متعدد گراں قدر تصانیف شائع ومقبول ہوچکی ہیں۔

''جہیز ایک ناسور'' ہندوستانی عورتوں کے مسائل ومشکلات اور امت کی ذمہ داریاں'' ''اصلاح معاشرہ اور اسلام'' وغیرہ مختلف اداروں اور کتب خانوں سے شائع ہوکر اہل علم وقدر شناس حضرات کی داد تحسین حاصل کرچکی ہیں۔اس طرح یہ نئی تصنیف ''اسلامی خاندان'' بھی سابقہ علمی مضامین وتحقیقی تصانیف کی طرح ان کی فاضلانہ محققانہ علمی صلاحیت اور قابل قدر بلند فکری معیار کا نمونہ ہے، معاشرہ اور ملت کے انتہائی اہم اور فوری توجہ طلب حساس ونازک پیچیدہ مسائل اور باریک گتھیوں کے حل کے سلسلہ میں ان کی بالغ نظری اور قرآن وحدیث کی پاکیزہ تعلیمات وہدایات کی روشنی میں ان کا کامیاب وصحیح موثر حل پیش کرنے کی خداداد صلاحیت اس سے عیاں ہوتی ہے، فاضل مصنف نے عالمانہ بصیرت کے ساتھ مغربی آزاد معاشرہ کی زبوں حالی، اخلاقی زوال، انسانی قدروں کی پامالی اور اس کے نتیجہ میں پیدا شدہ خاندانی انتشار، اخلاقی انارکی وجنسی بے راہ روی کا عمدہ تجزیہ کر کے اس کے مقابلہ میں احکام الٰہیہ اور تعلیمات نبویہ کے چشمۂ صافی وشافی سے حاصل ہونے والے بیش بہا فوائد وثمرات، روحانی وقلبی امن وامان اور سکون واطمینان کا دلنشیں موازنہ بڑی خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے اور اخلاقی انحطاط کے روز افزوں مہلک مرض کے لئے آسمانی اور آفاقی جاودانی نسخۂ شفا اور جاں بلب تشنہ انسانیت کے لئے آب حیات مہیا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ شرف قبولیت اور عوام وخواص میں مقبولیت سے سرفراز فرما کر اصلاح امت اور ذخیرہ آخرت کا ذریعہ بنائے اور فاضل اہل قلم کو جزائے خیر اور مزید حوصلہ وہمت عطا فرمائے۔آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں امین باد

محمد یوسف

جامعة الهدایه، جے پور

تقریظ

مولانا مفتی قمر عالم دانش قاسمی حفظہ اللہ (خادم التدریس والافتاء مدرسہ رحیمیہ پہاڑی، بھرتپور)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کا ہر باب نرالا، انوکھا اور تابناک ہے۔ اسلام نے انسان کو ہر موڑ پر کامیاب بنانے اور درسِ انسانیت سکھانے کی تعلیم دی ہے۔ اسلامی تعلیم وتربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی دنیاوی زندگی آخرت کے لائق بنا کر اللہ کی رضا حاصل کرے اور نارِ جہنم کا ایندھن نہ بنے۔ انسان اپنی کامیابی دنیا کے مال ومتاع کی حصولیابی کو سمجھتا ہے جب کہ اللہ رب العزت نے اس کو دھوکہ قرار دیا ہے۔ ﴿ما الحياة الدنيا الا متاع الغرور﴾ (قرآن) اور کامیاب اس شخص کو قرار دیا ہے جو دوزخ سے بچ کر جنت میں داخل ہوجائے۔ ﴿فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز﴾ (قرآن)

زیرِ نظر کتاب ''اسلامی خاندان'' فاضل مصنف مولانا قاضی محمد شمشاد ندوی صاحب (استاذِ حدیث و فقہ جامعۃ الہدایہ جے پور ومعاون مدیر ماہنامہ ہدایت جے پور نے احسن طریقہ سے ترتیب دے کر امت مسلمہ کے ہر ہر فرد کے لیے تحفۂ ہدایت پیش کیا ہے۔ اسلامی خاندان بنانے اور مسلم معاشرہ کو پاکیزہ بنانے میں اس کتاب کی حیثیت واہمیت انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت ہوگی، انشاءاللہ!

مصنف موصوف نے عالمیت، فضیلت، افتاء وقضا، ایم.اے. اور صحافت جیسے اہم کورس کی تکمیل کی ہے اور سالہا سال سے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، صحافت وانشاء پردازی اور دعوت دین میں سرگرمِ عمل ہیں اور ان کی کئی کتابیں منظرِ عام پر آکر مقبول ہوچکی ہیں اور امت کے بڑے طبقے نے ان سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ مصنف نے اپنی زندگی علمی ودینی خدمت کے لیے وقف کردی ہے۔ اللہ ان کی خدمات وکاوشوں کو شرفِ قبولیت سے نواز کر دارین نعمتوں سے ہمکنار فرمائیں۔ آمین

اس پُرفتن دَور میں امتِ مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو روکنے اور خانہ جنگی دور کرنے کے لیے آپسی اختلاف وانتشار، نفاق وشقاق سے ہٹ کر اتحاد واتفاق کی لڑی میں بندھنے کے لیے ''اسلامی خاندان'' نامی کتاب جو قرآن وحدیث کا مرقع ہے، ہر برائی کے خاتمہ کے لیے اکسیر ہے۔ حضراتِ قارئین دھیان سے اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اپنے ہر گھر میں اس کی تعلیم کو جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نواز کر ہر فردِ مسلم کے لیے نافع بنادے۔ آمین

مفتی قمر عالم دانش قاسمی

☆☆☆

کچھ مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن رحیمی*

وہ زمانہ مجھے آج بھی یاد ہے جب مصنفِ کتاب جناب مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی بحیثیت استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور تشریف لائے تھے، اس وقت بھی موصوف شریف ومتین اور سنجیدہ وپُر وقار شخصیت کے مالک تھے اور آج بھی۔ مولانا کا قیام جامعۃ الہدایہ کے اسٹاف کوارٹر میں ہے، چونکہ میں بھی ان کے جوار ہی میں فروکش ہوں، اس لیے رات دن ان کے ساتھ نشست وبرخاست کے ساتھ مختلف دینی، علمی، ملکی اور عالمی موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوتا رہتا ہے۔ موصوف یقیناً صاحب الرائے شخص ہیں، ہر معاملہ میں اپنی ایک متعدل رائے رکھتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کسی کی شخصیت کو اچھی طرح سمجھنا ہو تو ساتھ سفر کریں۔ حسنِ اتفاق سے ہم نے ایک ساتھ تین گھنٹے سے لے کر تین دن تک مختلف قسم کے دینی، دعوتی، علمی اور نجی سفر کیے ہیں۔ ان کی کتابِ زیست کے متعدد صفحات کو باریکی سے پڑھنے، ان کی شخصیت کو سمجھنے اور اندر تک اُترنے کا خوب موقع ملا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ مولانا کا مقام ومرتبہ ہر اعتبار سے بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔ موصوف جہاں ایک قابل اور ہردلعزیز استاذ ہیں، وہیں تدریس کے اہم جز وتحقیق کے سمندر میں بھی خوب غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ جہاں ان کے قلم کی سلاست، بلاغت، روانی، شگفتگی اور اثر انگیزی دیکھتے ہی بنتی ہے، وہیں موصوف کی خوش خطی بھی قابلِ دید اور لائقِ تحسین ہے۔ اپنی بات کو زبان وقلم دونوں سے موثر انداز میں پیش کرنے کا ہنر ان کو خوب آتا ہے (ذلک فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء) لیکن ان سب خوبیوں سے پہلے وہ ایک ایسے قابلِ قدر انسان ہیں جن کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں ابھی انسانیت باقی ہے۔ ملنسار ایسے کہ ہر وقت وجہ طلق کی عملی تفسیر معلوم ہوتے ہیں، ریاکاری اور دکھاوے کو دور ہی سے سلام کرتے ہیں۔ بغض، کینہ اور حسد جیسی بیماریوں سے بھی دور ہی کی صاحب سلامت رکھتے ہیں۔ اب تو عالم یہ ہے کہ ہر قسم کے نام ونمود سے دور ہوکر نوکِ قلم سے دین کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے ہیں۔ جامعۃ الہدایہ کی انتظامیہ نے بھی ان کے اس خداداد جوہر کو دیکھا، پرکھا اور مزید پروان چڑھایا، دیکھتے ہی دیکھتے مولانا یہاں کے نمائندہ مجلّہ ماہنامہ ''ہدایت'' کے معاون مدیر کے عہدے پر فائز ہوگئے۔

* حال مقیم مدینہ منورہ، سعودی عرب

موصوف کے مختلف رسائل وجرائد میں بے شمار مضامین ومقالات کے علاوہ متعدد علمی، تحقیقی اور دینی کتابیں بھی منظرِ عام پر آ کر مقبولِ ہر خاص و عام ہو چکی ہیں۔ اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس طرح یہ کتاب اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ عوام الناس کے لیے مفید اور کارآمد ہے، اسی طرح مولانا کی زندگی بھی سبق آموز اور مشعلِ راہ ہے۔ موصوف اپنے غیر معمولی شوق، امنگ اور لگن کی وجہ سے آج اس مقام ومرتبہ کے مستحق ہوئے ہیں۔

دراصل موصوف کی پیدائش ۱۴ر ستمبر ۱۹۷۱ء کو ایک علمی و دینی خانوادے میں ہوئی، ان کی جائے پیدائش مشہور مسلم اکثریت بستی 'رامپور کیشو' ہے جو کبھی مظفر پور اور سیتامڑھی ضلعوں کے تحت تھی، اب اسے صوبۂ بہار کے نقشہ میں ضلع شیوہر کے تحت دیکھا جا سکتا ہے۔ اس خطہ میں جو خاندان اپنے علم، زمینداری اور اہم سرکاری مناصب پر فائز ہونے کی وجہ سے مشہور ومعروف اور اہم رتبے والا ہے، وہ اتفاق سے مولانا ہی کا شیخ صدیقی خاندان ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عرب کے کسی ملک سے ہندوستان کے مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے ہوئے بہار میں آباد ہوئے تھے۔ ان کے جد امجد شیخ محمد صادق دورانِ سفر رامپور کیشو میں چند گھنٹے ایک درخت کے سایہ میں آرام فرما ہوئے تو وہاں پہلے ہی سے آباد غیر مسلم لوگ ان کے اسلامی طور طریقے اور مخلصانہ اخلاق وکردار سے بیحد متاثر ہوئے اور ان کے یہیں مستقل سکونت اختیار کرنے پر اصرار کرنے لگے اور انہیں راجا شیوہر کے دربار میں لے گئے۔ راجا بھی ان سے مل کر بہت خوش ہوا اور ان کو جاگیر اور قیمتی تحفوں سے سرفراز کرتے ہوئے اسی ریاست میں قیام کی خواہش ظاہر کی، اس طرح شیخ صاحب یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ اللہ نے ان کی عمر، اولاد اور مال ودولت میں برکت عطا فرمائی۔

مولانا کے والد ماجد محمد یونس نے سرکاری اسکول میں برسوں تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد ۱۹۹۰ء میں ہیڈ ماسٹر کے عہدے سے پنشن لی۔ تاحیات دعوت وتبلیغ اور سماجی وفلاحی کاموں سے وابستہ رہے۔ علماء سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ ۳۴ر سال جامع مسجد رامپور کیشو کے متولی رہے، مسجد کے احاطے میں ایک مدرسہ قائم کیا، اسی طرح مدرسہ فلاح المسلمین کے تادمِ آخر سکریٹری رہے۔ اللہ نے ان کو دو مرتبہ حج کی سعادت نصیب فرمائی۔ آخر ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۶ء بروز جمعہ بعد نمازِ فجر کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ حاجی صاحب اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، ان کے دو بڑے بھائی مولانا محمد نورالدین صاحب اور مولانا عبداللطیف صاحب باصلاحیت وباعمل عالم تھے، جب کہ ان کے ایک بھائی محمد ادریس صاحب حفظِ قرآن کی تکمیل کے بعد کاشتکاری سے وابستہ ہو گئے تھے۔

مصنف کتاب کے خاندان اور عزیز واقارب میں بہت سے علماء وحفاظ پیدا ہوئے ہیں۔ بعض ان میں بہت ممتاز ہوئے۔ خصوصیت سے مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی نوراللہ مرقدہ اپنی علمی لیاقت، موثر و

ولولہ انگیز خطابت، دلنشیں وعظ ونصیحت، تقویٰ وطہارت اور دینی واصلاحی خدمات کی وجہ سے مقبولِ خاص و عام ہوئے۔ ان کا قائم کردہ ادارہ مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ چمپارن آج بھی امت کو فیضیاب کر رہا ہے۔ ان کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے، بالخصوص مولانا امداد الٰہی اور مولانا محمود عالم نے خوب شہرت پائی۔ مولانا اسحاق صاحب کی صلبی اولاد میں مولانا حکیم عبدالحق (بانی مدرسہ قاسم العلوم، رامپور کیشو) اپنے والد کے سچے جانشیں ہیں۔ ۱۰۷ سال کے ہونے کے باوجود یادِ الٰہی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں اور طبابت کے ذریعہ آج بھی خدمتِ خلق کر رہے ہیں۔ (۱)۔ انہیں کی سب سے چھوٹی پوتی صاحبِ کتاب کی شریکِ حیات ہیں۔

اسی خاندانی پس منظر میں صاحب کتاب نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر، مکتب اور ابتدائی اسکول سے حاصل کی۔ اس کے بعد متعدد مدارس میں عربی، فارسی اور دینی وعصری مضامین کی تعلیم حاصل کی۔ اس دوران ان کے نانا جان مولوی عین الحق صاحب نے ان کی تعلیم وتربیت اور دینی تعلیم سے وابستگی میں اہم رول ادا کیا۔ آخر اپنے پھوپھی زاد بھائی ڈاکٹر مولانا صدر الحسن ندوی مدنی صاحب (جو اپنی علمی لیاقت اور تصنیفی خدمات کی وجہ سے کافی مشہور ہو چکے ہیں اور محتاجِ تعارف نہیں رہے ہیں) کے زیرِ سرپرستی جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں داخلہ لیا۔ اس دور میں انہوں نے خوب محنت کی اور وہاں کے ممتاز طلبہ میں اپنا نام درج کروالیا۔ حتی کہ 'طالب مثالی' کی سند اور اعزاز سے بھی نوازے گئے۔ اسی دور میں مطالعہ کے ساتھ مضمون نگاری کی بھی خوب مشق کی اور ان کے متعدد مضامین اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے۔

اورنگ آباد کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا رُخ کیا اور ۱۹۹۴ء میں فضیلت اور تخصص فی الفقہ کی سند حاصل کی۔ انہوں نے مولانا عتیق احمد بستوی کی نگرانی میں ۲۳۷ر صفحات پر مشتمل ایک مقالہ بہ عنوان ''**نظام الطلاق فی الاسلام، اھمیتہ و ضرورتہ**'' مرتب کیا۔ مستند مراجع و مصادر کی مدد سے مرتبہ یہ مقالہ کافی پسند کیا گیا۔

فضیلت کے بعد جہاں عام طور سے دیگر فضلاء تدریس یا دیگر کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں، وہیں مولانا نے مزید ترقی کی منازل طے کرنے اور اپنی علم کی پیاس بجھانے کی غرض سے قاضی القضاۃ حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب کے یہاں جا ڈیرہ ڈالا اور تخصص فی الفقہ والقضاء میں داخلہ لے لیا تا کہ قاضی صاحب کی عبقری اور لاثانی شخصیت اور امارتِ شرعیہ کے فقہ وقضا کے ماحول سے براہِ راست مستفیض ہو سکیں۔ آخر قاضی صاحب کی دعاؤں اور امتیازی نمبرات کے ساتھ وہاں سے فراغت کے بعد اپنا رختِ سفر باندھا اور جامعۃ الہدایہ جے پور آکر باقاعدہ اپنی تدریسی اور تصنیفی زندگی کا آغاز کیا۔ حصولِ علم کی تڑپ اور لگن ایسی تھی کہ یہاں بہ حیثیت استاذ رہنے کے باوجود کئی کورسز بھی مکمل کیے۔

(۱) حکیم عبدالحق صاحب یکم جون ۲۰۱۲ء کو اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جامعہ میں قیام کے دوران حدیث، فقہ، سیرتِ نبوی اور عربی ادب جیسے موضوعات کا خوب مطالعہ کیا، اس کے علاوہ متعدد علمی وادبی، فقہی و تعلیمی اور ملی واصلاحی سیمناروں اور سمپوزیموں میں بھی شرکت کرتے رہے ہیں۔

جامعۃ الہدایہ کے کیمپس میں ۱۸/اپریل ۲۰۰۷ء کو ''حکومت وملت کی کوتاہیاں اور ذمہ داریاں سچر کمیٹی کی روشنی میں'' کے عنوان سے سہ روزہ سمینار منعقد ہوا، اس میں موصوف موقع پر موجود رہ کر تمام مقررین اور مقالہ نگاروں کے بیانات و مقالات کی تلخیص کرتے رہے جو بعد میں مقالات کی صورت میں ماہنامہ ''ہدایت'' میں بھی شائع ہوئے۔ اسی طرح ۲۹۔۳۰/دسمبر ۲۰۰۷ء کو امریکن فیڈریشن آف مسلمس آف انڈین اوریجن (AFMI) کے سولہویں سالانہ عالمی تعلیمی کنونشن کا انعقاد ہوا۔ ان میں ملکی و غیرملکی دانشوران، اسکالرس، علماء، سیاسی قائدین اور سماجی تنظیموں کے کارکنان وغیرہ نے شرکت کی۔ اس کنونشن کی مکمل رپورٹ بھی مولانا نے بہت عمدگی سے تیار کی جو خوب پسند کی گئی اور ماہنامہ ''ہدایت'' کے جنوری ۲۰۰۸ء کے شمارے میں شاملِ اشاعت بھی رہی۔(۱)

اصلاحِ معاشرہ کے پروگرام کے تحت جے پور شہر کے ائمہ مساجد ہر جمعہ کو ایک خاص موضوع پر خطاب کرتے ہیں، ان خطبات کو مرتب کرنے کی ذمہ داری بھی مولانا ہی کے سر ہے۔ موصوف کی متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آ کر مقبول ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ''جہیز ایک ناسور'' کے اردو وہندی میں تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ ''ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات'' اور ''اصلاحِ معاشرہ اور اسلام'' بھی خوب پسند کی گئی ہیں۔

مولانا نے اپنی زندگی مستقل طور پر تصنیف وتالیف کے لیے وقف کر دی ہے۔ ان کی متعدد کتابیں زیرِ ترتیب ہیں اور بہت جلد منظرِ عام پر آنے والی ہیں۔

یہ ہے مصنفِ کتاب کا مختصر اور اجمالی تعارف، یوں سمجھئے کہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کی حقیر سی کوشش کی گئی ہے۔ اخیر میں موصوف کے لیے ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ'' جیسے رسمی کلمات کے سوا دل کی گہرائی سے دعا نکلتی ہے کہ اسی تندہی اور بشاشت کے ساتھ ان کا علمی و تصنیفی سفر مزید جاری وساری رہے اور تشنہ امت فیضاب ہوتی رہے، اس لیے کہ بقول علامہ اقبالؔ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۲۱/جون ۲۰۰۹ء — محمد حبیب الرحمٰن رحیمی

(۱) اسی طرح ماہنامہ ''ہدایت'' کے کئی خصوصی نمبر کی ترتیب اور مفصل رپورٹ تحریر کر کے دادِ تحسین حاصل کی۔

ابتدائیہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین وعلی آلہ و صحبہ اجمعین و من تبعھم الی یوم الدین.

اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ فرد ہو یا خاندان، معاشرہ ہو یا مملکت، سب کے لیے دستور وقوانین موجود ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ خالقِ کائنات نے اسلام کو آخری و تکمیلی دین قرار دیتے ہوئے کہا:

﴿اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْإِسْلَامَ دِیْناً﴾

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے''

(سورہ مائدہ آیت ۳)

تاریخ شاہد ہے کہ اس نے صالح افراد، متوازن خاندان اور پاکیزہ معاشرہ کو تشکیل دے کر پوری دنیا میں ہدایت، علم وآگہی، اخلاق و پاکیزگی اور حق وانصاف کو عام وسربلند کیا اور جہالت و گمراہی کا خاتمہ کیا۔

اس نے فرد کے لیے ایسا ضابطہ بنایا جس سے خود اس شخص کو دونوں جہاں میں کامیابی ملے اور وہ پوری انسانیت کے لیے نافع بن جائے۔ اسلام کی نظر میں صالح افراد میں مندرجہ ذیل صفات ہونا ضروری ہیں۔

۱۔ وہ طاقتور اور تندرست ہو۔ اس لیے ڈاکٹر سے مشورہ لینے، علاج کرانے اور دوا کے استعمال کی اجازت دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کو ان چیزوں سے بھی دور رہنے کے لیے کہا گیا جو اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ جیسے شراب، منشیات اور تمباکو وغیرہ۔ اسی طرح ان چیزوں کو بروئے کار لانے کی حوصلہ افزائی کی گئی جو جسم کو طاقتور بنانے اور تندرست رکھنے میں مفید و معاون ہوں۔ جیسے طہارت وصفائی اور ورزش وغیرہ۔

۲۔ وہ اچھے اخلاق وکردار کا حامل ہو۔ جھوٹ، وعدہ خلافی اور غصّہ سے پرہیز کرے۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ وقار وسنجیدگی، خوش مزاجی، شرم وحیا، تواضع وخاکساری، عدل وانصاف، رحم وکرم، نرمی ومہربانی اور سخاوت کو اپنی زندگی میں داخل کرے۔

۳۔ وہ پاکیزہ فکر سے متصف ہو۔ ذکر اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے اور اس میں تدبّر کرے۔ سیرت، تاریخ اسلاف، احادیثِ مبارکہ، عقائد اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے اور علماء وصلحاء کی صحبت میں بیٹھے اور ان سے فیض حاصل کرے۔ ہوسکے تو ایک ذاتی لائبریری قائم کرے جس میں ضرورت کی کتابیں موجود ہوں۔

۴۔ رزقِ حلال کے لیے سعی کرے۔ بھیک مانگنے اور دوسروں پر انحصار کرنے سے باز رہے۔ تجارت یا کوئی آزاد پیشہ اختیار کرے۔ دھوکہ دینے، رشوت لینے اور تمام معاملات میں سود لینے ودینے سے پرہیز کرے۔ حرام کمائی کے وسائل کو ترک کردے اور اپنی دولت کو حرام راستے میں خرچ نہ کرے۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے اور دولت کے ذریعے خوب ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

۵۔ اس کا عقیدہ صحیح ہو۔ شرک وبدعات سے اجتناب کرے۔

۶۔ اس کی عبادت صحیح ہو۔ طہارت اور وضو کا اہتمام کرے۔ نماز اپنے اوقات میں جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ رمضان کے روزے رکھے۔ استطاعت ہونے پر حج کرے اور جہاد کی نیت رکھے اور اللہ کے راستے میں اپنی قیمتی چیز قربان کرنے کا جذبہ رکھے۔ توبہ واستغفار کرتا رہے۔

۷۔ اپنے نفس سے مجاہدہ کرے۔ طاعات کے ذریعے اللہ کا قرب، گناہوں سے دوری، حسنات کے غلبہ اور عملِ صالح اور اصلاحی وفلاحی کاموں کے لیے کوشاں رہے۔

۸۔ اپنے اوقات کی حفاظت کرے۔ اپنے اوقات کو دینی ودنیوی فلاح وبہبود کے لیے منظّم کرے اور ایسے کاموں میں اپنے وقت کو صرف نہ کرے جن سے نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا بلکہ وہ اس کے لیے وبالِ جان بن جائے۔

۹۔ وہ اپنے کام میں منظّم ہو۔ خاندانی، سماجی اور فلاحی کاموں کو بحسن وخوبی انجام دے اور جو بھی کام اس کے سپرد کیا جائے اس کو پوری دیانتداری سے انجام دے۔

۱۰۔ دوسروں کے لیے نافع بن جائے۔ اس کے قول وعمل اور حرکات وسکنات سے کسی فرد، خاندان، سماج اور ملک وقوم کو نقصان نہ پہنچے۔

۱۱۔ علم سیکھنے اور سِکھانے کی سعی کرے اور دوسروں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کرے۔ خصوصی طور پر علمِ دین کو حاصل کرنے اور علماء کی صحبت میں بیٹھنے کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ اس لیے کہ بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ایسے افراد جن میں مذکورہ صفات ہوں، اُن سے صالح ومتوازن خاندان تشکیل پاتا ہے۔ اس خاندان میں اسلامی تہذیب وتمدّن، بڑوں کا احترام وادب، چھوٹوں پر شفقت ومحبت، عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک، اولاد اور خدّام پر شفقت ومحبت اور ان کی تعلیم وتربیت کو نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ایسے صالح اور متوازن خاندان سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

دورِ حاضر کے بُت پرست، خودغرض اور خدا بیزار ماحول نے انسانی زندگی سے سکون واطمینان کو سلب کرلیا ہے۔ فرد کی صحیح تعلیم وتربیت نہ ہونے، خاندانی نظام کے بکھر جانے اور اپنے مقاصد سے دور ہوجانے اور صالح معاشرہ کے مفقود ہوجانے کی وجہ سے انسانی سماج کو مختلف خطرات ومشکلات کا سامنا ہے۔ موجودہ انسانی سوسائٹی میں بڑوں کا ادب واحترام، چھوٹوں پر شفقت ومحبت، کمزور ومحتاج کی مدد، یتیم وبیوہ کی کفالت وخبرگیری اور آپسی محبت وایثار اور بھائی چارگی کی کوئی اہمیت وقدر نہیں رہ گئی ہے بلکہ اس کو پُرانے نظریات وخیالات کہہ کر اس سے بےتعلقی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ مغربی تصورات وخیالات اور اعمال کی پیروی وتقلید کی وجہ سے مشرقی ممالک میں بھی وہ ساری پریشانیاں سامنے آرہی ہیں جن سے مغرب دوچار ہے۔ اِن حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کے خاندانی نظام کی اہمیت وضرورت کو اُجاگر کیا جائے۔ جب ہم اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے اس یقین کو مزید استحکام نصیب ہوتا ہے کہ موجودہ عالمی مشکلات کا دائمی حل اسلام میں موجود ہے۔ واضح رہے کہ ایسے مسلم خاندان، جن کا خاندانی نظام اسلامی تعلیمات کے مطابق تشکیل نہیں پایا ہے، اُن میں وہ ساری خرابیاں داخل ہوگئی ہیں جنہوں نے غیروں کے خاندان کے شیرازہ کو بکھیر کر سکون واحترام اور محبت کو سلب کرلیا ہے۔ ایسے خاندان نہ ہمارے لیے نمونہ ہیں اور نہ کسی کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایسے خاندان کو نمونہ کے طور پر پیش کرے اور ان کو بنیاد بناکر اسلام اور مسلمانوں پر لب کشائی کرے۔

اسلام کے تشکیل کردہ خاندانی نظام کے خدوخال کیا ہیں؟ ایسے خاندانی نظام کے ثمرات وبرکات کیا ہیں؟ اور موجودہ انسانی سماج کے لیے اسلامی خاندانی نظام کی ضرورت کیا ہے؟ اور جدید خاندانی نظام کن خطرات سے دوچار ہے؟ ٹوٹتے رشتے اور بکھرتے خاندان کی وجہ سے انسانی سماج کن مصائب ومشکلات سے دوچار ہے؟ اِن سب سوالوں پر اس کتاب میں تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کی ترتیب

میں مستند مراجع ومصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور ہر باب محنت وعرق ریزی اورغور وفکر کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔لیکن غلطی وسہو کا امکان ہے۔قارئین!اپنی آراء سے آگاہ کریں تا کہ اگلے ایڈیشن میں ان کو پیشِ نظر رکھا جاسکے۔

بابِ اوّل میں مغرب میں خاندانی نظام کے درہم برہم ہوجانے کے اسباب اور اس کے نقصانات کا بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے۔

باب دوم میں اسلام کے خاندانی نظام کے خدوخال اوراس کے ثمرات وبرکات اور جدید دنیا میں اس کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

''حرفِ آخر'' کے عنوان سے پوری کتاب کا خلاصہ تحریر کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اپنے خاندان کا نئے سرے سے جائزہ لینے اور دنیا کو اسلام کے خاندانی نظام کے فوائد وبرکات سے مستفید ہونے کا جذبہ پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

مراجع ومصادر کے عنوان سے اُن کتابوں کی ایک فہرست دی گئی ہے جن سے اس کتاب کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم اور مولانا محمد صدرالحسن صاحب ندوی ومدنی اطال اللہ بقاءہ کا بیحد مشکور وممنون ہوں کہ انہوں نے مشغولیات ومصروفیات کے باوجود اپنی بیش قیمت تقاریظ سے اس کتاب کی وقعت واہمیت میں اضافہ فرمایا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔اسی طرح حضرت مولانا محمد نور عالم خلیل امینی مدظلہ العالی کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے تدریسی، تصنیفی اور صحافتی مشغولیات اور بخار میں مبتلا ہونے کے باوجود گراں قدر ''پیش لفظ'' تحریر فرما کر نئے کام کا عزم و حوصلہ عطا فرمایا۔ان کے لیے شکر وامتنان کے جذبات سے مؤلف کا دل معمور ہے۔اللہ ان حضرات کا سایہ تادیر قائم رکھے۔آمین

آخر میں ہم اُن تمام کے شکرگزار ہیں جنہوں نے ترتیب، کمپوزنگ اور طباعت واشاعت کے کسی بھی مرحلہ میں ہماری معاونت کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مصنف کے لیے زادِ آخرت بنائے اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائے۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۲۴؍اگست ۲۰۱۴ء

محمد شمشاد ندوی

جے پور

باب اوّل

جدید معاشرے میں خاندانی نظام کی ابتری

مثالی خاندان کن بنیادوں پر قائم ہوتا ہے؟ اس کے فوائد وثمرات کیا ہیں؟ بدلتے حالات میں اسلامی خاندانی نظام کی اہمیت وضرورت کیا ہے؟ اس پر تفصیلی گفتگو سے پہلے مغرب میں خاندانی نظام کی بربادی کے اسباب و حالات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال لی جائے تاکہ اسلامی خاندان کی اہمیت وضرورت اچھی طرح واضح ہوجائے۔ غور طلب بات یہ بھی ہے کہ مغربی ممالک اوران کے تمدّن وتہذیب نے پورے عالمی سطح پر اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ مغربی ممالک کے عظیم وسائل، ایجادات واختراعات اور بالا دستی وسربراہی نے مشرقی ممالک کے ذہن وفکر کو بدل دیا ہے۔ یہ ممالک مغرب کے نقشِ قدم پر چلنے اوران کی تہذیب وثقافت کو اپنانے میں سعادت محسوس کرتے ہیں۔ افسوس کہ اس عالمی تبدیلی سے مسلم ممالک بھی محفوظ نہیں رہ سکے ہیں۔ عالمی سطح پر دو متضاد تہذیبوں کے تصادم سے ایک کشمکش کا ماحول ہے۔ انشاء اللہ حق کامیاب ہوگا اور باطل کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا، جس کا آغاز ہوچکا ہے۔

اسلام نے ایک مثالی خاندان کا نمونہ پیش کیا ہے جس کو آسمانِ دنیا نے عملی شکل میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے دیکھا ہے۔ فرد ہو یا خاندان، معاشرہ ہو یا ملک، اس کو صالح ونافع بنانے اور پورے عالم میں صلاح وتقویٰ، کامیابی وکامرانی، حق وانصاف اور امن وامان کو عام کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔

مغربی مفکّرین، فیملی سسٹم کے تباہ وبرباد ہوجانے اوراس کے بدترین نتائج کا مشاہدہ کرلینے کی وجہ سے متفکر وپریشان ہیں۔

آیئے! ہم مغربی تہذیب اوراس کے نظریۂ زندگی، مغربی خاندان کی تباہی وبربادی اوراس کے مضر اثرات سے متعلق چند اقتباسات کا مطالعہ کریں تاکہ اصل صورتِ حال کی وضاحت ہوجائے۔

مغرب کا نظریۂ زندگی:

نئی تہذیب کے داعیوں کا خیال بلکہ دعویٰ ہے کہ متمدن انسانی سماج، ایمان وعقیدہ کے توہمات، اخلاقی اقداراور مذاہب کی تعلیم اورآسمانی رسالت سے ہٹ کر بھی قائم ہوسکتا ہے بلکہ اس کو قائم ہونا چاہیے۔ اس کی بنیاد علم وسائنس، تنظیم، صنعت وحرفت، معاشی اورسیاسی استحکام اوراس کی سوجھ بوجھ، قومیت، وطنی عصبیت اوردستوری وجمہوری معاہدوں پر اٹھنی چاہیے اور یہ کہ سماج کی ترقی اورنشو ونما صرف ان جدید وسائل وآلات سے وابستہ ہے جو ہمارے علومِ طبعی، فزکس اور کیمسٹری وغیرہ نے پیدا کیے ہیں۔

سماج کی کامیابی اورانسان کی فلاح وبہبود اس میں ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے کائنات اور فطرت کی تسخیر کرے، کائناتی علوم ہی سرمایۂ نجات ہیں۔ ماضی میں انسان کی ناکامی کا سبب یہ تھا کہ تعارف وتبادلۂ افکار کی راہیں آسان نہ تھیں اور دنیا مختلف حصّوں میں بٹی ہوئی تھی۔

مغرب نے اس نظریہ کو منوانے کے لیے سخت اصرار کیا اوراس جوش وولولہ کے ساتھ جو کسی نومسلم میں پایا جاتا ہے یا کسی داعی کا خاصہ ہے۔

اس کا نعرہ یہ تھا کہ ”لا اِلٰہ و لا دین و لا غیب ولا ایمان ولا روح ولا آخرۃ“ یعنی نہ معبود، نہ دین، نہ غیب ہے، نہ ایمان نہ روح ہے اورنہ آخرت۔ اس کے نزدیک شریعت اور اس کا روحانی نظام محض چند توہمات ہیں اور اصل

حقیقت ، احساس، تجربہ، لذت، منفعت، قومیت، وطنیت یا طبیعت و جذبات، آزادی اور جمہوریت، کمیونزم اور اشتراکیت ہے۔(۱)

مغربی تہذیب کے مضر اثرات ونتائج:

کلیسا بہت پہلے یورپ کے مادّی اور فکری سرکشی کے طوفان کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال چکا تھا۔ پورے مشرقِ اسلامی نے اس کے سیاسی اور فکری معرکوں کے سامنے ۱۹ویں صدی میں اپنی پیشانی ٹیک دی اور پوری دنیا، مشرق ومغرب، شمال اور جنوب اس کے سامنے سرنگوں ہوتے چلے گئے۔

حسنِ اتفاق سے یورپ کو اپنی تمام صلاحیتیں، مادی شکل میں پیش کرنے کا موقع ہاتھ آیا اور اس نے اس مادیت کو دنیا کے اسٹیج پر نعروں، تالیوں اور تائیدی آوازوں کی گونج میں پیش کیا۔

لیکن یہ ڈرامہ جو ذہین ترین انسانی عقلوں اور اعلیٰ درجہ کی ذہانتوں کا نتیجہ تھا اپنے مقاصد میں اس طرح ناکام ہوا کہ اس کی مثال تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

جس کے نتیجہ میں یہاں اندرو باہر عداوت وچپقلش ہے۔ افراد، طبقات اور برادریوں میں کشمکش ہے۔ جنگ کے خوفناک بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ایک آتش فشاں پہاڑ ہے جو کسی بھی معمولی سبب پر پھٹنے کے لیے تیار ہے۔ انسانیت کے حسرتناک خاتمہ کی پُرہول چیخیں ہیں۔ اعتماد، سکون اور جذباتی ہم آہنگی مفقود ہے۔ اعصاب اور دل ودماغ پر خوف وہراس طاری ہے۔ ایک مسلسل اضطراب ہے۔ اخلاقی انتشار کا ناقابلِ قیاس طوفان ہے۔ ایک روحانی خلا ہے جو بھرتا نہیں۔ ایک مستقل مایوسی ہے جو لاعلاج ہے۔ یہاں صرف یاس وناامیدی، بدشگونی، حیرت اور اضطراب کا عالم ہے۔(۲)

(۱) مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی ص ۶۴-۶۵
(۲) مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں۔ ص ۶۶-۶۷

مغربی تمدن کا خاندان:

یورپ کے تمدّن نے فرد کی بے قید آزادی کا نظریہ دے کر خاندان کی یکجہتی ووحدتِ فکر ونظر کو خاصا نقصان پہنچایا اور فرد کی وابستگی عام معاشرہ سے زیادہ بڑھا کر خاندانی وحدت سے اس کی وابستگی خاصی کمزور کی۔ اس کے نتیجہ میں اس کا اپنے خاندان سے تعلق صرف استفادہ کے دائرہ تک محدود ہوگیا۔ چنانچہ جس حد تک اس دائرہ سے باہر ہوتا ہے اپنے خاندان کی وحدت سے بھی باہر ہوجاتا ہے۔ والدین اور ان کی اولاد کے مابین وہ رشتے باقی نہیں رہتے جو پہلے نہایت قوی سمجھے جاتے تھے۔(۱)

مغربی تمدّن میں چونکہ اصل اصول حریّت ہے اس لیے گھر کے اندر بھی تربیت کا نظام مادّی مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اختیار کیا جاتا ہے۔ اس میں ہر فرد کے ساتھ حریتِ کاملہ کا حق دیتے ہوئے معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نظام میں لڑکے کو پوری آزادی حاصل ہے، وہ جس طرح کے رجحانات کی طرف مائل ہو اسی کی طرف چلایا جاتا ہے اور جس بات کو اس کی پسند اختیار کرے اس کے لیے سہولت مہیّا کی جاتی ہے۔ اس پر کوئی بات بڑے یا کسی دوسرے فرد کی طرف سے لادی نہیں جاتی۔ معاملہ خاندانی روایات کا ہو خواہ اخلاق وعادات کا ہو اور خواہ کام وپیشہ کا ہو اور خواہ مفید ومضر کا ہو اس میں آزادی وخودمختاری کی سہولت دی جاتی ہے۔(۲)

مغربی تمدن کے زیر اثر خاندان میں ربط وتعلق صرف رفاقت اور ایک دوسرے سے نفع وضرر کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اولاد کو کمائی اور کام کے لائق نہ ہوسکنے کی عمر تک اپنے والدین کی محتاجی ہوتی ہے اور یہ محتاجی ختم ہوتے ہی وہ ان سے مستغنی اور علیٰحدہ ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ مغربی تمدن میں اولاد کے بڑے اور خود کفیل ہونے پر ان کا والدین سے ربط معدوم کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔(۳)

(۱) سماج کی تعلیم وتربیت۔ مولانا محمد رابع حسنی ندوی ص ۵۱
(۲) ایضاً ص ۵۳ (۳) ایضاً ص ۵۴

ہر شخص اپنی کمائی سے فائدہ اٹھائے۔ نہ کما سکتا ہو تو حکومت اس کی ذمہ داری لے یا پھر اس کی قسمت ہے بھگتے۔ کوئی ایک دوسرے کا کیسے ذمّہ دار ہوسکتا ہے جب کہ ہر شخص کی کمائی اس کی ضرورت اور مصارف کے مطابق ہے۔ اسی لیے ریٹائرڈ ہونے کے بعد لوگوں کی حالت عجیب ہوتی ہے۔ مصارف کا تو مسئلہ نہیں ہوتا کیونکہ حکومت ان کو بڑھاپے کا وظیفہ دیتی ہے جو کہ برسرِ روزگار لوگوں کی آمدنیوں سے تقریباً ۱۸ر فیصد کے اعتبار سے وصول کرتی رہتی ہے، جس میں اس شخص کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ البتہ اعزاء سے ملاقات، اہلِ تعلق کی مزاج پرسی اور ہمدردی سے وہ بالکل محروم رہتا ہے۔ اپنا وقت خود ہی گزارنا پڑتا ہے۔(۱)

خاندانی نظام کی بربادی:

دورِ حاضر میں خاندانی نظام کی بربادی کے اسباب وعلل پر غور کرنے کے بعد چند اہم باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ مفاد پرستی، مادیت پسندی اور عیش وعشرت کی زندگی کا عمومی مزاج وچلن۔

۲۔ مذہب سے دوری وبیگانگی اور الحاد ودہریت کا رجحان۔

۳۔ ہم جنس پرستی اور آپسی شادی۔

۴۔ میاں بیوی اور نابالغ بچوں پر مشتمل خاندان کا فروغ۔ اس میں والدین اور دادا دادی وغیرہ کو قیام کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے اگر ساتھ رہنے کی گنجائش پیدا کر لی گئی تو ان کی سرپرستی وسربراہی مسلوب ہوتی ہے۔ یتیم، بیوہ اور اپاہج وکمزور سے بے تعلق برتی جاتی ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک نہیں کیا جاتا ہے۔

۵۔ غیر فطری آزادی اور مساوات۔

(۱) دو مہینے امریکہ میں۔ مولانا محمد رابع حسنی ندوی ص ۲۵۷

۶۔ زوجین کا ایک دوسرے کے لیے ایثار وقربانی اور محبت والفت کا معاملہ نہ کرنا۔ سدا ایک ساتھ زندگی گزارنے، اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے مشترکہ کوشش کرنے، مستقبل کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے اور ایک مستحکم خاندان کی بنیاد ڈالنے کے فطری جذبہ وشوق کا مفقود ہونا۔

انہی اسباب کی وجہ سے موجودہ دور میں خاندانی نظام درہم برہم ہے۔ مشہور کتاب ''پردہ'' میں ''مغربی خاندانی نظام کی بربادی'' یوں بیان کی گئی ہے:

''اس بے قید شہوانیت اور آوارہ منشی کے اس رواجِ عام نے دوسری عظیم الشان مصیبت جو فرانسیسی تمدن پر نازل کی ہے وہ خاندانی نظام کی تباہی ہے۔ خاندان کا نظام عورت اور مرد کے اس مستقل اور پائیدار تعلق سے بنتا ہے جس کا نام نکاح ہے۔ اسی تعلق کی بدولت افراد کی زندگی میں سکون، استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے۔ یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کر دیتی ہے اور انتشار (انارکی) کے میلانات کو دبا کر انہیں تمدن کا خادم بنا دیتی ہے۔ اسی نظام کے دائرہ میں محبت اور امن اور ایثار کی وہ پاکیزہ فضا پیدا ہوتی ہے جس میں نئی نسلیں صحیح اخلاق، صحیح تربیت اور صحیح قسم کی تعمیر سیرت کے ساتھ پروان چڑھ سکتی ہیں۔ لیکن جہاں عورتوں اور مردوں کے ذہن سے نکاح اور اس کے مقصد کا تصور بالکل ہی نکل گیا ہو اور جہاں صنفی تعلق کا کوئی مقصد شہوانی آگ کو بجھا لینے کے سوا لوگوں کے ذہن میں نہ ہو اور جہاں ذواقین وذواقات کے لشکر کے لشکر بھونروں کی طرح پھول پھول کا رس لیتے پھرتے ہوں وہاں یہ نظام نہ قائم ہوسکتا ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔ وہاں عورتوں اور مردوں میں یہ صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی کہ ازدواج کی ذمہ داریوں اور اس کے حقوق و فرائض اور اس کے اخلاقی انضباط کا بوجھ سہار سکیں اور ان کی اس ذہنی واخلاقی کیفیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہر نسل کی تربیت پہلی نسل سے بدتر ہوتی ہے۔ افراد

میں خود غرضی و خود پرستی اتنی ترقی کر جاتی ہے کہ تمدن کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے، نفوس میں تلون اور سیماب وشی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ قومی سیاست اور اس کے بین الاقوامی رویّہ میں بھی کوئی ٹھہراؤ باقی نہیں رہتا۔ گھر کا سکون بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے افراد کی زندگیاں تلخ سے تلخ تر ہوتی جاتی ہیں اور ایک دائمی اضطراب ان کو کسی کل چین نہیں لینے دیتا۔ یہ دنیوی جہنّم کا عذاب جسے انسان اپنی احمقانہ لذتِ طلبی کے جنون میں خود مول لیتا ہے''۔(۱)

دانشوران و مفکرین فیملی سسٹم کے تباہ و برباد ہو جانے پر فکرمند:

دورِ حاضر کے دانشواران و مفکرین فیملی سسٹم کے تباہ و برباد ہو جانے پر فکرمند ہیں۔ مختلف وسائل و ذرائع سے خاندانی نظام کو مستحکم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دورِ حاضر کے مفکرین خاندانی نظام کے درہم برہم ہو جانے پر کس قدر پریشان ہیں اس کا اندازہ مندرجہ ذیل تحریر سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ چند سال پہلے سوویت یونین روس کے آخری صدر میخائل گورباچوف نے ایک کتاب ''پروسٹرائیکا'' لکھی، یہ کتاب ساری دنیا میں مشہور ہوئی۔

اس کتاب میں انہوں نے عورتوں کے بارے میں ''اسٹیٹس آف وومین'' (Status of Women) کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے اور اس میں انہوں نے صاف اور واضح لفظوں میں یہ بات لکھی ہے کہ:

''ہماری مغرب کی سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکال دیا گیا اور اس کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں بیشک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کیے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا، اس لیے کہ مرد بھی کام کر رہے ہیں اور عورتیں بھی کام کر رہی ہیں لیکن پیداوار کے زیادہ ہو جانے کے باوجود اس کا لازمی نتیجہ یہ ہُوا کہ ہمارا

(۱) ''پردہ'' ص ۶۹

فیملی سسٹم تباہ ہو گیا اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہو جانے کے نتیجے میں ہمیں جو نقصانات اُٹھانے پڑے ہیں، وہ نقصانات ان فوائد سے زیادہ ہیں جو پروڈکشن (Production) کے اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے۔ لہٰذا میں اپنے ملک میں ''پروسٹرائیکا'' کے نام سے ایک تحریک شروع کر رہا ہوں، اس میں میرا ایک بہت بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورت جو گھر سے باہر نکل چکی ہے اس کو واپس گھر میں کیسے لایا جائے، اس کے طریقے سوچنے پڑیں گے، ورنہ جس طرح ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے، اسی طرح ہماری قوم تباہ ہو جائے گی''۔(۱)

خاندانی نظام کے درہم برہم ہو جانے کی وجہ سے مغربی تہذیب کا زوال شروع ہو گیا ہے۔ مغربی مفکر و فلاسفر پریشان ہیں اور کتابیں لکھی جارہی ہیں کہ مغرب کے معاشرتی نظام کو ٹوٹنے اور بکھرنے سے کس طرح بچایا جائے۔ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''نئی دنیا'' (امریکہ میں صاف صاف باتیں) میں تحریر فرمایا ہے:

''مغربی تہذیب آج تیزی کے ساتھ زوال کی طرف جارہی ہے۔ آپ کو بھی احساس ہوگا کہ مغربی تہذیب کا زوال شروع ہو گیا ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ یہاں کے خاندانی نظام میں ایک ابتری پیدا ہو گئی۔ خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے۔ اس میں انتشار ہے۔ شوہر و بیوی میں جو اعتماد اور محبت ہونی چاہیے روز بروز اس میں کمی آرہی ہے اور اس وقت کے مفکر و فلاسفر پریشان ہیں اور کتابیں لکھی جارہی ہیں کہ مغرب کے معاشرتی نظام کو ٹوٹنے سے، بکھرنے سے کس طرح بچایا جائے۔ طرفین میں محبت و الفت ہونی چاہیے جو زندگی کی حقیقی لذّت ہے۔ اس میں فقر و فاقہ بھی ہوتا ہے تو وہ خوش دلی کے ساتھ برداشت کر لیا جاتا ہے۔ ابھی ہمارے مشرقی ممالک میں بہت

(۱) اصلاحی خطبات ج ۱، ص ۱۴۴

سے ایسے خاندان ہیں کہ وہاں کھانے کو مشکل سے ملتا ہے۔لیکن ان کو جنت کا مزہ آتا ہے کیونکہ آپس میں محبت ہے۔ وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر اپنا فقر وفاقہ اور اپنی تکلیف بھول جاتے ہیں۔ یہاں سب کچھ ہے، تمام وسائل کا قدموں پر ڈھیر لگ گیا ہے اور کائنات کی بہت سے طاقتوں کو انہوں نے مسخر کرلیا ہے لیکن وہ اپنے دل کی دنیا کو اور اپنے گھر کو جنت میں تبدیل نہیں کرسکتے''۔(۱)

اسلام کا خاندانی نظام امن وسکون اور ترقی واستحکام کا ضامن:

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ مغرب میں خاندانی نظام بکھر جانے سے محبت وسکون اور ایثار و ہمدردی زندگی سے رخصت ہوچکی ہے۔ ان کے مفکرین پریشان ہیں اور خاندانی نظام کو قائم کرنے کی مختلف تدابیر کررہے ہیں اور مغرب کے نقشِ قدم پر چلنے والے ممالک اور اشخاص بھی مختلف مصائب اور مشکلات سے دوچار ہیں اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے سرگرداں ہیں۔ وہ حیران و پریشان ہوکر اِدھر اُدھر جھانک رہے ہیں اور سکون کے متلاشی ہیں۔ ان حالات میں امتِ مسلمہ کو آگے بڑھ کر ان کو تھامنا چاہیے اور ان کے سامنے اسلامی تعلیمات کو واضح طریقے پر پیش کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے ایسے خاندان کا نمونہ پیش کرنا چاہیے جو اسلامی احکام کے مطابق قائم ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا خاندانی نظام افراط وتفریط سے پاک ہے، اس میں سکون ومحبت اور ترقی وکامیابی مضمر ہے۔ لہٰذا پوری دنیا کو بلا کسی تعصب، تنگ نظری اور پس وپیش کے اسلامی نظام کو اپنالینا چاہیے۔ امتِ مسلمہ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے خاندان کو ایسا صالح و پاکیزہ بنائیں جو دوسروں کے لیے قابلِ تقلید اور آئیڈیل بن جائے۔

☆☆

(۱) نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں ص۱۲۲

بابِ دوم

اسلام کا خاندانی نظام

نکاح خاندان کا منبع وسرچشمہ ہے اور اس کے ذریعے ایک خاندان کا وجود ہوتا ہے۔ اگر زوجین نیک وصالح ہوں تو ایک صالح و پاکیزہ خاندان وجود میں آتا ہے۔ اس لیے اسلام میں نکاح اور اس کے متعلقات پر تفصیلی احکام وقوانین موجود ہیں۔ نسلِ انسانی کے فروغ وافزائش اور زیادہ سے زیادہ پاکیزہ خاندان کو وجود میں لانے کے لیے اسلام نے نکاح کی ترغیب وتاکید کی ہے۔ رہبانیت کی مذمت کی ہے اور نکاح کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام نے نکاح کیا۔

خاندان کی تاسیس:

نکاح سے خاندان کی تاسیس ہوتی ہے۔ نکاح انبیائے کرامؑ کی سنت ہے۔ اللہ رب العزت خود اس کی شہادت دیتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً۔ (۱)

''اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچّے بھی دیے۔''

اللہ رب العزت نے اس دنیا کو ایک مرد اور عورت کی پاکیزہ ملاقات سے آباد فرمایا، سورہ حجرات میں ہے۔

(۱) سورہ رعد:۳۸

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (۱)

”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو“۔

نسلِ انسانی کی بقا اور افزائش وفروغ کا پاکیزہ ذریعہ نکاح ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کی ترغیب دی ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

”تزوجوا الودود الولود فانّی مکاثر بکم الامم“ (۲)

”تم زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو تاکہ تمہاری وجہ سے میں اور امتوں پر فخر کروں“۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا۔ حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں:

”رد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولواذن لہ لاختصینا“ (۳)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کو خصی ہونے سے منع فرمادیا اور اگر ان کو اجازت مل جاتی تو ہم ضرور خصی ہوجاتے“۔

جو شخص حقِ زوجیت، طعام، پوشاک اور رہائش کا نظم کرسکتا ہو اس کو شادی کرلینا چاہیے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من کان موسرا لان ینکح وثم لم ینکح فلیس منی“ (۴)

”جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو، اس کو نکاح کرلینا چاہیے اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں“۔

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۳ (۲) ابوداؤد ج ۲، ص ۲۲۷
(۳) ترمذی ج ۳ ص ۳۹۴ (۴) مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵۱

چند صحابۂ کرام نے نکاح نہ کرنے اور پوری زندگی عبادت میں مشغول رہنے کا عزم کیا تو آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا۔

”۔۔۔ انی لأخشاکم للّٰہ أتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی“ (۱)

”میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں جس نے میری سنت سے رو گردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں“۔

ہر قسم کی قرابتوں اور رشتہ داریوں کی جڑ یہی نکاح ہے۔ یہ نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی رشتہ بھی پیدا نہ ہوسکتا تھا۔ اس لیے کہ دنیا کی ہر قرابت اور تعلق کا رشتہ اسی کی بدولت وجود میں آیا ہے۔ نکاح کے ذریعے ہی ایک خاندان اور معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

نکاح کے مقاصد:

نکاح کے اہم مقاصد تین ہیں۔ نکاح کا ایک مقصد تو توالد وتناسل ہے، اس لیے قرآن کریم نے بیوی کو مرد کے لیے کھیتی قرار دیا ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ. (۲)

”تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو“۔

احادیث مبارکہ میں بھی نکاح کے اس مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔

نکاح کا دوسرا مقصد عفت و پاکدامنی کا حصول ہے۔ اسلام میں عصمت و عفت کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اس کی خاطر اس نے زنا و بے حیائی کو ناجائز اور نکاح کو جائز ہی نہیں بلکہ اس کو عبادت قرار دیا ہے، اس کی خاطر اس نے پردہ کو لازم اور مردوزن کے آزادانہ اختلاط کو ممنوع قرار دیا ہے۔

نکاح کا تیسرا مقصد میاں بیوی کا ایک دوسرے سے سکون حاصل کرنا ہے۔

(۱) بخاری ج ۳ ص ۲۳۷ (۲) سورہ بقرہ آیت ۲۲۳

دونوں کوایسا سکون وقرار حاصل ہوتا ہے جس کا حصول نکاح کے بغیر ممکن نہیں ہے۔شوہر کا اپنی بیوی سے سکون حاصل کرنے کو اللہ نے اپنی نشانی قرار دیا ہے۔اس سکون کے سایہ میں دونوں کی محبت والفت وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔سورہ روم میں ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْآ اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ. (۱)

’’اوراس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کوان کے پاس آرام ملے اورتم میاں بیوی میں محبت والفت پیدا کی اس میں ان لوگوں کے لیےنشانیاں ہیں جوفکر سے کام لیتے ہیں‘‘۔

ایک موقع پرحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لم یر للمتحابین مثل النکاح (۲)

’’دومحبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی‘‘۔

دینداری کوترجیح حاصل ہے:

نکاح کوانجام دینے کے لیےاسلام نے ایک نقشِ راہ متعین کیا ہے جس پرچل کر دونوں جہاں میں کامیابی وسربلندی حاصل کی جاسکتی ہے۔اس کوحصولِ مال کا ذریعہ بنانے سےاس نے منع کیا ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دینداری کوترجیح دینے کاحکم دیا ہے۔

’’عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم تنكح المرأة لأربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك‘‘ (۳)

’’حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عموماً چار چیزوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔اس کے مال،حسب ونسب،حسن وجمال اوراس کے دین کی وجہ سے۔اےابوہریرہؓ دیندار عورت سے نکاح کرکے کامیابی حاصل کرو،تمہارے ہاتھ غبارآلود ہوں(عربی میں تربت یداک کسی چیز پر ابھارنے کے لیےاستعمال کیا جاتا ہے)‘‘

(۱) سورہ روم آیت ۲۱ (۲) ابن ماجہ ج۱ص ۵۹۳ (۳) بخاری ج۳ص ۲۴۲

اسلام نے جہاں لڑکے والوں سے دیندارلڑکی کوترجیح دینے کاحکم دیا ہے، وہیں لڑکی والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح اس شخص سے کریں جو دیندار ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه الاتفعلوا تكن فتنة فی الأرض وفساد عريض‘‘ (۱)

’’جب تم لوگوں کی طرف ایسا شخص پیغامِ نکاح بھیجے جس کے دین واخلاق کوتم پسند کرتے ہوتواس سےاپنی لڑکی کا نکاح کردواور اگرایسا نہ کروگے(صاحبِ جاہ ومال لڑکوں کی تلاش میں اپنی لڑکیوں کوبٹھائے رکھوگے)تو زمین میں فتنہ اورفساد پھیل جائے گا‘‘۔

سب سے بابرکت نکاح:

سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوں جیسا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

’’ان اعظم النكاح بركة أيسره مؤونة‘‘ (۲)

’’سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں‘‘۔

یہ حدیث قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔اس کی روشنی میں نکاح کو دونوں جہاں کے لیے مفید و نافع بنایا جاسکتا ہے۔خاندان اور معاشرے کوان تمام مشکلات و مسائل سے نجات دِلایا جاسکتا ہے جس سے موجودہ انسانی معاشرہ دوچار ہے۔آج فضول خرچی ونمائش ، رسم و رواج ، خرافات و بدعات، تلک اور جہیز کو نکاح کا لازمی وضروری حصہ قرار دے کر نکاح اوراس کے مقاصد کے حصول کومشکل بنادیا گیا ہے۔

(۱) ترمذی ج۵ص۳۹۴ (۲) مسند احمد بن حنبل ج۶ص۸۲

خاندان کے مقاصد:

خاندان کے چند مقاصد ہیں اگران مقاصد کو بروئے کار نہ لایا جائے تو خاندان اور معاشرہ تباہی و ناکامی کی جانب گامزن ہوجاتا ہے اور انسانی زندگی سے چین وسکون، راحت و اطمینان اور ترقی و کامرانی رخصت ہوجاتی ہے۔ان مقاصد میں سب سے اہم بقائے نسل ہے بلکہ بقائے نسل کے ساتھ ساتھ افزائشِ نسلِ انسانی بھی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ دینے والی عورت سے نکاح کا حکم دیا ہے۔

''عن عائشة قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : النكاح من سنتى فمن لم يَعُمَلُ بسنتى فليس منّى، و تزوجوا فانّى مكاثر بكم الامم ومن كان ذا طول فَلْيَنْكِحُ ومن لم يَجِدُ فعليه بالصيام فان الصوم له وِجَاء''(۱)

''حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں۔تم لوگ نکاح کرو تاکہ میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا صاحبِ حیثیت کو نکاح کرلینا چاہیے اور جو نکاح کی استطاعت نہ رکھے اس کو روزہ رکھنا چاہیے، اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے''۔

یہ حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نسلِ انسانی کے فروغ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اولاد کو دنیا میں آنے سے روکنے اور ان کو قتل کرنے سے سختی سے منع کرتا ہے اور فیملی پلاننگ کے تمام منصوبوں کو ناجائز قرار دیتا ہے۔اس لیے کہ ہر آنے والا اپنے مقدر اور رزق کے ساتھ آتا ہے اور اس کے آنے سے انسانی آبادی کو کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے اور نہ ہی غذائی قلت کا اندیشہ ہے۔اللہ ہی زمین سے غلّہ پیدا کرتا ہے۔فی نفسہٖ زمین میں کوئی طاقت نہیں ہے۔اللہ اپنی حکمت و مصلحت سے

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۲

دنیا کے نظام کو چلا رہا ہے۔اگر ذخیرہ اندوزی اور مادیت پرستی کو چھوڑ دیا جائے تو انسانی غذا اور خوراک کا کوئی بحران پیدا نہ ہو۔اس کے ساتھ ہی امتِ مسلمہ کی جتنی زیادہ آبادی ہوگی اسی قدر اسلام کا بول بالا ہوگا۔آج جب کہ قوموں کی تقدیر کے فیصلے اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر ہو رہے ہیں، اس حدیث کی حقانیت و اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کو جو ہدایت فرمائی، اس کے فوائد و منافع وقت گزرنے کے ساتھ مزید بڑھتے چلے گئے لیکن افسوس کہ آج امتِ مسلمہ کا ایک طبقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی عظمت و منافع کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

تربیتِ اولاد:

خاندان کی تشکیل کا ایک مقصد تربیتِ اولاد ہے۔اسلام نے اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، شفقت و مہربانی سے پیش آنے اور اُن کی اچھی تعلیم و تربیت کرنے کا حکم دیا ہے۔والدین کی ذمہ داری ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے اولاد کو اچھی عادتوں، خصلتوں اور ذکر و عبادات کا عادی بنائیں اس لیے کہ ایک مومن کو جہاں اس بات کی فکر و لگن ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کی دنیاوی زندگی سنور جائے اور عزت و سربلندی میں اس سے بہت آگے نکل جائے اس سے کہیں زیادہ اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ وہ عذابِ قبر سے بچ جائے، جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہوجائے۔اس پر ہم آگے بحث کریں گے۔

محبت:

محبت ایک انمول اور بیش قیمت دولت ہے۔اللہ نے اپنے بندوں پر اس کو بطور احسان پیش کیا ہے۔بعثتِ نبویؐ سے پہلے قتل و غارتگری کا ماحول تھا۔ایک جماعت، دوسری جماعت کا، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا بنا ہوا تھا۔ہر طرف بدامنی و بے اطمینانی کی فضا تھی۔اسلام نے ان کو آپس میں ملا کر الفت و محبت اور ایثار و ہمدردی کا ترجمان بنا دیا۔اللہ نے اسے بطورِ انعام پیش کیا ہے۔سورہ آلِ عمران کی اس آیت کو غور سے پڑھیے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱)

’’اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ‘‘۔

محبت عطیۂ خداوندی ہے۔ ایک انمول انعام ہے جو وہ اپنے بندے کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ شوہر اپنی بیوی سے، بیوی اپنے شوہر سے، والدین اپنی اولاد سے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے، ایک دوست دوسرے دوست سے، ایک جماعت دوسری جماعت سے، آپسی تعلق و محبت رکھتی ہے، یہ اللہ کا فضل و انعام ہے۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہے جس کو مال و دولت سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوکر فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲﴾

’’وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد) مسلمانوں سے قوت دی اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کردیا۔ اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کرسکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کردیا۔ بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے‘‘۔

(۱) سورہ آلِ عمران آیت ۱۰۳ (۲) سورہ انفال آیت ۶۳

خاندان میں محبت کا آغاز میاں بیوی کی محبت سے ہوتا ہے۔ سورہ روم میں اللہ نے زوجین کی محبت و رحمت کو اپنی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً. (۱)

’’اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی‘‘۔

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ‘‘ (۲)

’’دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی‘‘۔

محبت و الفت کا دائرہ جوں جوں وسیع ہوتا جاتا ہے، اسی قدر خاندان اور معاشرے میں امن و امان، خوشی و راحت، چین و سکون اور ترقی و کامرانی کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے۔ اس خاندان کی اولاد میں دوسروں سے محبت اور آرام پہنچانے کا جذبہ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ لیکن جس خاندان میں بچّے شفقت و محبت سے محروم رہتے ہیں ان کے اندر خودغرضی و مفاد پرستی زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے بچّے بڑے ہوکر سماج اور انسانیت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

تحفّظ :

شریعت کے پانچ مقاصد ہیں۔ اُن میں جان و مال اور عصمت و آبرو کی حفاظت و تحفظ بھی شامل ہے۔ خاندان کی بنیاد نکاح سے ڈالی جاتی ہے اور اس

(۱) سورہ روم : ۲۱ (۲) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۳

نکاح کے ذریعے میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی جان، مال اور عزّت کی حفاظت کا سامان کرتے ہیں۔قرآن میں شادی شدہ مرد کو محصن (حفاظت میں لانے والا) اور شادی شدہ عورت کو محصنہ (حفاظت میں لائی گئی) کہا گیا ہے۔ غیر شادی شدہ مرد اور عورت کی جان، مال اور عزت وآبرو جاتے رہنے کا ہر لمحہ خطرہ بنا رہتا ہے۔ شیطان اور اس کے حواریین ایسے مرد اور عورت کو سیدھے راستے سے ہٹانے اور برائیوں میں مبتلا کر دینے کی فکر وسعی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے افراد دیگر خاندان اور سماج کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ان کی بہو بیٹیوں کی عصمت جاتے رہنے کا خوف قائم رہتا ہے۔

آرام وسکون:

سکون وراحت کی سب سے بڑی آماجگاہ خاندان ہے۔انسان تھکا ماندہ جب گھر واپس آتا ہے تو والدین، بیوی اور بچّوں کو دیکھ کر اس کی تھکاوٹ جاتی رہتی ہے۔ وہ نئی تازگی اور راحت محسوس کرتا ہے۔ والدین کی شفقت ومحبت، بیوی کی مسکراہٹ اور بچوں کی اچھل کود اور پیاری پیاری باتوں میں جو لطف ومزا، سکون وفرحت اور خوشی ومسرت میسر آتی ہے، اسے لاکھوں دولت خرچ کر کے بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ بڑی پریشانی ومصیبت کو جھیل جانا خاندان کے ساتھ آسان ہو جاتا ہے۔ بیمار ہو جانے پر اس کی خدمت اور تیمارداری اس طرح کی جاتی ہے کہ بیماری اور تکلیف میں کمی آجاتی ہے۔ انسان کو شادی سے جہاں نفسانی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے وہیں اولاد اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور بُڑھاپے کا سہارا بنتی ہے اور اس کو سکون واطمینان کی ایسی دولت حاصل ہوتی ہے جس کا حصول کسی اور طریقے سے ممکن نہ تھا۔

احساسِ ذمّہ داری:

اسلام نے طاقت وصلاحیت کے مطابق ہر فرد کو کچھ فرائض وذمہ داریاں سپرد کی ہیں۔ اسلام کے خاندانی نظام میں مرد پر دولت حاصل کرنے اور اپنے ماتحت کی جملہ ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جب کہ عورت کو گھر کے انتظام وانصرام کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور گھر کے اندر اس کو ملکہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اولاد پر اطاعت و فرماں برداری کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔لیکن اس کے باوجود حدودِ شرعیہ میں رہتے ہوئے عورت مرد کے کام میں ہاتھ بٹاتی ہے اور مرد اپنی بیوی کی معاونت کرتے ہوئے گھریلو کام کاج میں دلچسپی لیتا ہے اور بچے چھوٹے موٹے کام میں اپنے والدین کی مدد کرتے ہیں تو اسلام اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔خاندان میں سب سے زیادہ ذمہ داری مرد کی ہوتی ہے۔اس پر کسبِ رزقِ حلال، تربیتِ اولاد اور گھر کے نظام کو اسلامی احکام کے مطابق چلانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اگرچہ خاندان کے دیگر افراد پر بھی حسبِ طاقت وصلاحیت الگ الگ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ قیامت کے دن ہر فرد سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته“(۱)

”تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا“۔

☆☆☆

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۶۰ باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن

خاندانی اختلافات کے اسباب

اسلام نے خاندانی نظام کو مربوط و مستحکم بنانے اور اس کو انتشار و اضطراب سے بچانے کے لیے ایک معتدل دستور العمل بنایا ہے۔جس پر عمل پیرا ہوکر خاندان کامیابی وسکون سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔لیکن جب خاندان کے افراد فرائض وقوانین کی پابندی میں کوتاہی کرتے ہیں تو خاندان میں اختلاف و انتشار پیدا ہوتا ہے۔خاندان کو اختلاف و انتشار سے بچانے کے لیے درج ذیل امور کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

۱۔ سربراہ کی سربراہی کو تسلیم کیا جائے اور تمام جائز امور میں اس کی اطاعت کی جائے۔اگر ہر فرد اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا شروع کردے اور ضابطوں کی پابندی نہ کرے اور ان فرائض کو ادا نہ کرے جو اس پر عائد ہوتے ہیں تو خاندان میں انتشار و بے چینی پیدا ہونا فطری امر ہے۔

۲۔ ہر فرد اپنی ذمّہ داری کو نبھائے اور دوسرے کی کوتاہی سے صرفِ نظر کرے۔البتہ ایک دوسرے کی اصلاح کی کوشش کرتے ہوئے ہر ایک اپنی ذمّہ داریوں کو نبھاتا رہے اور دوسروں کی کوتاہی وغفلت کو بنیاد بنا کر خود کوتاہی نہ کرے۔

۳۔ بڑوں کا احترام کیا جائے اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من لم يرحم صغيرنا و يوقر كبيرنا فليس منا''(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان میں عظیم حکمت وفوائد پوشیدہ ہیں،اگر اس پر ایمانداری سے عمل کیا جائے تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔

۴۔ معاملات صاف رکھے جائیں۔معاملات کی صفائی سے آپسی محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''تعاشروا كالإخوان و تعاملوا كالأجانب''

(۱) ترمذی ج۴ص۲۸۴

یعنی تم آپس میں بھائیوں کی طرح رہو اور معاملات اجنبیوں کی طرح کرو۔

۵۔ تعلیم وتربیت کا بہتر نظم کیا جائے،ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس میں افراد خاندان بقدرِ ضرورت دینی تعلیم حاصل کرسکیں اور ایسی ذہن سازی کی جائے کہ ان کا دین پر چلنا آسان ہوجائے۔جائز حدود میں عصری علوم حاصل کرنے کا موقع دیا جائے اور ایسی تعلیم وٹریننگ حاصل کرنے کی کھلی اجازت وسہولت دی جائے جس کے ذریعہ جائز طریقے سے دولت کا حصول ممکن ہو،اس لیے کہ جہالت اور فقر ومفلسی خاندان کے شیرازہ کو بکھیر دیتی ہے۔

۶۔ مورِث کے مرنے کے بعد بلا تاخیر ترکہ کی تقسیم عمل میں لائی جائے۔ہر حقدار کو اس کا پورا حق دیا جائے۔عورتوں کو ان کے حصّہ کا ترکہ ضرور دیا جائے اگر تقسیمِ ترکہ کے وقت ایسے رشتہ دار آجائیں جن کا ترکہ میں متعین حصہ نہیں ہے تو ان کو بھی کچھ دے دیا جائے۔

۷۔ خاندان کے تمام افراد میں تواضع اور ایثار پیدا کیا جائے۔تکبر وغرور اور خود غرضی ومفاد پرستی خاندان اور سماج کے لیے سم قاتل ہے۔

۸۔ تنازعات اور جھگڑے کا ماحول پیدا نہ ہونے دیا جائے اگر ایسی نوبت آجائے تو فوری طور پر صلح وصفائی کرادی جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلوٰة والصدقة؟ قالوا بلى! قال : صلاح ذات البين فان فساد ذات البين هو الحالقة لا أقول انها تحلق الشعر ولكن تحلق الدين''(۱)

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ نماز،روزہ اور صدقہ سے بڑھ کر فضیلت والا کون سا کام ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتائیے تو آپؐ نے فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانا، کیونکہ تعلقات کا بگاڑ مونڈنے والی چیز ہے، بالوں کو مونڈنے والی نہیں بلکہ دین کو مونڈنے والی ہے''۔

(۱) ترمذی ج۴ص۵۷۳باب ماجاء فی صفة أوانی الحوض

۹۔ وعدہ خلافی نہ کی جائے۔ یہ خاندان اور معاشرہ میں خرابیاں پیدا کرتی ہے۔
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تمار اخاك ولاتمازحه ولاتعده موعدا فتخلفه"(۱)

"اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو۔ اس کے ساتھ نامناسب مذاق نہ کرو، اس کے ساتھ کوئی ایسا وعدہ نہ کرو جس کو پورا نہ کرسکو یعنی وعدہ خلافی نہ کرو"۔

۱۰۔ غلط بیانی سے نہ کام لیا جائے اور ان تمام بُرے اعمال مثلاً حسد، بغض و عداوت، کینہ، غیبت، بدگمانی، ظلم وستم، چغلخوری، گالی گلوج اور تہمت وغیرہ سے بچا جائے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كبرت خيانةً أن تحدث أخاك حديثا هو لك به مصدق وأنت له به كاذب"(۲)

"یہ بڑی ہی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی کو کوئی ایسی بات سُناؤ جس کو وہ سمجھ رہا ہو کہ تم اس کو سچّی بات بتا رہے ہو لیکن حقیقت میں تم اس کے سامنے جھوٹ بول رہے ہو"۔

۱۱۔ دوسروں کی تکلیف پر صبر کیا جائے اور انتقام لیے بغیر تعلقات قائم رکھے جائیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"المسلم إذا كان مخالطاً الناس ويصبر على أذاهم خير من المسلم الذى لايخالط الناس ولايصبر على أذاهم"(۳)

"وہ مسلمان جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اور لوگوں کی جانب سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ اس مسلم سے بہتر ہے جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا اور نہ ان تکالیف پر صبر کرتا ہے جو لوگوں کی جانب سے اسے پہنچتی ہیں"۔

(۱) ترمذی ج۴۔ص۳۱۶۔باب ماجاء فی المراء
(۲) ابوداؤد ج۴ص ۲۹۵ باب فی المعارض
(۳) ترمذی ح ۲۵۰۷ کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع

خاندان کے چار ارکان:

خاندانی نظام کے اہم ارکان چار ہیں۔ شوہر، بیوی، والدین اور اولاد۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد ان کے ساتھ ضمنی طور پر شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے اپنے فرائض وحقوق ہیں اور ہر ایک سے ان کے فرائض کے سلسلے میں قیامت میں پوچھا جائے گا۔ اسلام نے ان کو حقوق وفرائض کے ذریعہ اس طرح آپس میں مِلا دیا کہ سبھی اپنا اپنا مستقل وجود رکھنے کے باوجود ایک ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک کے حقوق و فرائض پر اگلے صفحات میں بحث کریں گے۔

ارکانِ خاندان کی ذمہ داریاں:

خاندان کے تمام ارکان کی ذمّہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کی فکر اور کوشش کرتا رہے اور ایک دوسرے کے ذمّہ جو کام سپرد ہو اس کو بحسن و خوبی انجام دے اور اپنے قول وعمل سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے اور آپسی مدد وتعاون سے خاندان کی ترقی واستحکام، امن وسکون اور ترقی وکامیابی کے عمل کو آگے بڑھائے۔ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرے اور کسی بُرائی میں کسی کا ساتھ نہ دے بلکہ سب مل کر اس برائی کو دور کریں تاکہ خاندان پاکیزہ وصالح رہے۔ اس سلسلہ میں سبھی ارکانِ خاندان کو اپنی اپنی ذمّہ داریوں اور حقوق سے واقف ہونا ضروری ہے۔ انشاء اللہ اگلے صفحات میں ہم الگ الگ عنوان سے اس پر بحث کریں گے۔

شوہر کے حقوق:

اسلام نے زوجین کو ان تمام امور کو انجام دینے کا حکم دیا ہے جو زوجین کی فطری محبت وتعلق میں اضافہ کا باعث ہو اور دنیاوی فلاح اور اخروی نجات کا

ذریعہ ہو۔ اسلام نے دونوں کے حقوق وفرائض کو واضح طور پر بیان کردیا تاکہ میاں بیوی دونوں اپنے اوپر عائد حقوق وفرائض کوادا کرتے ہوئے خاندان میں سکون واطمینان اورکامرانی وترقی کا دروازہ کھول سکیں اورآخرت کےاجروثواب کو پاسکیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی میاں بیوی نے اسلام کے بتائے ہوئے حقوق وفرائض کوبحسن وخوبی انجام دیا، خاندان اورمعاشرہ سکون واطمینان اور ترقی واستحکام سے ہمکنار ہُوا۔ لیکن جب جب بھی اسلام کے متعین کردہ حقوق و فرائض سے روگردانی کی گئی، اس کے نتیجہ میں دنیا ناکامیوں و دشواریوں سے دوچار ہوتی رہی۔ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اگرچہ مغربی معاشرہ اوراس کے نقشِ قدم پر چلنے والے معاشرے میں اس کے خلاف کمربستہ ہونے کا جذبہ شدّت سے اُبھر رہاہے اوران کے مفکرین فیملی سسٹم کوبحال کرنے اوراس کومستحکم کرنے کے لیے تدابیر کررہے ہیں لیکن اب تک ان کومکمل کامیابی نہیں مل سکی ہے۔ اگروہ اپنے عزم وارادہ میں مخلص ہیں اوروہ چاہتے ہیں کہ ان کا خاندان اورمعاشرہ سکون وترقی سے ہمکنار ہوتو ان کو بلاکسی تعصّب کے اسلامی تعلیمات کو حرزِ جاں بنالینا چاہیے۔

اسلام نے میاں بیوی پر ایسے حقوق وفرائض عائد کیے ہیں جو خاندان کو سکون و ترقی سے ہمکنار کرتے ہیں اور ان کو اپنا کر فیملی سسٹم کو مستحکم کیا جاسکتا ہے۔ وہ حقوق وفرائض کیا ہیں ان کی بابت ہم قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

شوہر کا حق اس کی بیوی پر یہ ہے کہ وہ اس کے نیک کاموں میں فرماں برداری کرے اوراپنے نفس اوراس کے مال کی حفاظت کرے اوراپنی ظاہری شکل و صورت اورعمل سے اس کو ناراض نہ کرے اور جب وہ تھکاماندہ گھر آئے تو اس کا خندہ پیشانی سے استقبال کرے۔

ابنِ ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خير النساء من إذا نظرت إليها سرتك، وإذا أمرتها أطاعتك و إذا غبت عنها حفظتك في نفسها ومالك"(۱)

"عورتوں میں بہترین بیوی وہ ہے جس کی طرف تم دیکھوتو وہ تم کوخوش کردے اور جب تم اس کوحکم دو تو وہ تمہاری فرماں برداری کرے اور تمہارے غائبانے میں اپنے نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کرے"۔

اسلام نے اللہ کی اطاعت اور دینی فرائض کی انجام دہی اور شوہر کی اطاعت کوایک ساتھ بیان کیا، جس سے اس کی اہمیت مزید اجاگر ہوجاتی ہے۔

"عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها و حفظت فرجها وأطاعت زوجها قيل لها أدخلي الجنة من أى ابواب الجنة شئت"(۲)

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے پانچ وقت کی نماز پڑھی، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے خاوند کی فرماں برداری کی تو (اس عورت کے لیے بشارت ہے کہ) وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے"۔

شوہر کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کو خوش وخرم رکھنے پر جنت کی خوشخبری ہے جیسا کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت امِّ سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) ابن ماجہ جلد اول ص ۵۹۶ ۔ حدیث ۱۸۵۷

(۲) الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۵۲

''أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة''(۱)

''جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی وخوش ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگی''۔

فرماں بردار واطاعت شعار بیویوں کے لیے جہاں جنت کی خوشخبری ہے وہیں نافرمان بیویوں کے لیے دوزخ کا دردناک عذاب متعین ہے۔حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ـــ ورأيت النار فلم أر كاليوم منظراً قط ورأيت اكثر أهلها النساء قالوا لِمَ يا رسول الله قال بكفرهن قيل يكفرن بالله قال، يكفرن العشير ويكفرن الاحسان لو أحسنت الى أحداهن الدهر ثم رأت منك شيئا قالت مارأيت منك خيراً قط''(۲)

''.....اور میں نے دوزخ کو دیکھا ویسا منظر کبھی نہیں دیکھا، میں نے اس میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا،صحابہ کرام نے کہا،اللہ کے رسول ایسا کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایاناشکری کی وجہ سے،کہا گیا وہ اللہ کے ساتھ ناشکری کرتی ہیں تو آپؐ نے فرمایاوہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں،اگر تم ہمیشہ ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے رہو،پھر کبھی تمہاری جانب سے کسی کمی کو پالیا تو کہے گی کہ آپ کی جانب سے کبھی کسی بھلائی کو پایا ہی نہیں۔

''و عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تؤذى امرأة زوجها فى الدنيا الا قالت زوجته من الحور العين لاتوذيه قاتلك الله فانما هو عندك دخيل أوشك ان يفارقك إلينا''(۳)

حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی جنت والی بیوی یعنی بڑی آنکھوں والی حور کہتی ہے تجھ پر اللہ کی مار پڑے(یعنی اللہ تجھے جنت اور اپنی رحمت سے دور رکھے)اپنے شوہر کو تکلیف نہ پہنچا کیونکہ وہ(دنیا میں)تیرا مہمان ہے جو جلد ہی تجھ سے جدا ہوکر ہمارے پاس(جنت میں)آئے گا۔

(۱) ترمذی ج۳ص۴۶۶باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة (۲) بخاری ج۳ص۲۶۱
(۳) ابن ماجہ ج۱ص۶۴۹ حدیث۲۰۱۴باب فی المرأة توذی زوجها

عورت کی فرماں برداری میں اہم یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت وظیفۂ زوجیت کے لیے تیار رہے،جب شوہر اس کو ہمبستری کے لیے بُلائے تو ہرگز انکار نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إذا دعا الرجل إمرأته إلى فراشه فلم تأته فبات غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تُصبِحَ''(۱)

''جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر نے رات غصّہ کی حالت میں گزاری تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں''۔

بیوی نفلی روزہ اور نفلی حج شوہر کی اجازت کے بغیر ادا نہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لايحل لامرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا باذنه ولاتاذن فى بيته إلا باذنه''(۲)

''کسی عورت کے لیے روزہ رکھنا حلال نہیں ہے،جبکہ اس کا شوہر موجود ہو، ہاں اس کی اجازت سے روزہ رکھ سکتی ہے اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے''۔

شوہر کا حق بیوی پر یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو گھر میں شوہر کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونے دے۔عمرو بن الاحوص الجشمیؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا:

''لوگو!عورتوں کے حق میں میری نیکی کی وصیت کو مانو کہ یہ تمہارے ہاتھ میں قید ہیں۔تم سوا اس کے کسی اور بات کا حق نہیں رکھتے لیکن یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں مگر ایسا کریں تو ان کو خواب گاہ میں علاحدہ کردو اور ان کو ہلکی مار مارو،اگر وہ تمہاری

(۱) ابوداؤد جلد دوم ص۲۴۴ حـ۱۲۴۱ (۲) مسلم ج۲ص۱۱۷

بات مان لیں تو پھر ان پر الزام لگانے کے پہلو نہ ڈھونڈو۔ بیشک تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور نہ تمہارے گھروں میں ان کو آنے کی اجازت دیں، جن کا آنا تم کو پسند نہیں اور ہاں ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی کرو'' (۱)

شوہر کی خدمت:

اسلام نے مرد وعورت کے حقوق وواجبات میں مساوات قائم کی۔ البتہ دونوں کو فطری وجسمانی صلاحیت کے اعتبار سے الگ الگ فرائض تفویض کیے۔ مرد محنت وکاوش کرنے اور روزی کمانے کی زیادہ قدرت رکھتا ہے اور عورت گھریلو راحت وآرام کو فراہم کرنے، گھریلو ماحول کو پُرسکون بنانے، اولاد کی تربیت اور دیگر گھریلو کام کاج کو اچھی طرح انجام دینے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو اس کی طبیعت وفطرت کے مطابق حقوق وفرائض کا مکلّف بنایا ہے۔ تاکہ گھر خارجی اور داخلی دونوں اعتبار سے منظّم ہو جائے۔

سرورِ کائنات حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علیؓ اور حضرتِ فاطمہؓ کے درمیان فیصلہ فرمایا، گھر کی خدمت پر حضرتِ فاطمہؓ کو اور کام اور روزی کی فراہمی پر حضرتِ علیؓ کو مامور کیا۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرتِ فاطمہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ چکّی کی وجہ سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور انہوں نے ایک خادمہ طلب کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس چیز سے بہتر ہو جس کا دونوں سوال کر رہے ہو۔ جب تم لیٹنے لگو تو ۳۳ / بار سبحان اللہ، ۳۳ / بار الحمد للہ اور ۳۴ / بار اللہ اکبر کہو، کیونکہ یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(۱) ابن ماجہ جلد اول ص ۵۹۴ حدیث ۱۸۵۱

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے فرمایا میں اپنے شوہر زبیر کے گھر کی مکمل خدمت کرتی تھی۔ ان کے پاس ایک گھوڑا تھا، میں اس کی دیکھ ریکھ کرتی، اس کے لیے گھاس کاٹتی، اس کی نگرانی کرتی اور اس کو پانی پلاتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ڈول بھرتی اور آٹا گوندھتی اور اپنے سر پر تین فرسخ دور زمین سے گٹھلی کو ڈھوتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت گزاری کے عنوان سے علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنی مشہور کتاب ''سیرتِ عائشہؓ'' میں لکھتے ہیں:

> ''گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی لیکن حضرتِ عائشہؓ آپؐ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ آپؐ قربانی کے جو اونٹ بھیجتے اس کے لیے خود قلادہ بٹتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں، جسمِ مبارک میں عطر مل دیتی تھیں۔ آپؐ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں، سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں، مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں، گھر میں آپؐ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتیں۔ چنانچہ حضرتِ قیس غفاریؓ جو صفّہ والوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ عائشہؓ کے گھر چلو۔ جب حجرہ میں پہنچے تو فرمایا، عائشہ ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ وہ چونی کا پکا ہوا کھانا لائیں، آپ نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوہارے کا حریرہ پیش کیا، پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا، اس کے بعد ایک اور چھوٹے پیالے میں پانی لائیں۔ (۱)

(۱) سیرتِ عائشہؓ ص ۴۸۔۴۹ بحوالہ الادب المفرد باب لا یوذی جارہ۔ صحیح بخاری واقعہ افک۔ شمائل ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد

مذکورہ روایات سے استدلال کرتے ہوئے علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ بیوی اپنے گھر کی خدمت انجام دے اور شوہر اس کی مکمل کفالت کرے۔ سیدہ فاطمہ زہراؓ نے شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علیؓ سے یہ نہیں کہا کہ اس پر خدمت واجب نہیں ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ اسماءؓ کو شوہر کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا تو یہ نہیں کہا کہ اس پر خدمت واجب نہیں ہے بلکہ اس کی خدمت کو لازم قرار دیا اور تمام صحابۂ کرام نے اپنی بیویوں پر خدمت کو لازم قرار دیا۔ باوجود اس کے کہ عورتوں میں سے بعض اس سے خوش تھیں تو بعض ناراض تھیں۔

ابن قیمؒ نے کہا فقیری و مالداری اور شرافت و دیانت کی وجہ سے تفریق صحیح نہیں ہے۔ دنیا کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کی خدمت کرتی تھیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت لے کر آئیں تو آپؐ نے شکایت کو نہیں سُنا۔

نبیؐ اور ان کے اصحاب کی بیویاں آٹا گوندھنے، روٹی بنانے، بستر بچھانے، فرش صاف کرنے اور کھانا لگانے وغیرہ کی ذمہ داریاں انجام دیتی تھیں۔ دورِ رسالت کی عورتیں ان امور کو انجام دیتی تھیں اور صحابہ کرامؓ ان امور میں کوتاہی کرنے پر ان کو مارتے تھے اور ان سے خدمت لیتے تھے۔

لیکن حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ بیوی پر شوہر کی خدمت واجب نہیں ہے اس لیے کہ عقدِ نکاح کا مقصود استمتاع ہے نہ کہ منافع حاصل کرنا اور خدمت لینا ہے۔ مذکورہ احادیث تطوع اور مکارمِ اخلاق پر دلالت کرتی ہیں۔

زوجین کے لیے آپسی جھوٹ جائز:

گھریلو ماحول کو پرسکون بنانے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار اور پرلطف بنانے کے لیے جھوٹ بولنے تک کی اجازت دی گئی ہے۔ حالانکہ عام حالت میں

جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ میدانِ جنگ میں، لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنے میں، شوہر کا اپنی بیوی کی دلجوئی اور بیوی کا اپنے شوہر کی دلجوئی کی خاطر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔

حضرت امِ کلثوم بن عطیہ رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

”لا اعده كاذبا الرجل يصلح بين الناس يقول القول ولا يريد به إلا الإصلاح والرجل يقول في الحرب، والرجل يحدث إمراته والمرأة تحدث زوجها“(۱)

”میں جھوٹا شمار نہیں کرتا اس شخص کو جو لوگوں کے درمیان صلح صفائی کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اس سے اس کا مقصد صرف اصلاح ہوتا ہے اور اس شخص کو جو جنگ میں جھوٹ بولتا ہے۔ اور اس شخص کو جو اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اور اس عورت کو جو اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتی ہے“۔

بیوی اپنے شوہر کے گھر قیام کرے:

شوہر کا حق یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو گھر میں روکے رکھے اور اس کو باہر نکلنے سے منع کر دے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مکان بیوی کے لائق ہو اور ازدواجی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو۔ اسی کو شرعی مسکن کہا جاتا ہے۔ جب مسکن اس کے لائق نہ ہو اور اس میں حقوقِ زوجیہ کو پورا کرنا ممکن نہ ہو جو نکاح کا مقصود ہے تو اس میں عورت کے لیے قیام کرنا لازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ غیر شرعی مسکن ہے۔ اسی طرح دوسروں کی موجودگی کی وجہ سے ازدواجی زندگی گزارنے سے مانع ہو یا ان سے ضرر لاحق ہو یا اپنے سامان کے ضائع ہونے سے ڈرتی

(۱) ابوداؤد ج ۴۔ ص ۲۸۲ باب فی اصلاح ذات البین

ہو اور مسکن ضروری سہولیات سے خالی ہو یا وہ ایسی حالت میں ہو جس میں بیوی ڈر محسوس کرتی ہو یا پڑوسی بُرے ہوں۔ ان تمام صورتوں میں بیوی کا گھر میں رُکے رہنا لازم نہیں ہے۔

بیوی کو دوسری جگہ منتقل کرنا:

شوہر کا حق یہ بھی ہے کہ وہ جہاں چاہے اپنی بیوی کو منتقل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَسۡكِنُوهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنتُم مِّن وُجۡدِكُمۡ وَ لَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيۡهِنَّ. (۱)

''تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف مت پہنچاؤ''۔

البتہ عقدِ نکاح کے وقت عورت نے یہ شرط رکھی کہ وہ اس کو گھر سے نہیں نکالے گا اور اس کو دوسرے شہر میں منتقل نہیں کرے گا تو شوہر پر اس شرط کو پورا کرنا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے:

''ان أحق الشروط أن یوفی بها ما استحللتم به الفروج''(۲)

''جن شرطوں کا پورا کیا جانا تمہارے لیے ضروری ہے ان میں سب سے اہم شرط وہ ہے جس کے ذریعے سے تم نے شرم گاہوں کو حلال کیا ہے''۔

یہ امام احمدؒ، اسحٰق بن راہویہ اور امام اوزاعی کا مسلک ہے۔ دیگر فقہائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ اس شرط کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ انہوں نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ مہر میں شرط کو پورا کرنا واجب ہے۔

---

(۱) سورہ طلاق آیت ٦

(۲) ترمذی ج ۳ ص ۴۳۴ باب ماجاء فی الشرط عند عقدة النکاح۔ بخاری جلد ۳۔ ص ۲۵۲ معمولی تبدیلی کے ساتھ

بیوی کا کام سے رُک جانا:

علماء نے بیوی کو ایسے اعمال انجام دینے سے منع کیا ہے، جن سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور نقصان لازم آئے۔ مثلاً اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جانا، لیکن ایسے اعمال جو اس کو نقصان نہ پہنچائے، ان کو انجام دینے کی اجازت ہے۔

بیوی کا گھر سے نکلنا:

حنفیہ نے عورت کو اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے جب کہ والدین میں سے کوئی بیمار ہو۔

''أجاز الحنفیة للمرأة الخروج بغیر إذن زوجها إذا مرض أحد أبویها''(۱)

''حنفیہ نے شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے۔ جب کہ اس کے والدین میں سے کوئی بیمار ہو''۔

بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا عورت پر واجب ہے لہٰذا عقد نکاح کے بعد بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا چاہتی ہے تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کو سکھلائے۔ اگر شوہر اس پر قادر نہ ہو تو عورت کا علماء اور علم کی مجلس میں نکلنا واجب ہے۔ تاکہ وہ دینی احکام کو جانے اگرچہ اس میں شوہر کی اجازت نہ ہو۔ اگر بیوی اس قدر احکام سے واقف ہے جو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے۔ یا شوہر فقیہ ہو اور اس کو تعلیم دیتا ہو تو اسے علم کے حصول کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ امام فخر الدین حسن بن منصور فرماتے ہیں:

---

(۱) الفقہ الاسلامی ج ۷، ص ۳۳۶

''اگر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی علمی مجلس میں شریک ہونا چاہے تو اس کو اس کا حق نہیں ہے لیکن کوئی مسئلہ اس کو درپیش ہو تو وہ اپنے شوہر سے دریافت کرے گی اب اگر شوہر عالم ہے اور وہ خود ہی اسے مسئلہ بتادے یا جاہل ہو اور وہ دوسروں سے تحقیق کر کے اس کو اطلاع دیدے تو اس کو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ لیکن شوہر تحقیق کر کے نہ بتائے تو وہ بلا اجازت بھی کسی علمی مجلس میں جا کر دریافت کر سکتی ہے کیونکہ طلبِ علم مسلمان مرد اور عورت دونوں پر فرض ہو جاتا ہے جب کہ وہ اس کے محتاج ہوں اس لیے ایسی حالت میں طلبِ علم کو شوہر کے حق پر مقدم رکھا جائے گا۔ اگر عورت کو کوئی متعین مسئلہ درپیش نہ ہو لیکن وہ نماز اور وضو وغیرہ کے مسائل سیکھنے کے لیے کسی علمی مجلس میں شریک ہونا چاہے، اگر شوہر ان مسائل کو جانتا ہو اور اسے سکھا بھی رہا ہو تو اسے گھر سے نہیں نکلنا چاہیے جب تک کہ شوہر اس کو اجازت نہ دے اور اگر خود شوہر کو ان مسائل کا علم نہیں ہے تو بہتر ہے کہ شوہر اس کو علمی مجالس میں شریک ہونے کی اجازت دیدے اور اگر کوئی مصلحت مانع ہو تو شوہر کو اس کا حق بھی ہے کہ وہ اس کو باہر جانے کی اجازت نہ دے اور اس سے شوہر پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنے کی ان کو گنجائش نہیں ہے جب تک کہ کوئی ضروری مسئلہ پیش نہ آئے۔(۱)

عورت پر واجب ہے کہ وہ جب گھر سے نکلے تو اس کے جسم کا کوئی حصّہ سوائے چہرہ و ہتھیلی کے ظاہر نہ ہو، اس لیے کہ ستر کا چھپانا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ''(۲)

''اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔''

(۱) فتاویٰ قاضی خان المطبوعہ علی الفتاوی الہندیۃ ج۱۔ص۴۴۳ فی حق الزوجیۃ
(۲) سورہ احزاب:۳۳

تبرج یہ ہے کہ وہ بھڑکانے والی حرکت و چال کو اپنائے۔ تبرج یہ بھی ہے کہ عورت ایسا باریک لباس پہنے جس سے اس کا جسم دکھائی دے۔

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا۔

''صنفان من أهل النار لم أرَهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات، رؤسهن كأسنمة البُخت المائلة لايَدْخُلْنَ الجنة ولايجدن ريحها و إن ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا''(۱)

''جہنمیوں کی دو قسموں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا ایک ایسی قوم ہوگی جس کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے لوگوں کو مار رہے ہوں گے، دوسری قسم ان عورتوں کی ہوگی، جن کی طرف لوگ مائل ہوں گے اور وہ لوگوں کو اپنی جانب مائل کریں گی، ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو دور دراز سے محسوس کی جائے گی''۔

عورت تیز خوشبو لگا کر نہ نکلے کیوں کہ خوشبو لوگوں کو اس کی جانب مائل کر دے گی اور اس میں دلچسپی پیدا کر دے گی۔ حضرتِ ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أيما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية''(۲)

''جو عورت معطر ہو کر کسی قوم سے گزرتی ہے تا کہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ ہے''۔

عورت کے لیے بہتر ہے کہ وہ گھر میں رہے بلا ضرورت باہر نہ نکلے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) مسلم جلد۴۔ص۲۱۹۲ باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء
(۲) رواہ الحاکم عن ابی موسیٰ ج۲ص۳۹۶ سورہ نور کی تفسیر میں

''المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان''(۱)

''عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے ۔ چنانچہ جب کوئی عورت اپنے پردہ سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو مردوں کی نظر میں اچھا کر کے دکھاتا ہے''۔

سرزنش کا حق:

شوہر اپنی نافرمان بیوی کو سزا دے سکتا ہے۔ جب وہ اس کو سمجھا کر مایوس ہو چکا ہو اور نرم گفتاری اور نصیحت وتنبیہ بے سود ثابت ہو چکی ہو۔اس لیے کہ اللہ رب العزت نے نافرمانی کرنے پر مارنے اور بستر علاحدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔اس کے بعد وہ نافرمانی سے باز آجائے تو سرزنش وتادیب سے شوہر کا رُک جانا واجب ہے۔

شوہر کو سرزنش کا حق اس وقت حاصل ہوگا جب وہ ایسے امور میں فرماں برداری نہ کرے جو اس پر واجب ہے۔علماء نے نشوز کی تشریح یہ کی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی ایسے امور میں نافرمانی کرے جو اس پر واجب ہے۔زوجین میں سے ہر ایک دوسرے سے نفرت کرے۔شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جائے۔نشوز کی علامتیں فعلی بھی ہیں اور قولی بھی۔

فعل کے ذریعہ نشوز یہ ہے کہ جب شوہر اس کو محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ بلائے تو وہ اعراض کرے اور منہ بسورے۔قول کے ذریعے نشوز یہ ہے کہ سخت جملے سے اس کا جواب دے جبکہ شوہر اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔حضرت مولانا علاّمہ سیّد سلیمان ندویؒ نشوز کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''لغت میں نشوز کے معنی اُٹھ جانے کے ہیں اور عورت کے حق میں اس کے اصطلاحی معنی جو ہیں وہ مفسر ابن جریر طبری کے الفاظ میں حسبِ ذیل ہیں۔

اور اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان عورتوں کی وہ حالت دیکھو جس سے تم کو

(۱) ترمذی ج۳ ص۴۷۶

ان کے نشوز کا ڈر ہو یعنی ادھر دیکھا جدھر ان کو دیکھنا نہیں چاہیے۔وہ آئیں اور نکل جائیں اور تم کو ان کی بابت شک ہو جائے''۔

محمد بن کعب القرظی سے منقول ہے کہ جب مرد دیکھے کہ عورت (گھر) سے باہر آنے جانے میں اس کے حقوق میں قصور کر رہی ہے تو اس سے زبان سے کہے کہ میں نے تجھ سے یہ حرکت دیکھی، یہ دیکھی۔تو اب باز آجا۔''

فقہ کی کتابوں میں ہے:''الناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه''(عالمگیری)''نشوز والی عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکل جائے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد نہ ہونے دے''۔

غرض یہ کہ ناشزہ عورت وہ ہے جس میں بداخلاقی کی بعض مشتبہ علامتیں پائی جائیں۔کچھ مفسرین نے اس کو اور وسعت دی ہے اور بتایا ہے کہ ناشزہ عورت وہ ہے جو اپنے شوہر پر بلندی چاہے، اس کا حکم نہ مانے، اس سے بے رُخی کرے اور اس سے بغض رکھے۔

میرے خیال میں یہ دونوں تفسیریں درست ہیں اور درحقیقت پوری آیت پڑھنے سے نشوز کے معنی آپ کھل جاتے ہیں۔آیتِ مذکور پوری یہ ہے:

أَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا''(۱)

''مرد عورتوں کے نگراں ہیں اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں سو جو عورتیں نیک ہیں، اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جس کے نشوز کا تم کو ڈر ہو تو ان کو سمجھاؤ اور ان کو خوابگاہ میں علاحدہ کر دو اور ان کو مارو۔تو اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو پھر ان پر راستہ تلاش نہ کرو''۔

(۱) سورہ نساء آیت ۳۴

اس آیت میں مرد کی ترجیح کی جو دو باتیں بیان کی ہیں ان کے نتیجہ میں یہ فرمایا ہے کہ نیک بیویاں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کی فرماں بردار ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے ان کے گھربار اور عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔اس کے بعد ہے کہ اب جس عورت سے تمہیں نشوز کا ڈر ہو تو اس کو پہلے سمجھاؤ، نہ مانے تو خلوت میں اس سے کنارہ کرو یا اس سے بات کرنا چھوڑ دو۔اس پر بھی نہ مانے تو اس کو ذرا مارو۔اب بھی اگر کہا مان لے تو پھر اس کو ستانے یا طلاق وغیرہ دینے کے لیے حیلہ اور بہانہ مت ڈھونڈو۔

اب جب اوپر میں بتاچکا کہ مردوں کو عورتوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کا حق حاصل ہے پھر یہ بھی کہا جاچکا کہ نیک بیویاں وہ ہیں جو شوہروں کی فرماں بردار ہیں اور شوہروں کے پیچھے ان کے گھربار، مال ودولت اور عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہیں اور اس کے بعد یہ ہے کہ اگر تمہیں عورت کے نشوز کا ڈر ہو تو یہ یہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا نشوز یہ ہے کہ اس کے جو دو فرض پہلے بتائے گئے ہیں یعنی شوہر کی فرماں برداری اور شوہر کے پیچھے اس کے گھربار اور عزت وآبرو کی حفاظت جو عورت ان دونوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک فرض کو بھی ادا نہیں کرتی وہی ناشزہ ہے اور ایسی ہی عورت کی تنبیہ کی اجازت دی گئی ہے۔

''شوہر کی عزت وآبرو کی حفاظت'' کے الفاظ سے جس طرف اشارہ ہے، اس کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔''آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر عورت وہ ہے کہ جب مرد اس کو دیکھے تو خوش ہوجائے اور جب کوئی حکم دے تو وہ مان لے اور جب شوہر گھر پر موجود نہ ہو تو وہ اپنی جان اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔اپنی جان کی حفاظت سے مقصود عفت وعصمت ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں عورتوں کے حقوق کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فقرے ہیں ان میں نشوز کے اس معنی کی پوری تصریح ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

''واتقوا الله فى النساء فانهن عندكم عوان ولكم عليهن ان لا يوطين فرشكم احد تكرهونه فان فعلن فاضربوهن ضربا غير مبرح'' (مسلم)

''عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کو کسی سے نہ روندوائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اتنا مارو جو تکلیف دہ نہ ہو''۔

الغرض آخری درجہ پر عورت کی تنبیہ کی یہ اجازت خاص حالات میں ہے اور شرع کی تصریح یہ ہے کہ یہ ضرب غیر مبرح یعنی ایسی مار ہو جس سے عورت کے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچے بلکہ یہاں تک تصریح ہے کہ اس سے مقصود مسواک وغیرہ سے مارنا ہے۔جس سے تنبیہ کے سوا کوئی چوٹ نہیں آسکتی ورنہ عورتوں کو عام طور سے یوں مارنا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا جس کی اسلام نے اصلاح کی ہے۔

ایاس بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حکم دیا کہ خدا کی بندیوں (اپنی بیویوں) کو مارا نہ کرو'' تو حضرتِ عمرؓ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ بیویاں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئیں تو آپ نے مارنے کی رخصت عطا کی، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی عورتیں اہل بیت نبوی کے سامنے اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر آئیں۔یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا آلِ محمد ﷺ کے گرد بہت سی عورتیں چکر کاٹتی رہیں جو اپنے اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر آئی تھیں۔ یہ (یعنی بیویوں سے ایسی بدسلوکی کرنے والے) تم میں سے اچھے لوگ نہیں۔

ایک صحابیہؓ نے اپنے نکاح کے متعلق آپ ﷺ سے مشورہ لیا اور ایک شخص کے پیغام کا ذکر کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ اپنا ڈنڈا اپنے کندھے سے نیچے نہیں اُتارتا یعنی وہ مار پیٹ کیا کرتا ہے اور ذرا ذرا سی بات پر خفا ہوتا رہتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس کے فعل کو ناپسند فرمایا۔ایک صحابی نے آکر شکایت کی یا رسول

اللہ میری بیوی بدزبان ہے۔فرمایا طلاق دیدو،عرض کی اس سے میری اولاد ہے اور مدت سے میرے ساتھ ہے۔فرمایا تو اس کو سمجھایا کرو اس میں صلاحیت ہوگی تو قبول کرے گی لیکن اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارا نہ کرو۔ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارا کرے۔یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ ایک وقت کوڑے مارے اور دوسرے وقت اس سے ہمبستر ہو۔(۱)

بیوی کے لیے دستورِ حیات

زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق وفرائض اس لیے عائد کیے گئے ہیں تا کہ گھر کے ہر فرد کو سکون واطمینان اور ترقی وکامیابی حاصل ہوجائے اور خاندان ومعاشرہ صلاح وفلاح سے ہمکنار ہوسکے۔خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تعلیم وتربیت میں میاں بیوی کا باہمی تعاون بیحد ضروری ہے۔اس سلسلے میں شیخ مظہر الحموی لبنانی نے بیویوں کو کامیاب زندگی گزارنے اور اپنے اعمال وکردار کی وجہ سے اپنے گھر کو جنت بنانے کے لیے چند ہدایات ونصائح کا پابند بنایا ہے۔اگر خواتین ان ہدایات پر عمل کریں تو ہر گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

☆ بیوی کی حیثیت سے آپ اپنے گھر میں خوش بودار پھول کی مانند ہیں، چنانچہ آپ کا شوہر جب گھر میں داخل ہوتو اسے اپنی اس خوشبو کا احساس دلایئے۔
☆ اپنے ہر قول وفعل سے شوہر کو راحت کا سامان مہیا کیجئے۔
☆ اپنی گفتار کو سراپا سادہ اور قلب وجاں کا نمونہ بنایئے،طنز وطعن اور بحث وتکرار سے مکمل اجتناب کیجئے۔
☆ مرد کے گھر کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے اس کے حقیقی مفہوم کے ساتھ تسلیم کیجئے اور اس امر کا ادراک کہ ایک عورت کو مرد کی سربراہی اور نگرانی کی کتنی شدید ضرورت ہوتی ہے، یہ منفی خیال ہر گز اپنے دل میں پلنے نہ دیجئے کہ یہ عورت کے ساتھ ظلم وناانصافی اور اس کے حقوق کی پامالی ہے۔
☆ اپنی آواز شوہر کے سامنے تیز نہ کیجئے۔
☆ کوشش کیجئے کہ آپ دونوں رات میں تہجد کی نماز ایک ساتھ ادا کریں،اس طرح آپ دونوں کے

(۱) سیرۃ النبی ج ۶ ص ۲۶۵ تا ۲۷۰

لیے نورانیت،سعادت،سکون،اطمینان اور الفت ومحبت میں زبردست اضافہ ہوگا۔

☆ شوہر کی ناراضی کے وقت آپ بالکل خاموشی اختیار کرلیجئے،اس کو راضی کیے بغیر نہ سوئیں،یاد رکھیے، آپ کا شوہر آپ کی جنت ہے یا جہنم۔
☆ جب وہ باہر جانے کی تیاری کررہا ہوتو اُس کے سامنے موجود رہیے اور روانہ ہوتے ہوئے اسے رخصت کیجئے۔
☆ اس کو اس کے کپڑوں کے انتخاب میں اپنی دلچسپی کا احساس دلایئے اور خود اس کے لیے لباس کا انتخاب کیجئے۔
☆ اس کی ضرورت کی چیزوں کی فراہمی میں باریک بینی اور سمجھداری کا ثبوت دیجئے،تا کہ آپ دونوں کے درمیان بہترین تعلقات پروان چڑھیں۔
☆ اپنے شوہر کی جانب سے معذرت کا انتظار نہ کیجئے اور نہ اس کو کسی معاملے میں معذرت کرنے پر مجبور کریں،سوائے اس کے کہ وہ خود کسی غلطی پر عملی طور پر معذرت خواہانہ طرز اختیار کرلے۔
☆ شوہر کے لباس اور اُس کی وضع قطع کا خاص خیال رکھیے، اگرچہ وہ خود اس معاملے میں اہتمام نہ کرتا ہو۔
☆ ہمیشہ اپنے شوہر کی طرف سے اظہارِ محبت اور اظہارِ رغبت میں پہلے کرنے کی منتظر نہ رہیے، بلکہ خود اس میں پہل کا اہتمام کیجئے۔
☆ ہر رات میں اس کے لیے دلہن بن کر رہیے اور شدید ضرورت کے بغیر شوہر سے پہلے نہ سوئیے۔
☆ اپنے حُسن معاملہ کا بدلہ فوراً چاہیں، کیونکہ بہت سارے شوہر اپنے احساسات اور جذبات کو ظاہر نہیں کرتے یا ظاہر کر ہی نہیں پاتے۔
☆ شوہر کے احوال میں دلچسپی کے ساتھ مشغول رہیے،لیکن تکلف اور مصنوعی پن سے گریز کیجئے۔
☆ جب وہ سفر سے واپس آئے تو محبت سے بھرپور بشاشت اور دلی گرم جوشی کا مظاہرہ کیجئے۔
☆ ہمیشہ اس کا دھیان رکھیے کہ شوہر،اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور تعلق کا اہم وسیلہ ہے۔
☆ ہمیشہ اس کی کوشش کیجئے کہ ظاہری وضع قطع میں، گفتار اور شوہر کے استقبال میں جدّت اور تازگی برقرار رہے۔
☆ جب وہ آپ سے کچھ طلب کرے تو اس موقع پر سُستی اور بوجھل انداز اختیار کرنے کے بجائے چستی اور دلچسپی کا مظاہرہ کیجئے۔

☆ گھر کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ کا خاص خیال کرتے ہوئے شوہر کو اپنے انداز سے اپنے اس جذبے کا احساس کرائیے کہ یہ سب کچھ وہ اسے خوش کرنے کے لیے کر رہی ہے۔

☆ گھر کے کام کاج اور رکھ رکھاؤ میں نظم اور پابندی وقت کا خاص خیال رکھیے۔

☆ عورتوں سے متعلق بعض گھریلو مہارت کے کام ضرور سیکھیے۔

☆ جب آپ کا شوہر گھر میں کوئی کھانے پینے کا سامان یا دیگر کوئی چیز لائے تو شکریہ ادا کیجئے اور تعریف وستائش سے اس کا استقبال کیجئے۔

☆ گھر کی خوب صورتی اور ترتیب وانتظام کی خوب کوشش کیجئے، اگر چہ آپ کا شوہر آپ سے خوبصورتی اور سادگی کو جمع کرنے کا مطالبہ نہ کرتا ہو، مگر آپ خود اس امر کا لحاظ رکھیے۔

☆ اسراف اور بے جا خرچ سے بچتے ہوئے قناعت کا دامن تھامے رہیے، تاکہ آمدنی اور اخراجات کا توازن برقرار رہے۔

☆ اپنے اور اولاد سے متعلق ضروری معاملات میں ہمیشہ اپنے آپ کو شوہر کی رائے اور اس کے مشوروں کا حاجت مند سمجھیں، لیکن چھوٹے چھوٹے غیر ضروری مسائل کو اس کے سامنے پیش کرنے سے بھی گریز کیجئے۔

☆ ہمیشہ دھیان رکھیے کہ آپ عورت ہیں، لہٰذا اپنی نسوانیت کی پاس داری بھی کرتی رہیے اور مناسب وقت میں بہتر طور پر خود کو بھی اپنی نسوانیت کا احساس دلاتی رہیے۔

☆ جب شوہر کسی سفر سے طویل مدت کے بعد لوٹے تو اس کی غیر موجودگی میں پیش آنے والی مشکلات اور مشقتوں کو شکوے اور ناراضگی کے انداز میں پیش نہ کیجئے۔

☆ اپنے بچوں کو بھی ان کی عمر کے لحاظ سے اپنے والد کے گھر لوٹنے کے وقت استقبال کرنے کے آداب سکھائیے۔

☆ شوہر کے گھر لوٹتے ہی یا سوکر اٹھنے کے وقت یا کھانا کھاتے وقت اپنے بچوں کی شکایتیں اس کے سامنے پیش نہ کیجئے، اس طرح کرنے سے شوہر اور بچوں دونوں پر مضر اثرات مرتب ہوں گے، بلکہ یہ شکایت دوسرے مناسب موقع پر کیجئے۔

☆ بچوں کی سرزنش کرتے ہوئے یا انہیں تنبیہ کے طور پر سزا دیتے ہوئے شوہر کے ساتھ دخل اندازی نہ کیجئے۔

☆ اپنے شوہر اور بچوں کے درمیان بہترین خوشگوار تعلقات استوار کرنے کی کوشش کیجئے، خواہ آپ کے شوہر کتنے ہی مصروف ہوں، مگر یہ کوشش ایسی حکمت عملی کے ساتھ ہونی چاہیے کہ ان کے کاموں سے

دور گیا ہو تو انہیں اس کا احساس دلائیے کہ آپ ان کی غیر موجودگی میں بچوں کے ذمے داری کا بوجھ اٹھائیں گی اور شوہر کی مشاورت کے ساتھ سارے کام انجام دیں گی۔

☆ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے اپنائے گئے اصولوں اور طریقوں کے نتائج کا فوری انتظار نہ کیجئے، ورنہ شوہر کے مایوس ہو جانے یا تربیت سے غافل ہو جانے کا امکان ہے۔

☆ اپنی اولاد کی غلطیوں پر صرف تنبیہ کر دینا کافی نہیں، بلکہ انہیں مناسب سزا بھی دیجئے۔

☆ بچوں کی فراغت کے اوقات میں اور خاص کر چھٹیوں میں ان کے لیے کسی صحت منداور مفید مشغلے کا انتخاب کیجئے، تاکہ ان کی صلاحیتیں پروان چڑھیں۔

☆ اپنی بیٹیوں کی دوست بن کر رہیے اور ان کے معاملے میں فطری وطبعی تبدیلیوں کا احساس وادراک کیجئے کہ جن سے نوجوان لڑکیوں کو مرحلہ وار گزرنا پڑتا ہے۔

☆ تربیت کے عملی نمونے اختیار کر کے اپنی بچیوں کی شخصی تربیت کرتے ہوئے اس میں نکھار پیدا کرنے کی کوشش کیجئے۔

☆ شوہر کی دل بستگی اور اس کے ساتھ بہترین توجہ کا معاملہ کرتے ہوئے اولاد کی خبر گیری اور گھر کے کام کا ایسا نظم بنائیے کہ ان تینوں ذمے داریوں کی ادائیگی میں توازن برقرار رہے۔

☆ شوہر کے والدین کے ساتھ اپنے والدین جیسی محبت واحترام اور خدمت کا خیال رکھیے، انہوں نے آپ کو ایک بہترین اور بیش قیمت ہدیہ آپ کے شوہر کی صورت میں عطا کیا ہے۔

☆ شوہر کے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک اور دوطرفہ تعلقات کا خاص اہتمام کیجئے۔ خواہ آپ کے شوہر خود سے اس کا زیادہ اہتمام نہ کرتے ہوں۔

☆ شوہر کے مہمانوں کی خاطر مدارات کا بھی خیال رکھیے اور اچانک مہمان آجانے یا مہمانوں کی کثرتِ آمدورفت سے ناراضگی اور چڑچڑے پن کا مظاہرہ نہ کیجئے۔

☆ شوہر کے ضروری کاغذات، فائلیں اور اہم سامان کی خاص حفاظت کیجئے اور اسے سنبھال کر رکھیے۔

☆ گھر کو ہر وقت اس انداز سے رکھیے کہ کسی بھی وقت کوئی مہمان آجائے تو خفت اور شرمندگی محسوس نہ ہو اور شوہر کی کتابیں، فائلیں، اور روزمرہ استعمال کی چیزوں کو قرینے اور ترتیب سے رکھیے۔

☆ دیر سے گھر آنے پر باز پُرس اور ناراضگی کا طریقہ اپنانے کے بجائے شوہر کو اپنے شوق ورغبت کے ساتھ انتظار کا احساس دلاتے ہوئے اسے گھر کا بوجھ اٹھانے پر ستائشی کلمات سے بھی نوازیے۔

☆ شوہر کو کسی بات سے تنگ ہو کر غصہ کا اظہار کا موقع نہ دیجئے، بلکہ اشارے اور اندازے سے بھی فوراً

ان کی مرضی کو بھانپ لینا چاہیے۔

☆ اپنے شوہر سے زیادہ شکوے شکایت کرنے سے باز رہیے۔

☆ شوہر کو ہمیشہ اس بات کا احساس دلاتی رہیے کہ ان کے کام سب سے اولین ترجیح کے لائق ہیں، چاہے آپ کو دوسری مصروفیات کتنی ہی درپیش ہوں۔

☆ یاد رکھیے، شوہر کا یہ حق ہے کہ وہ آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے درمیان ہونے والے امور اور معاملات سے واقف اور باخبر رہے۔

☆ آپ شوہر کو اس بات کا احساس دلائیے کہ آپ کو اپنے شوہر پر توجہ اور پیار ہے، کامیاب بیوی وہی ہوتی ہے جس کی محبت اور تعلق کا شوہر کو ادراک ہو۔

☆ کام کاج کی کثرت اور گھریلو امور میں مشغولیت آپ کی طبیعت پر منفی اثرات مرتب نہ کرنے پائیں۔

☆ اپنے گھر کی باتوں کو ادھر اُدھر نہ پھیلائیے، اپنے گھر کے رازوں کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا کیجئے۔

☆ دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے شوہر کا کبھی موازنہ نہ کیجئے، بلکہ اپنے شوہر کی خوبیوں کو دیکھا کیجئے۔

☆ عورتوں میں اصلاح کا کام کرنے کے لیے مشورے کے طریقے کو مؤثر بنانے کی کوشش کیجئے، تا کہ آپ سہولت اور حکمت عملی کے ساتھ وقت ضائع کیے بغیر مطلوبہ ہدف حاصل کر سکیں۔

☆ وہ مادی معیاری زندگی جو عام طور پر عورتوں کو اپنے میں منہمک رکھتا ہے، آپ اس مادی معیار سے بخوبی واقف رہیئے تا کہ دوسری خواتین کو مناسب اور نرم گفتگو کے ذریعہ اس مادیت سے نکال سکیں۔

☆ اپنی بہنوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے ان کے دل جیتنے کی کوشش کیجئے، پھر وہ عقل وشعور کے ساتھ آپ کی تابعدار ہو جائیں گی۔ یہی طریقۂ کار خواتین کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔

☆ اپنے کاموں میں اپنے ساتھ دوسروں کو شریک کیجئے جو آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے کاموں کا بوجھ اٹھا سکیں، اس طرزِ عمل سے آپ کی ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھنے نہیں پائے گا۔ بلکہ اس میں توازن قائم رہے گا۔(۱)

بیوی کا شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرنا مستحسن ہے:

عورت کا اپنے شوہر کے لیے سرمہ، خضاب، خوشبو اور دیگر زینت کے سامان سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا مستحسن ہے۔ نیل الاوطار میں ہے:

(۱) ماہنامہ الفاروق، کراچی

’’عن كريمة بنت همام قالت : دخلتُ المسجدَ فأخلوه لعائشة فسالتُها امراةٌ ما تقولين يا ام المؤمنين في الحناء؟ فقالت : كان حبيبي صلى الله عليه وسلم يعجبه لونه و يكره ريحه وليس بمحرَّم عليكن بين كل حيضتين أو عند كل حيضة‘‘(۱)

’’حضرت کریمہ بنت ہمام سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوئی تو حضرتِ عائشہ کے لیے لوگوں نے مسجد کو خالی کر دیا۔ ایک عورت نے ان سے پوچھا اے ام المومنین مہندی کے سلسلے میں آپ کیا کہتی ہیں تو انہوں نے فرمایا: میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس (مہندی) کے رنگ کو پسند فرماتے تھے اور اس کی بو کو ناپسند فرماتے تھے۔ دو حیض کے درمیان یا ہر حیض کے وقت تم پر حرام نہیں ہے‘‘۔

خاندان کا سربراہ مرد ہے:

خاندان میں مرد سربراہ، محافظ اور نگراں ہے، کیونکہ اللہ نے اس کے اندر ایسی خوبیاں رکھ دی ہیں جن کی وجہ سے وہ عورت کے مقابلہ میں سربراہی کے کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کی استطاعت رکھتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام نے عورت کو محکوم و باندی بنا دیا۔ بلکہ وہ اپنے دائرہ میں خود مختار و ملکہ ہے۔ لیکن مرد کو عورت پر ایک گونہ فضیلت اس لیے دی گئی ہے تا کہ خاندان انتشار اور بدنظمی کا شکار نہ ہو۔ سربراہ پر اللہ اور اس کے رسولؐ نے کچھ حدود وقواعد متعین کر دیے ہیں جن پر عمل کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔

خاندان میں مرد کو قوام کیوں نامزد کیا گیا ہے، اس کے بارے میں خالقِ کائنات خود فرماتا ہے:

أَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا

(۱) نیل الاوطار لمحمد الشوکانی ج ۶ ص ۲۱۸ باب ما یکرہ من تزین النساء بہ وما لا یکرہ

أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ. (۱)

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں''۔

محمد قطب اپنی مشہور کتاب ''شبہات حول الاسلام'' میں مرد کی سربراہی کی حکمت وعلت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''.....جہاں تک دوسرے مسئلے یعنی خاندان کی سربراہی کا تعلق ہے تو اس کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے صرف وہی فرد عہدہ برآ ہوسکتا ہے جس میں انتظامی صلاحیت ہو اور جو خاندان کے معاملات کی نگرانی اور انتظام کرسکتا ہو اور خاندان ایک مرد، عورت اور بچوں کے اشتراک اور اس سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کا نام ہے۔ دوسرے معاشرتی اداروں کی مانند خاندان کو بھی ایک ذمہ دار سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی عدم موجودگی میں عائلی زندگی انتشار اور بالآخر تباہی کا شکار ہوسکتی ہے۔ خاندان کی سربراہی کے سلسلے میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ مرد خاندان کا حاکم ہو۔ دوسرے یہ کہ عورت اس کی سربراہی کرے اور تیسرے یہ کہ مرد اور عورت دونوں بیک وقت خاندان کی سربراہی کے منصب پر فائز ہوں۔

تیسری صورت تو ظاہر ہے کہ خارج از بحث ہے۔ کیونکہ ہمارا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ جہاں دو سربراہ ہوں وہاں سرے سے کوئی سربراہ نہ ہونے کی حالت سے بھی زیادہ انتشار اور مصائب جنم لیتے ہیں۔ زمین وآسمانوں کی تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (۲)

''زمین یا آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتا تو زمین آسمان دونوں درہم برہم ہوجاتے''۔

(۱) سورہ نساء آیت ۳۴ (۲) سورہ انبیاء آیت ۲۱

إِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. (۱)

''تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا''۔

اگر ان خیالی خداؤں کا یہ حال ہے تو تصور کیجئے کہ ان انسانوں کا کیا حال ہوگا جو اس قدر ظالم اور بے انصاف واقع ہوئے ہیں۔

اس طرح ہمارے سامنے صرف دو صورتیں باقی رہ جاتی ہیں، جن پر بحث کرنے سے پہلے ہم قارئین کے سامنے ایک سوال رکھتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے خاندان کی سربراہی کے لیے عورت اور مرد میں سے کون زیادہ موزوں ہے؟ کیا عقلی صلاحیتوں سے مسلح مرد، اس کی ذمہ داریوں سے بہتر طور پر عہدہ برآ ہوسکتا ہے یا وہ عورت جس کا امتیازی وصف ہی اس کی جذباتیت ہے۔ جوں ہی ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں کہ اپنی ذہنی صلاحیتوں اور مضبوط جسم کی بدولت مرد اس قابل ہے کہ خاندان کا حاکم بنے یا عورت جو اپنی فطرت کے لحاظ سے سخت جذباتی اور انفعال پذیر واقع ہوئی ہے اور اقدام کی مردانہ صفات سے عاری ہے تو مسئلہ خود بخود طے ہوجاتا ہے۔ خود عورت بھی کسی ایسے مرد کو پسند نہیں کرتی جو کمزور ہو اور وہ اس کو بآسانی دبالے۔ ایسے مرد سے وہ نفرت کرتی ہے اور کبھی اس پر اعتماد نہیں کرتی۔ عورت کا یہ طرزِ عمل اس ذہنی رویّے کے بچے کھچے اثرات کا نتیجہ ہوسکتا ہے جو گزشتہ کئی سو سال کی تربیت اور وراثت کے طور پر اس کو ملا ہے۔ مگر بہرحال یہ واقعہ ہے کہ عورت آج بھی اسی مرد میں کشش پاتی ہے جو جسمانی لحاظ سے تندرست، توانا اور مضبوط ہو۔ یہ حقیقت امریکی خواتین کی زندگیوں میں پوری طرح جلوہ گر ملتی ہے۔ امریکی عورت کو مرد کے ساتھ برابر کے حقوق حاصل ہیں اور اس کی آزاد حیثیت کو بھی وہاں تسلیم کیا جاچکا ہے مگر اس کے باوجود مرد سے مغلوب ہو کر اسے خوشی ہوتی ہے۔ وہ ایسے مرد سے محبت کرتی ہے اور ہر طرح سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کرتی ہے، وہ مرد کے مضبوط جسم اور کشادہ

(۱) المؤمنون آیت ۹۱

سینے کو دیکھ کر متاثر ہوتی ہے اور جب جسمانی قوت کے معاملے میں اسے اپنے سے کہیں زیادہ مضبوط اور قوی پاتی ہے تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیتی ہے۔

عورت کو خاندان کی سرداری کا شوق صرف اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک کہ اولاد نہیں ہو جاتی اور اس کو اس کی تعلیم یا تربیت کی کوئی فکر دامن گیر نہیں ہوتی، بچوں کی موجودگی میں ان اضافی فرائض کے لیے اس کے پاس وقت ہی نہیں بچتا۔ کیونکہ ماں کی حیثیت سے اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں وہ کچھ کم مشکل اور دقت طلب نہیں ہوتے۔

اس کا یہ مطلب بہر حال نہیں ہے کہ گھر میں عورت مرد کی غلام اور وہ اس کا جابر آقا بن کر رہے کیونکہ گھر کی سربراہی چند ایسے فرائض اور ذمہ داری کا نام ہے جنہیں صرف اسی صورت میں پورا کیا جا سکتا ہے جب کہ خاوند اور بیوی کے درمیان محبت اور تعاون کی فضا قائم ہو۔ گھریلو زندگی کی کامیابی کے لیے باہمی افہام و تفہیم اور مستقل ہمدردی ناگزیر ضروریات ہیں۔ اسلام باہمی کشمکش اور مسابقت کے بجائے مرد اور عورت کے درمیان محبت، افہام و تفہیم اور مستقل ہمدردی کو عائلی زندگی کی اساس بنانا چاہتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

''وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' (سورہ نساء:۱۹)

''اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو''۔

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''خیرکم خیرکم لأهله'' (ترمذی) ''یعنی تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے''۔

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے اخلاق کو ماپنے کے لیے جو پیمانہ مقرر کیا ہے وہ اپنی بیوی کے ساتھ اس کا سلوک ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت ہی صحیح پیمانہ ہے کیونکہ کوئی آدمی اس وقت تک اپنی بیوی سے بدسلوکی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ روحانی طور پر مریض نہ ہو اور اس میں نیکی کی کوئی حس ہی باقی نہ رہی

ہو یا وہ کسی ذہنی الجھن کا شکار نہ ہو''۔(۱)

مرد کی سربراہی میں عورت گھریلو کام، بچوں کی پرورش و نگہداشت اور تعلیم و تربیت جیسے امور کو انجام دے۔ گھر سے باہر کے کام مثلاً روزی کمانے اور ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ اس لیے عورت کو بلا ضرورت اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکالنا چاہیے۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا:

''ان المرأة اذا خرجت من بيتها وزوجها كاره لعنها كل ملك في السماء و كل شيء مرت عليه الجن والانس حتى ترجع رواه الطبراني'' (۲)

''جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلتی ہے تو آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ انسان اور جن کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے اس وقت تک پھٹکار بھیجتی ہے جب تک کہ وہ واپس نہ آ جائے''۔

اگر سربراہ نیک کام کا حکم دے تو خاندان کے افراد کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے، ورنہ اس کی اطاعت کسی پر لازم نہیں ہے کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا طاعة لمن لم يطع الله'' ''اس شخص کی فرماں برداری نہیں کی جائے گی جو اللہ کی فرماں برداری نہ کرے''۔

''ولا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف'' (۳)

''اللہ کی نافرمانی میں اطاعت واجب نہیں، فرماں برداری صرف نیک کام میں ہے''۔

''لاطاعة لمخلوق في معصية الله عز وجل'' (۴)

''اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں ہے''۔

جب مرد کو ایک گونہ عورت پر فضیلت حاصل ہے تو عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتے ہوئے گھر میں سکون و استحکام قائم رکھے اور نیک

(۱) شبہات حول الاسلام ترجمہ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات ص۱۹۶۔۱۹۹
(۲) الترغیب والترہیب ج۳ ص۵۹ (۳) مسند احمد بن حنبل ج۱ ص۹۴ (۴) ایضاً ص۱۳۱

کام میں اس کی معاونت کرے، یہ نیک عورتوں کی علامت ہے۔

اسی طرح اولاد کو بھی اپنے والدین کے حکم کو بجالانے کی تاکید کی گئی ہے۔

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً، إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً﴾(۱)

''اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا''۔

زوجین کی آپسی محبت و ہمدردی اور فرماں برداری و معاونت کی وجہ سے گھر کا سکون و استحکام قائم ہے اگر کوئی اس سکون کو درہم برہم کرے تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من خبب خادماً علی أهلها فليس منا ومن أفسد امرأة علی زوجها فليس هو منا''(۲)

''جس نے خادم کو اس کے آقا کے خلاف اُکسایا وہ ہم میں سے نہیں۔ جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بدگمانی پیدا کردی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں''۔

ایک دوسری روایت ہے۔

(۱) سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳
(۲) مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۹۷

''عن أبی هريرةؓ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لا تسألِ المرأةُ طلاق أختها لتستفرغ صحفتها وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّ لها ماقُدِّرَ لها''(۱)

''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنی کسی (دینی) بہن کے بارے میں یہ نہ کہے کہ اس کو طلاق دیدو، اس عورت کو طلاق دلوانے کا مقصد یہ ہو کہ وہ اس کے پیالہ کو خالی کردے، یعنی اس کو طلاق دلوا کر اس کے سارے حقوق خود سمیٹ لے اور اس کے خاوند سے خود نکاح کرلے کیونکہ اس کے لیے وہی ہے جو اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے''۔

سربراہِ خاندان کا اہم ترین فرض:

سربراہِ خاندان کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی دینی و دنیاوی فلاح وکامیابی کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ کامل توجہ، دلسوزی ولگن اور محبت وشفقت کے ساتھ ان کی اصلاح وتربیت کرے۔ کبھی نرمی سے تو کبھی سختی سے اصلاح وتربیت کے عمل کو جاری رکھے اور اس بات کی ہر وقت فکر کرے کہ اس سے وابستہ تمام افراد آخرت میں کامیاب ہوجائیں اور عذابِ الٰہی سے محفوظ ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (۲)

''اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو (اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں۔ جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں''۔

(۱) بخاری ج ۴، ص ۱۴۴، باب و کان أمر الله قدراً مقدوراً (۲) سورہ تحریم: ۶

سربراہ خاندان کا اپنے ماتحت کی جائز حدود میں دنیاوی ترقی وکامیابی کے لیےفکر وکوشش کرنا جائز ہے۔وہ ان کی ہمہ جہت ترقی کے لیے اپنی پوری صلاحیت و طاقت خرچ کرے اوران کے کھانے پینے ،لباس اور رہائش کا بہترین نظم کرے اور ان کی جملہ ضروریات مہیا کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت''(۱)

''آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کے حقوق کو ضائع کردے جن کی روزی اس کے ذمہ ہے''۔

اسلامی خاندان میں تعددِ ازدواج

اسلام نے مرد کو اجازت دی ہے کہ وہ بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھے۔اگر مرد دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کرلے تو عورتوں کو آپس میں محبت و تعلق اور کشادہ قلبی کے ساتھ رہنا چاہیے۔

ہم پر یہ اعتراض ہے کہ اس خاندان میں سکون واطمینان کیسے باقی رہ سکتا ہے جس میں تعددِ ازدواج کی اجازت ہے، کیونکہ سوکنوں کا آپسی حسد، کینہ اور غیبت و بدگمانی تو خاندان کے لیے سمِ قاتل ہے۔یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔اس لیے اسلام نے تعددِ ازدواج کی اجازت کئی اہم مصلحتوں کی بنا پر دی ہے۔یہاں ان حکمتوں اور مصلحتوں کے بیان کرنے کا موقع نہیں البتہ ان میں سے چند کو ذکر کیا جارہا ہے۔

۱۔ اسلام سارے انسانوں کے لیے آیا ہے،لہٰذا مسلمانوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی، اسی قدر قائد، داعی اور ماہرِ علم وفن کی کثرت ہوگی، اسی قدر پیغامِ رسالت کی تبلیغ میں آسانی ہوگی۔

(۱) ابوداؤد ج۲،ص۱۳۶ حدیث نمبر۱۶۹۲ باب فی صلۃ الرحم

۲۔ بیواؤں اور یتیم بچوں کی کفالت اور ان کی عفت وعصمت کی حفاظت کا بہترین راستہ تعدد ازدواج ہے۔

۳۔ بعض خطوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور مردوں کی شرح پیدائش کم ہوتی ہے، ایسے علاقوں کے باشندوں کے لیے اسلام میں اس کا بہترین حل موجود ہے۔

۴۔ بیوی کے مطیع وفرماں بردار ہونے کے باوجود اس پر ایسے ایام گزرتے ہیں جن میں وہ وظیفۂ زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہے، مثلاً بیماری، حیض اور نفاس۔اس مدت میں ایسے مردوں کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا شدید خطرہ رہتا ہے جو جنسی خواہش پر کنٹرول نہیں کرپاتے ہیں۔ایسی حالت میں دو ہی راستے رہ جاتے ہیں یا تو دوسری شادی کی اجازت دی جائے یا اس کو زنا کی کھلی چھوٹ دی جائے کہ وہ دوسروں کی بیویوں کے ساتھ منہ کالا کرتا پھرے۔اسلام نے زنا کو حرام اور دوسری شادی کو حلال قرار دیا۔ بھلا بتایئے یہ انسانیت کے ساتھ انصاف ہے یا ظلم؟

۵۔ بیوی بانجھ ہے۔ساری تدابیر کے باوجود اولاد نہیں ہورہی ہے۔شوہر کی تمنا وآرزو ہے کہ اولاد اس کے دل کا سکون، آنکھوں کی ٹھنڈک اور بڑھاپے کا سہارا ہو یا وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس سے شفا کی امید معدوم ہوچکی ہے، گھر کا نظام درہم برہم ہے۔ایسی حالت میں مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہ دینا ظلم ہے اور یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ بیوی کو مختلف بہانوں سے ہلاک کردے یا طلاق دے کر جدا کردے۔ان حالات میں اسلام نے پہلی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک اور پیار کا معاملہ کرتے ہوئے دوسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے،شوہر کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے حقوق کو ادا کرتا رہے اور مساوات وعدل کا دامن نہ چھوڑے۔

۶۔ بعض مرد کو ایک عورت سے جنسی خواہش پوری نہیں ہوتی، اس کے اندر جنسی پیاس اور تشنگی باقی رہتی ہے، اگر اس کو دوسری شادی کی اجازت نہ دی

جائے تو گناہ میں ملوث ہو جانے کا اندیشہ وخطرہ ہے۔

۷۔ نسلِ انسانی کی افزائش کے لیے ضروری ہے کہ چار شادیوں کی اجازت دی جائے ۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم ''یعنی تم زیادہ بچہ جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی عورت سے شادی کروتا کہ میں تمہاری وجہ سے اور امتوں پر فخر کروں۔

امام ابوزہرہ اپنی کتاب میں تعددِ ازدواج کی حکمت ومصلحت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''.....اگر رشتۂ ازدواج کی اس باضابطہ صورت کو ممنوع قرار دے دیا جائے تو بے ضابطہ شادیوں کی بھرمار ہو جائے گی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ عورتوں اور بچوں دونوں کے حقوق ضائع ہوں گے۔اس لیے کہ بسا اوقات مردوں کی طرف سے پیش کش نہ ہونے کی وجہ سے عورت خود شادی شدہ مرد سے رشتۂ ازدواج قائم کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے۔اب اگر اس کو شادی کی اجازت نہ ملے تو یا تو وہ غلط راستے پر جا پڑے گی، ورنہ اس کی نسوانیت مردہ پڑ جائے گی اور اعصاب میں اختلال رونما ہو جائے گا۔الا یہ کہ وہ غیر معمولی ارادے کی مالک ہو(اور یہ بہت شاذ و نادر ہے) یہ دونوں ہی صورتیں عورت کے لیے شدید نقصان دہ ہیں۔ہر شخص جانتا ہے کہ جن ملکوں میں تعددِ ازدواج (Polygamy) ممنوع ہے وہاں دوست بنانے اور آزاد شہوت رانی کی بیماری بکثرت پھیلی ہوئی ہے۔عورت کے لیے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ ایک شخص کی بیوی ہو، بجائے اس کے کہ بے شمار لوگوں کی دوست ہو''۔

اس موقع پر ہم جوزف لوبون کے الفاظ نقل کرنا چاہیں گے، وہ کہتا ہے:

''تعددِ ازدواج کا اصول صرف اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں، ایرانیوں، یہودیوں اور ان کے علاوہ

دوسری مشرقی اقوام میں یہ چیز رائج تھی۔پس جن قوموں نے اسلام قبول کیا، ان کے لیے یہ کوئی نئی چیز نہ تھی۔تعددِ ازدواج کے اصول کو ممنوع قرار دینا جو اہلِ مشرق کی آب وہوا کی پیداوار ہے اور جوان کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی زندہ مذہب اس کی جرأت کرسکتا ہے۔
خود مغرب میں جہاں کی آب وہوا سرد ہے اور جس کی وجہ سے طبائع میں ہیجان انگیزی بہت کم ہے، وہاں بھی ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا اصول صرف قانون کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔اس لیے کہ انسانی طبائع اس کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔شاذ و نادر ہی اس پر کہیں عمل کیا جاتا ہے۔پھر کوئی وجہ نہیں کہ اہلِ مشرق کے یہاں پایا جانے والا قانونی تعدد ازدواج کا اصول اہلِ یورپ کے یہاں پائے جانے والے خفیہ تعدد ازدواج کے اصول سے فروتر ہو۔بلکہ ہمارے خیال میں تو وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ مشرق کے لوگ جو ہمارے ملکوں کے دورے پر آتے ہیں جب ان کے سامنے (تعددِ ازدواج پر) احتجاج کی بات آتی ہے تو اس پر وہ حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو بالکل بے التفاتی سے ٹال دیتے ہیں''۔

......چند سال پہلے برطانیہ کے بڑے پادری نے علی الاعلان کہہ دیا کہ معاشرے میں انحطاط (Degeneration) کی لہر جس تیزی سے بڑھتی جارہی ہے اس کو روکنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں کہ برطانوی قانون میں تعددِ ازدواج کو جائز قرار دیا جائے۔اس کے مطالبے کی بنیاد یہ تھی کہ انجیل میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں تعددِ ازدواج کو ممنوع قرار دیا گیا ہو۔یہ چیز محض کلیسا کی خودساختہ روایت ہے۔انجیل کے بیانات نیز دیگر آسمانی کتابوں میں اس کا سراغ نہیں ملتا''(۱)

(۱) انسانی معاشرہ اسلام کے سایہ میں۔ ص۱۲۲۔۱۲۴

اس سلسلے میں ایک فاضلہ خاتون مسز اینی بسنت (Mrs. Annie Besant) کی تحریر پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ لکھتی ہیں۔

"آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو مذہبِ اسلام پر اس لیے تنقید کرتے ہیں کہ یہ محدود تعددِ ازواج کو جائز قرار دیتا ہے لیکن آپ کو میری وہ تنقید نہیں بتائی جاتی جو میں نے لندن کے ایک ہال میں تقریر کرتے ہوئے کی تھی۔ میں نے سامعین سے کہا تھا کہ یک زوجگی کے ساتھ وسیع پیمانے پر زنان بازاری کی موجودگی نفاق (Hypocrisy) ہے اور محدود تعددِ ازواج سے زیادہ ذلت آمیز ہے۔ قدرتی طور پر اس قسم کے بیانات کا لوگ بُرا مانتے ہیں لیکن اسے بتلانا ضروری ہے کیونکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورتوں کے متعلق اسلام کے قوانین ابھی حالیہ زمانہ تک انگلینڈ میں اپنائے جا رہے تھے، یہ سب سے منصفانہ قانون تھا جو دنیا میں پایا جاتا تھا۔ جائیداد، وراثت کے حقوق اور طلاق کے معاملات میں یہ مغرب سے کہیں آگے تھا اور عورتوں کے حقوق کا محافظ تھا۔ یک زوجگی اور تعددِ ازواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے اور انہیں مغرب میں عورت کی اس ذلت پر نظر ڈالنا چاہیے جسے اس کے اولین محافظ سڑکوں پر صرف اس لیے پھینک دیتے ہیں کہ اس سے ان کا دل بھر جاتا ہے اور پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرتا۔(۱)

ایک مسلمان مرد نفقہ ادا کرنے اور عدل کرنے پر قادر ہو اس کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے لیکن عدل نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ ایک مرد کی متعدد بیویوں کے ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے انتشار محسوس کیا جاتا ہے۔ سوکنوں کی آپسی بدگمانی اور رنجشوں کی وجہ سے کبھی شوہر اور اس کے گھر والوں کو الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلامی تربیت اور پاکیزہ ماحول نہ ہونے کی وجہ سے کئی مسائل اور مشکلات سامنے آ رہے ہیں لیکن کئی اہم مصلحتوں اور منافع کی خاطر اسلام نے تعدد

(۱) تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات۔ص ۷۴،۷۵

ازدواج کی اجازت دی ہے اور اس سلسلے میں ایک ایسا ضابطہ بنایا ہے جس سے شوہر، متعدد بیویوں اور گھر کے دیگر لوگوں کو محبت والفت اور سکون واطمینان کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ سبھی کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اخروی کامیابی ونجات پر یقین رکھیں اور یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ سارے جہاں کے مالک وخالق کے سامنے ہمیں اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا۔

شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ عدل وانصاف کرے اور ان کی تمام ضروریات کو پورا کرے اور اپنے اعمال وکردار سے سب کو خوش رکھنے کی سعی کرے۔ جس نے عدل نہیں کیا وہ قیامت کے دن اس حال میں ہوگا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من کانت عنده امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة و شقه ساقط"(۱)

"جس کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان دونوں کے مابین انصاف ومساوات نہیں کیا تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا"۔

عدل وانصاف ایک ایسی گرانمایہ دولت ہے جس کے ثمرات و برکات دونوں جہاں میں حاصل ہوں گے۔ عدل وانصاف کرنے والے اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے۔

"ان المقسطین عند الله علی منابر من نور، عن یمین الرحمن عزّ وجلّ وکلتا یدیه یمین، الذین یعدلون فی حکمهم وأهلیهم وما وَلُوا"(۲)

"بیشک انصاف کرنے والے اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ یمین (دایاں) ہیں۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرتے ہیں"۔

(۱) ترمذی ج۳ص ۴۴۷ (۲) صحیح مسلم ج۳ص ۱۴۵۸ حدیث ۱۸۲۷

تمام بیویوں کو اپنے شوہر کے حکموں کی فرماں برداری کرنی چاہیے اور اپنے اخلاق وکردار سے شوہر کو خوش ومطمئن رکھنا چاہیے۔ اگر کسی عورت کا اس حال میں انتقال ہوگیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں جائے گی جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أیما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة" (۱)

"جب کسی عورت کا انتقال ہوجائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی"۔

تمام سوکنوں کو آپس میں محبت والفت قائم رکھنا چاہیے اور بدگمانی، غیبت، حسد اور کینہ سے بچنا چاہیے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولاتحاسدوا ولا تباغضوا ولاتدابروا وکونوا عباد الله اخواناً" (۲)

"تم بدگمانی سے بچو، بیشک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور ٹوہ میں نہ پڑو اور ایک دوسرے سے بیجا بڑھنے کی ہوس نہ کرو اور آپس میں حسد نہ کرو اور باہم بغض وکینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے کے پیچھے نہ پڑو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ"۔

وہی مسلمان عورت مسلمان کہلانے کی مستحق ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان مرد اور عورت محفوظ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه" (۳)

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کردے"۔

(۱) ابن ماجہ ج۱ ص۵۹۵ (۲) الادب المفرد للبخاری ص۱۴۸
(۳) بخاری جلد۲ ص۱۳

اگر کبھی آپس میں بات بند ہوجائے تو تین دن کے اندر اپنے اختلاف کو دور کر کے بات چیت شروع کر دینی چاہیے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا یحل لمسلم أن یهجر أخاه فوق ثلاث فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار" (۱)

"کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے، جس نے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دیا اور مر گیا تو دوزخ میں داخل ہوگا"۔

بھلا بتلایئے ان ہدایات پر عمل پیرا ہوجانے کے بعد کیا خاندان میں نفرت و عداوت، حسد، کینہ، غیبت اور لڑائی جھگڑے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

طلاق:

زوجین کی آپسی محبت سے دونوں کی زندگی خوشگوار و پائیدار ہوجاتی ہے۔ دونوں کے اشتراک وتعاون سے ایک خاندان وجود میں آتا ہے۔ اس میں والدین کو احترام وعزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت ہوتی ہے۔ لیکن کسی وجہ سے دونوں میں نااتفاقی ہوجائے اور ایک ساتھ زندگی گزارنا ناممکن ہوجائے تو دونوں کا جدا ہوجانا ہی بہتر ہے۔ لیکن دونوں کو ماضی کی خوشگوار یادوں اور مستقبل پر غور وفکر اور اولاد کے مستقبل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیے۔ اسلام میں طلاق کی اجازت ہے لیکن طلاق سے پہلے دونوں کو چند امور وہدایات پر عمل کرنے کا پابند بنایا گیا ہے تا کہ ایک بسا بسایا گھر اُجڑ نہ جائے۔ اللہ نے شوہر کو بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھنے کا حکم فرمایا:

"عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً. (۲)

"ان کے ساتھ بھلے طریقے سے رہو، اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو"۔

(۱) ابوداؤد ج۴ ص۲۷۹ (۲) سورہ نساء آیت ۱۹

بیوی اپنے شوہر کی خدمت کرے اور اس کے حکم کو بجا لائے اور اپنے قول وعمل سے اس کو ناراض نہ کرے، ایک موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کے لیے تقویٰ کے بعد نیک عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ شوہر جو کہے وہ مانے، شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے اور شوہر اس کو قسم لے کر کچھ کہے تو اس کی قسم پوری کردے اور اگر شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنے نفس کی اور شوہر کے مال کی پوری حفاظت کرے۔''(۱)

اسلام نے ان تمام چیزوں کو جائز قرار دیا جن سے زوجین کی زندگی خوشگوار ہو جائے اور ان تمام راستوں کو ناجائز قرار دیا جن سے دونوں کی زندگی میں تلخی و بدمزگی پیدا ہو جائے اور معاملہ طلاق تک جا پہنچے۔ اگرچہ مجبوری کی حالت میں طلاق دینا جائز ہے لیکن اللہ کے نزدیک طلاق حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أبغض الحلال الی الله الطلاق''(۲)

''اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے''۔

دوسری جانب عورت کو بھی بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنے سے منع فرمادیا۔
حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

''أيما امرأة سألت زوجها طلاقاً من غير باس، فحرام عليها رائحة الجنة''(۳)

''جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کیا تو اس (عورت) پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۶ باب افضل النساء
(۲) ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۱ باب فی کراہیۃ الطلاق
(۳) ترمذی ج ۳ ص ۴۹۳

اسی طرح کسی مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ زوجین کی خوشگوار زندگی میں تلخی و بدمزگی پیدا کردے۔ ان کے درمیان جدائی کی کوئی تدبیر کرے، ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی اور نفرت وعداوت ڈال دے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ليس منا من خبب امرأة علی زوجها أو عبداً علی سيده''(۱)

''وہ ہم میں سے نہیں جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اُکسایا''۔

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا تسأل المرأة طلاق أختها لتكفي مافي اناء ها''(۲)

''یعنی کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق طلب نہ کرے تاکہ وہ ان نعمتوں اور خوشحالیوں کو حاصل کرلے جو اس کی بہن کو حاصل ہے''۔

میاں بیوی دونوں اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور طلاق کی نوبت نہ آنے دیں۔ رشتہ داروں کو بھی چاہیے کہ دونوں میں صلح وصفائی کی حتی المقدور سعی کریں۔ جب ساری کوششیں ناکام ہو جائیں تب شوہر کو طلاق کا ارادہ کرنا چاہیے۔

سورہ نساء میں ہے۔

''اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ۔ خوابگاہوں میں ان سے علاحدہ رہو اور مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کردو۔ وہ دونوں اصلاح

(۱) ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۱ (۲) سنن الترمذی ج ۳ ص ۴۹۵

کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔''(۱)

ساری تدبیر ناکام ہو جانے کے بعد جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے کہ زوجین میں آپسی محبت و الفت، ایثار و قربانی اور مدد و تعاون باقی نہیں رہا تو اب ان کا جدا ہو جانا ہی خاندان اور معاشرہ کے لیے نافع و سودمند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کئی حکمت و مصلحت کے تحت طلاق کی اجازت دی ہے۔ طلاق کی اجازت نہ دینا فطرت کے خلاف ہے۔ جن مذاہب میں طلاق کی اجازت نہیں تھی ان کے پیروکار مختلف دشواریوں میں گرفتار تھے۔ آخر ان کے پیروکار اپنے ملکی قوانین میں طلاق کی گنجائش پیدا کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن وہ اس سلسلہ میں افراط و تفریط کے شکار ہو گئے جس کے نتیجہ میں نکاح کا رشتہ غیر مستحکم ہو گیا اور طلاق کی ایسی کثرت ہوئی کہ معمولی معمولی باتیں بھی طلاق کا ذریعہ بن گئیں۔ اس انحطاط کے دور میں بھی مسلم معاشرہ میں طلاق کا فیصد مغربی معاشرے اور ان کے نقشِ قدم پر قائم معاشرے کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ دنیا اسلام کے ضابطۂ طلاق کا آزادانہ مطالعہ کرے اور اپنے ملکی قوانین میں اصلاح کرے اور اپنے خاندان اور معاشرے میں ایک ایسا فطری نظام قائم کرے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔

بیوی کو معلق رکھنے کی ممانعت:

زوجین کے درمیان محبت و الفت اور شفقت و محبت کے بجائے نفرت و عداوت پیدا ہو جائے اور دونوں کی زندگی ناخوشگوار اور اذیت ناک ہو جائے اور دونوں کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب ایک دوسرے کے ساتھ رہنے میں حدود اللہ سے تجاوز کر جائیں گے تو

(۱) سورہ نساء آیت ۳۴۔۳۵

دونوں کا علاحدہ ہو جانا ہی بہتر ہے۔ لیکن دونوں اپنے مستقبل کے بارے میں غور و فکر کر لیں اور طلاق سے پہلے صلح و صفائی کی ساری تدبیروں کو بروئے کار لائیں۔ جب صلح و صفائی کی ساری تدبیریں ناکام ہو جائیں تو آخری چارہ کار کے طور پر شوہر کو طلاق دینا چاہیے لیکن بیک وقت تین طلاق دینا ممنوع ہے۔ عدّت کے دوران حسنِ سلوک اور ضروریات کی تکمیل کا خیال رکھے اور عدت ختم ہونے کے بعد خوش اخلاقی کے ساتھ جدا کر دے یا عورت جب خلع کی درخواست کرے تو اس کے عوض اس سے ایسا مطالبہ نہ کرے جس کی ادائیگی اس کے لیے دشوار اور تکلیف دہ ہو۔ جس قدر اس نے مہر ادا کیا ہے اس سے زیادہ نہ لے اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بیوی کو مختلف طریقوں اور بہانوں سے معلق رکھے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ''(۱)

''طلاق دو مرتبہ کی ہیں۔ پھر خواہ رکھ لینا قاعدے کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ اور تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ (چھوڑنے کے وقت) کچھ بھی لو (گو) اس میں سے (سہی) جو تم نے ان کو (مہر میں) دیا تھا مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابطِ خداوندی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے''۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا. (۲)

''اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دیدی پھر وہ اپنی عدت گزارنے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو تم ان کو قاعدے کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۲۹ (۲) ایضاً آیت ۲۳۱

قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے"۔

"وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ"(۱)

"اور جب تم لوگوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی پھر وہ عورتیں اپنی عدت بھی پوری کرچکیں تو تم ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں، جبکہ باہم رضامند ہوجائیں قاعدے کے موافق"۔

"فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ"(۲)

"پھر جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت گزارنے کے قریب پہنچ جائیں (تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو (اے گواہو اگر گواہی کی حاجت پڑے تو) ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے (بلا رورعایت) گواہی دو"۔

ان آیاتِ قرآنیہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ بیوی کو معلق رکھنا جائز نہیں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد متعین نہیں تھی سو طلاق کے بعد بھی ظالم شوہر سے رہائی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ شوہر جب چاہتا طلاق دے دیتا اور جب چاہتا رجوع کرلیتا۔ بے چاری عورت نہ اس شوہر کی محبت پاتی اور نہ جدا ہو پاتی کہ دوسرے مرد سے شادی کرکے اپنی زندگی خوشگوار بنا سکے۔ لیکن اسلام نے صنفِ نازک پر احسان کرتے ہوئے طلاق کی آخری حد متعین کردی تاکہ عورت کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوجائے۔ اگر کوئی اپنی بیوی

(۱) سورہ بقرہ آیت ۲۳۲ (۲) سورہ طلاق آیت ۲

کے ساتھ حسنِ سلوک نہیں کرتا اور نہ اس کو طلاق دے کر جدا کرتا ہے اور نہ خلع کے لیے تیار ہے تو ایسی حالت میں عورت کو اسلامی عدالت میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

بیوی کے حقوق:

شوہر پر بیوی کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور اس کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہوئے اس کی تمام جائز ضروریات پوری کرے۔ اس کی حوصلہ افزائی کرے اور معمولی کوتاہیوں کو نظر انداز کرے، کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا. (۱)

"اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے رہو، اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین میں سب سے بہتر اس شخص کو قرار دیا ہے جس کا معاملہ عورتوں کے ساتھ بہتر ہو۔

"أكمل المومنين إيماناً أحسنهم خلقاً وخياركم خياركم لنسائهم خلقاً"(۲)

"ایمان کے اعتبار سے کامل مومنین وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر وہ ہیں جو تم میں عورتوں کے لیے بہتر ہوں"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ نرمی وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے، ان کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کی دلجوئی کی خاطر مسابقہ بھی کیا کرتے تھے۔ ایک غزوہ میں حضرتِ عائشہؓ رفیقِ سفر تھیں، تمام

(۱) سورہ نساء آیت ۱۹

(۲) ترمذی ص۱۱۶۲ باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها

صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا۔ حضرتِ عائشہؓ سے فرمایا آؤ دوڑیں، دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ یہ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر ایک اور موقع آیا۔ حضرتِ عائشہؓ کہتی ہیں کہ اب میں بھاری بھرکم ہوگئی تھی۔ اب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ فرمایا عائشہ یہ اس دن کا جواب ہے۔(۱)

ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن حیدہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ”ماحق المرأة علی الزوج“ یعنی ہم پر بیوی کا کیا حق ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قال ان يطعمها اذا طعم وان يكسوها اذا اكتسى ولايضرب الوجه ولا يقبح ولا يهجر إلا في البيت“(۲)

”جب خود کھائے تو اس کو کھلائے جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لیے اس کو علاحدہ کرے“۔

عورت کی فطرت میں کجی ہے، لہٰذا مرد اس کی کجی کے ساتھ لطف اندوز ہو اور اس کے ساتھ خوش گوار زندگی گزارے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إن المرأة خلقت من ضلع لن تستقيم لك على طريقة فان استمتعت لها و بها عوج وان ذهبت تقيمها كسرتها وكسرها طلاقها“(۳)

”بلاشبہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے تم ہرگز اس کو سیدھی نہیں کر سکتے، اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو کجی کے باوجود فائدہ اٹھاؤ۔ اگر تم نے اس کو سیدھی کرنے کی کوشش کی تو تم اس کو توڑ دو گے، اس کا توڑنا طلاق ہے“۔

(۱) سنن ابوداؤد باب السبق
(۲) ابن ماجہ ج۱ ص۵۹۳ باب حق المرأة علی الزوج
(۳) مسلم ج۲ ص۱۰۹۱ باب الوصیة بالنساء

مرد کو چاہیے کہ اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھے اور معمولی کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف کرے اور اس کی فطری کجی پر صبر کرتے ہوئے اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لایفرك مومن مومنة ان كره منها خلقا رضي منها آخر“(۱)

”کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو اس کی دوسری عادت سے راضی ہو جائے“۔

شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھے جن سے اس کی جان اور عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہو۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ثلاثة لایدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث ورجلة النساء“(۲)

”تین قسم کے لوگ جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔ والدین کا نافرمان، ”دیوث“ اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتیں“۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”دیوث“ کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

”الذی لایبالی من دخل علی اهله“(۳)

”ایسا شخص جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کون اس کے گھر والوں پر داخل ہوا“۔

مباشرت کا حق:

شوہر اپنی بیوی سے مباشرت کرے اور ایک دوسرے کو شیطان کے مکر وفریب سے بچائے۔ مسلم کی ایک روایت کے مطابق جماع کرنا اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔ ایک مرتبہ

(۱) مسلم ج۲ ص۱۰۹۱ ح ۱۴۶۹
(۲) رواہ النسائی ج۵ ص۸۰ (۳) رواہ الطبرانی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بیوی سے جماع کرنے میں تمہارے لیے اجر وثواب ہے۔صحابۂ کرام نے پوچھا یارسول اللہ ہم میں سے اگر کوئی اپنی شہوت کو پوری کرتا ہے، تو کیا اس کے لیے اجر ہے؟ فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ اپنی شہوت کو کسی حرام جگہ پر پوری کرتا تو اس کو گناہ ہوتا اسی طرح حلال جگہ میں شہوت پوری کرنے میں اجر ہے۔

امام ابن حزم کے نزیک شوہر پر بیوی سے مجامعت کرنا فرض ہے۔کم از کم ہر طہر میں ایک مرتبہ جماع کرنا چاہیے، اس میں کوتاہی کرنے والا گنہگار رہوگا۔ان کی دلیل اللہ کا یہ کلام ہے۔

''فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ''(۱)

''پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہوجائیں تو ان کے پاس آجاؤ جس جگہ سے تم کو اللہ نے اجازت دی ہے''۔

امام شافعیؒ کے نزدیک شوہر پر مجامعت واجب نہیں ہے۔ یہ شوہر کا حق ہے۔ چاہے استعمال کرے یا نہ کرے۔امام احمد بن حنبلؒ مقیم کے لیے چار مہینے اور مسافر کے لیے چھ مہینے میں جماع کرنے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

جمہورِ علماء کے نزدیک شوہر پر جماع کرنا واجب ہے۔مجبوری کے بغیر اس سے روگردانی کرنا باعث گناہ ہے۔جب کہ اس سلسلے میں علمائے احناف کے دو طبقے ہیں۔حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانیؒ سابق نائب امیرِ شریعت بہار واڑیسہ اپنی مشہور کتاب ''کتاب الفسخ و التفریق''میں لکھتے ہیں:

''ایک جماعت کے نزدیک شوہر پر مزید مجامعت واجب تو ہے مگر یہ دیانۃً واجب ہے، قضاءً اور قانوناً واجب نہیں ہے۔یعنی شوہر اگر مجامعت چھوڑ دے تو بیوی کو نہ تو شوہر سے مجامعت کے مطالبہ کا حق ہے اور نہ قاضی کی عدالت میں عورت کو اس کے متعلق دادخواہی کا حق ہے اور نہ قاضی کو اس کا حق ہے کہ وہ

(۱) سورہ بقرہ ۲۲۲

شوہر کو اس پر مجبور کردے۔

دوسری جماعت کے نزدیک شوہر پر مزید مجامعت دیانۃً واجب تو ہے ہی قضاءً بھی واجب ہے۔حنفیہ کی اس دوسری جماعت کی تائید عہدِ فاروقی کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے اپنے شوہر کے عدمِ ادائے حقوقِ زوجیت کے متعلق ان الفاظ میں استغاثہ کیا:

یا أمیر المؤمنین ان زوجی یصوم النهار ویقوم اللیل وأنا اکره ان أشکوه

''اے امیر المؤمنین میرا شوہر دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر خدا کی عبادت کرتا ہے اور میں اس کو برا سمجھتی ہوں کہ اپنے شوہر کی شکایت کروں''۔

حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر فرمایا ''نعم الرجل ذلك''(تمہارا یہ شوہر بڑا اچھا آدمی ہے)عورت نے یہ سُن کر پھر اپنی بات کو دہرایا اور حضرت عمرؓ نے پھر وہی جواب دیا اور کچھ مزید بات نہیں فرمائی۔حضرت کعب بن مسعود جو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے کہا یا امیر المومنین ''انها تشکو زوجها فی هجره فراشها''(امیر المومنین! یہ عورت اپنے شوہر کے عدم ادائے حقوقِ زوجیت کی شکایت کررہی ہے)تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ''کما فهمت اشارتها فاحکم بینهما''، جس طرح تم نے اس کے اشارہ کی بات کو سمجھا ہے، تم ہی ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردو۔حضرتِ کعبؓ نے اس کے شوہر کو بُلا بھیجا، جب وہ آیا تو عورت سے کہا کہ تم کیا کہتی ہو؟ تو اس عورت نے یہ شعر پڑھا:

یا ایها القاضی الحکیم ارشده   الهی خلیلی من فراشی مسجده
زهده فی مضجعی تعبده   نهاره و لیله ما یرقده
و لست فی امر النساء احمد

''اے عقلمند قاضی میرے رفیق حیات(شوہر)کو میرے بستر سے ان

کی مسجد نے غافل کر دیا ہے۔ اب ان کو ہدایت کیجئے، ان کی عبادت نے ان کو
میرے ساتھ سونے سے بیزار کر دیا ہے اور وہ ان کو رات دن کسی وقت سونے نہیں
دیتی ہے۔ اس لیے عورتوں کے حق میں ان کو لائقِ ستائش نہیں سمجھتی ہوں''۔

حضرتِ کعبؓ نے اس کے بعد اس کے شوہر سے کہا ''ماتقول''، تم اس
کے جواب میں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے بھی اپنا جواب شعر میں ہی دیا۔

زهدني في فرشها وفي الكلل　　اني امرء اذهلني ماقد نزل
في سورة النمل وفي السبع الطول

''مجھ کو عبادت نے اپنی بیوی کے بستر اور اس کی مچھر دانی کے اندر
جانے سے روک دیا ہے اور اب میں ایسا آدمی ہوں جس کو ان آیتوں نے جو سورہ
نمل اور سبع طوال میں نازل ہوئی ہیں مدہوش کر دیا ہے''۔

اس جواب کے سننے کے بعد حضرتِ کعبؓ نے بھی اپنا فیصلہ شعر ہی میں
سُنایا اور اس کو حکم دیا کہ مجامعت عورت کا حق ہے، تم اس کو اس طرح ادا کیا کرو اور یہ
حیلہ و بہانہ جن کو تم نے بیان کیا ہے، چھوڑ دو۔ فیصلہ کا شعر یہ ہے:

ان لها حقا عليك يا رجل　　تصيبها من اربع لمن عقل
فاعطها ذاك ودع عنك العلل

''اے شخص لاریب، تیری بیوی کے لیے حق تجھ پر واجب ہے۔ چار شب میں
ایک شب ضرور ملا کرو، اگر عقلمند ہو، اب اس کو اس کا حق دو اور اپنے حیلوں سے باز آؤ''۔

اس فیصلہ کو سُن کر حضرت عمرؓ نے پوچھا ''اين لك هذا'' یہ فیصلہ تم نے
کس بنیاد پر کیا تو حضرت کعبؓ نے جواب دیا۔

''لأن الله اباح للحر اربع زوجات فلكل واحدة يوم وليلة'' یہ
اس لیے کہ اللہ نے آزاد مرد کے لیے چار بیویوں کو مباح کیا ہے، لہٰذا ہر ایک بیوی
کے حصّہ میں ایک دن ہے اور ایک رات ہے اور یہ رات چوتھی رات ہوگی۔

حضرت کعبؓ کے اس جواب کو سُن کر حضرت عمرؓ بہت مسرور ہوئے اور
ان کو بصرہ کا قاضی بنادیا''۔(۱)

شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے:

شریعت اسلامیہ نے عورت کو ہر طرح کی مالی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے۔
اور اس کو کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے جہد وسعی اور مشقت و پریشانی میں مبتلا کرنے کے
بجائے راحت وعزت اور چین وسکون کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا کیے ہیں۔ مہر، نفقہ،
لباس و پوشاک، دوا علاج اور دوسری ضروریات، ولیمہ، مہر نیز بچوں کی کفالت کی ساری ذمہ
داری مردوں کے سر رکھی گئی ہیں۔

نفقہ کا وجوب قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے ثابت ہے اس کا وجوب قرآن
سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے
ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے مطابق، کسی کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کے برداشت
کے مطابق''۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول مطلقات کے حق میں'' وسعت والے کو اپنی وسعت کے
مطابق (بچہ پر) خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہیے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا
ہے اس میں سے خرچ کرے خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا
ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا قول مطلقات کے بارے میں'' تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت
کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو'' جب عدت کے دوران مطلقات کو یہ حق
حاصل ہے تو بیویاں اس کی زیادہ مستحق ہیں۔

حدیث سے بھی نفقہ کا وجوب ثابت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے
متعلق اللہ سے ڈرو وہ تمہاری معین ومددگار ہیں۔ بیشک تم نے ان کو اللہ کے حکم سے اپنایا
ہے۔ اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ اپنے

(۱) کتاب الفسخ والتفریق ص۷۰

اوپر کسی کو قدرت نہ دے جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور تم پر ان کا کھانا اور لباس بھلے طریقہ سے واجب ہے۔

روایت کیا گیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: شوہر پر بیوی کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اس کو کھلائے جب وہ کھائے۔ وہ اس کو پہنائے جب وہ پہنے۔ اس کو گھر میں تنہا نہ چھوڑے۔ اس کو نہ مارے نہ برا بھلا کہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ: ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اور میرے بچے کو اتنا نہیں دیتے جو ہمیں کافی ہوجائے۔ مگر میں اس کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لیتی ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا لے لو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہوجائے۔

رہی بات قیاس کی تو فقہ کا اصولی قاعدہ ہے جو غیر کے حق کے لیے کاربند ہوجائے تو اس کا نفقہ اس شخص پر ہے (جس کے لیے اس نے اپنے آپ کو پابند کیا ہے) مفتی، والی، قاضی، اور اسی طرح حکومت کے دیگر کارکنان کا نفقہ بیت المال پر واجب ہے اس لیے کہ انھوں نے حکومت کی منفعت ومفاد کی خاطر طلب رزق سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا تو حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان کے لیے اس قدر پیش کرے جو ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے رواج کے مطابق کافی ہوجائے۔ بیوی نے اپنے آپ کو گھر کے کام کاج اور گھریلو کام کی دیکھ ریکھ کے لیے پابند کرلیا ہے اور گھریلو کاموں میں اپنے آپ کو مشغول کرنے کا عوض یہ ہے کہ اسے نفع کا حق حاصل ہو۔

اجماع: اس پر نبی ﷺ کے زمانہ سے اب تک مسلمانوں کا اجماع رہا ہے۔ اس سلسلے میں کسی نے مخالفت نہیں کی‘‘۔

عالم اسلام کے مایہ ناز فقیہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اپنی معروف کتاب **الفقه الاسلامی وأدلته** میں مستند کتابوں کے حوالے سے نفقۂ زوجیہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی بحث سے منتخب عبارتیں مع ترجمہ پیش کی جارہی ہیں:

’’ان النفقة لغة هي ما ينفقه الانسان على عياله، وهي شرعاً الطعام والكسوة والسكنى وعرفاً في اطلاق الفقهاء: هي الطعام فقط ولذا يعطفون عليه الكسوة والسكنى والعطف يقتضي المغايرة.(۱)

وجوبها: اتفق الفقهاء على وجوب النفقة للزوجة مسلمة كانت أو كافرة بنكاح صحيح فاذا تبين فساد الزواج وبطلانه رجع الزوج على المرأة بما أخذته من النفقة وثبت وجوبها بالقرآن والسنة والاجماع والمعقول.(۲)

لغت میں نفقہ وہ ہے جس کو انسان اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے۔ اور شریعت میں نفقہ کھانا، کپڑا اور رہائش کو کہتے ہیں اور فقہاء کی اصطلاح میں صرف کھانا مراد ہے۔ اس لیے وہ اس پر پوشاک اور رہائش کو عطف کرتے ہیں۔ اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔

فقہاء کا بیوی کے نفقہ کے وجوب پر اتفاق ہے چاہے بیوی مسلمان ہو یا کافرہ نکاح صحیح کی وجہ سے۔ جب شادی کا فساد اور اس کا بطلان ظاہر ہوجائے تو شوہر اپنی بیوی سے ان تمام چیزوں کو واپس لے لے گا جو اس عورت نے نفقہ میں حاصل کیا ہے۔ اور اس (نفقہ) کا وجوب قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔

تشمل النفقة الزوجية مايأتي:

۱. **الطعام والشراب والادام**

۲. **الكسوة** ۳. **المسكن**

۴. **الخدمة ان لزمتهاأو كانت ممن تخدم**

۵. **آلة التنظيف ومتاع البيت.**

---

(۱) الدر المختار وحاشية ابن عابدين ۲/۸۸٦

(۲) الفقه الاسلامي و ادلته ج ۷، ص ۷۸٦، بحواله البدائع ٤/١٥، فتح القدير ۳/۳۲۱، بداية المجتهد ۲/۵۳ وما بعدها، مغنى المحتاج ۱/٤۲٦، المغنى ج۷، ص ۵۳۳

قد نصت المادة ٧١ من القانون السوری على أنواع النفقة وتقريرها آخذة بوجوب نفقات التطبيب والعلاج.

١. النفقة الزوجية تشمل الطعام والكسوة والسكنىٰ والتطبيب بالقدر المعروف، وخدمة الزوجة التی يكون لأمثالها خادم

٢. يلزم الزوج بدفع النفقة الى زوجية اذا امتنع عن الانفاق عليها أو ثبت تقصيره.

الواجب الاوّل:. الطعام وتوابعه

قرر الفقهاء أنه يجب للزوجة الطعام والشراب والادام وما يتبعها من ماء وخل وزيت ودهن للأكل وحطب وقود ونحوها ولا تجب الفاكهة.(١)

مندرجہ ذیل نفقۂ زوجیہ میں شامل ہے۔

١۔ کھانا پانی اور سالن ٢۔ لباس ٣۔رہائش

۴۔ خدمت ۵۔ صفائی کا آلہ اور گھر کا سامان

دستور شام کی دفعہ ۷۱ نفقہ کے انواع پر محیط ہے جس میں ڈاکٹر اور علاج کے اخراجات کو بھی شوہر پر لازم قرار دیا گیا۔

١۔ نفقہ زوجیہ میں طعام، پوشاک، رہائش اور دوا علاج عرف کے مطابق اور ایسی خدمت جو بیوی کے ہم رتبہ عورتوں کو حاصل ہے۔

٢۔ شوہر پر اپنی بیوی کا نفقہ لازم قرار دیا جاتا ہے۔ جب شوہر اس پر خرچ کرنے سے

(١) الفقه الاسلامی ج٧، ص ٧٩٨، بحواله البدائع والصنائع ٤/٢٣، فتح القدير ٣/٣٢٢ و مابعدها، الدر المختار ٢/٨٩٩، القوانين الفقهية ص ٢٢١ وما بعدها. الشرح الصغير ٢/٧٣١ ومابعدها ٧٣٩. بداية المجتهد ٢/٥٤، مغنی المحتاج ٣/٤٢٦، ٤٢٩، المهذب ٢/١٦١-١٦٢، المغنی ٧/٥٦٨ وما بعدها، كشاف القناع ٥/ ٥٣٣ وما بعدها)

رک جائے یا اس کی کوتاہی ثابت ہو جائے۔

پہلا واجب:۔ کھانا اور اس کے لوازمات ہیں۔

فقہاء کے نزدیک بیوی کے لیے کھانا، پانی اور سالن واجب ہے اور جو اس کے تابع ہیں مثلاً، پانی، سرکہ، تیل، لکڑی، اور ایندھن وغیرہ، میوہ واجب نہیں ہے۔

الواجب الثانی: الكسوة

أجمع العلماء على أنه تجب على الزوج لزوجته كسوتها، لانها لابد منها على الدوام ولقوله عزوجل(وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف) وقول النبی ﷺ ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف، وقوله عليه السلام لهند،" خذی مايكفيک وولدک بالمعروف" والكسوة بالمعروف: هی الكسوة التی جرت عادة أمثالها بلبسه.(١)

دوسرا واجب: لباس ہے۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ شوہر پر اس کی بیوی کا پوشاک واجب ہے۔ یہ اس پر ہر حال میں واجب ہے۔ اللہ کے اس قول کی وجہ سے" وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف"

اور نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں پر ان کا کھانا اور کپڑا بھلے طریقے سے واجب ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا۔ لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے کے لیے کافی ہو جائے۔ اور مناسب لباس وہ ہے جو اس (بیوی) کے امثال میں رائج ہو۔

الواجب الثالث: المسكن

يجب للزوجة أيضاً مسكن لائق بها اما بملک أو كراء أو اعارة أو وقف، لقوله تعالىٰ(أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم) ای بحسب

(١) الفقه الاسلامی و ادلته ج٧ ص ٨٠٢، بحواله البدائع ٤/٢٣ ومابعدها. الدر المختار ٢/٨٩٣ وما بعدها، القوانين الفقهية ص ٢٢٢، مغنی المحتاج ٣/٤٢٩-٤٣٣ ما بعدها، المغنی ٧/٥٦٨، الشرح الصغير ٢/٧٣٨، المهذب ٢/١٦٢، كشاف القناع ٥/٥٣٤، المغنی ٧/٥٧٢

سعتكم وقدرتكم المالية، وقوله تعالىٰ (وعاشروهن بالمعروف) ومن المعروف أن يسكنها فى مسكن ولأنها لا تستغنى عن المسكن للا ستتار عن العيون وحفظ المتا ع.

ويكون المسكن كالطعام والكسوة على قدر يسار الزوجين اعسارهما لقوله تعالى" من وجدكم"

وبناء عليه يجب أن يتوافر فى المسكن الأوصاف الآتية:

١. أن يكون ملائما حالة الزوج المالية للآية السابقة" من وجدكم"

٢. ان يكون مستقلا بها ليس فيه أحد من أهله الا أن تختار ذلك وهذا عن الحنيفة.

٣. ان يكون المسكن مؤثثاً مفروشاً فى رأى الجمهور غير المالكية: بأن يشتمل على مفروشات النوم من فراش ولحاف ووسادة، ادوات المطبخ من آلات الأكل والشرب الطبخ من قدر(آلة مطبخ) وقصعة(آلة آكل) وكوز(ابريق) وجرة(آلة شرب) ونحوهاحسب العادة مما لاغنى لها عنه كمغرفة، وما تغسل فيه ثيابها، وأدوات الاضاء ة. لان المعيشة لا تتم بدون المذكور. فكان من المعاشرة بالعروف.

اتفق الفقهاء على اشتراط كون المسكن مشتملا على المرافق الضرورية اللازمة السكنى من دورة مياه ومطبخ ومنشر، وان تكون تلك المرافق خاصة بالسكن الا اذا كان الزوج فقيراً ممن يسكن فى غرفة فى دار كبيرة متعددة الغرف والسكان، بشرط كون الجيران صالحين(١)

---

(١) الفقه الاسلامى ج٧ ص ٨٠٣-٨٠٥ بحواله فتح القدير ٣/٣٣٤ وما بعدها، الدر المحتار ج٢ ص ٩١٢-٩١٤، الشرح الصغير ٢/٧٣٧، القوانين الفقهية ٢٢٢، مغنى المحتاج ٣/٤٣٠-٤٣٢، المهذب ٢/١٦٢، المغنى ٧/٥٦٩)

تیسرا واجب: رہائش ہے، بیوی کے لیے اس کے مناسب حال رہائش واجب ہے چاہے وہ مکان اس کی ملکیت میں ہو یا کرایہ کا ہو یا عاریت کا ہو یا وقف کا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''أسكنو هن من حيث سكنتم من وجدكم'' یعنی تمہاری حیثیت اور مالی طاقت کے مطابق ہو۔ اوراللہ تعالیٰ کا قول'' عاشروهن بالمعروف'' اورمعروف یہ ہے کہ اس کو ایسی جگہ میں رکھو جو لوگوں کو نظروں سے پوشیدہ رہے اوراس میں اس کا سامان بھی محفوظ رہے۔

رہائش بھی طعام و پوشاک کی طرح زوجین کی تنگی ووسعت کے مطابق واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''من وجدكم'' کی وجہ سے۔ اسی بناء پر واجب ہے کہ رہائش مندرجہ ذیل اوصاف سے متصف ہو:

۱۔ وہ شوہر کی مالی حالت کے مطابق ہو سابق آیت:'' من وجدكم'' کی وجہ سے۔

۲۔ وہ مسکن ایسا ہو جس میں شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو مگر بیوی شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو اور یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

۳۔ جمہور کی رائے میں مسکن فرنیچر سے آراستہ ہو، مالکیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ مفروشات نوم میں بستر، لحاف اور تکیہ شامل ہے اور مطبخ کا سامان مثلاً کھانے پینے کے آلات توا، پیالہ، لوٹا، گھڑا وغیرہ اسی طرح وہ چیزیں جن کا عرف ورواج ہو، اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ جیسے کڑھائی اور ایسی چیز جس میں اپنے کپڑے کو دھوئے اور روشنی کا سامان۔ اس لیے کہ زندگی گذارنا مذکورہ بالا چیزوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور یہ حسن معاشرت ہے۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رہنے کی جگہ ضروری ولازمی سہولیات سے آراستہ ہو۔ بیت الخلاء وغسل خانہ، مطبخ اور وہ سہولت جو رہائش کے لیے ضروری ہو، مگر جب شوہر نادار ہو، جو ایسے مکان جس میں بہت سے کمرے ہوں اور بہت سے لوگ رہنے والے ہوں اوراس مکان کے ایک کمرے میں رہتا ہو اوراس کے تمام پڑوسی نیک وصالح ہوں۔

الواجب الرابع: نفقة الخادم ان كانت ممن تخدم.

اتفق الفقهاء على انه يلزم للزوجة نفقة الخادم اذا كان الزوج موسراً وكانت المرأة ممن تخدم فى بيت ابيها مثلا ولا تخدم نفسها لكونها من ذوى الأقدار أو مريضة لأنه من المعاشرة بالمعروف ولأن كفايتها واجبة عليه، وقال تعالى(وعاشروهن بالمعروف) والأولىٰ للموسر اخدام زوجته التى تخدم نفسهالأنه معاشرة بالمعروف.(۱)

چوتھا واجب:۔خادم کا خرچ

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شوہر پر بیوی کے خادم کا خرچ لازم ہے، جب کہ شوہر مالدار ہو۔ اور عورت اپنے والد کے یہاں خدمت لیتی اور خود کام نہیں کرتی تھی۔ صاحب حیثیت ہونے کی وجہ سے یا بیمار ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ یہ حسن معاشرت ہے۔ اور اس کی رعایت کرنا شوہر پر لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" **وعاشروهن بالمعروف**'' بہتر یہ ہے کہ مالدار شوہر کو اپنی بیوی کی خدمت کے لیے خادمہ کا نظم کرنا چاہیے۔اس لیے کہ یہ حسن معاشرت ہے۔

الواجب الخامس: آلة التنظيف ومتاع البيت.

اتفق الفقهاء على وجوب أجرة القابلة وآلات التنظيف واختلفوا فى أدوات التجميل ومتاع البيت. فقال الحنفية. يجب على الزوج آلة طحن وخبز وآنية شراب وطبخ. ككوز وجرة وقدر ومغرفة وكذا سائر أدوات البيت كحصير ولبدو طنفسة(بساط صوف) وما تنتظف به وتنزيل

(۱) الفقه الاسلامى وادلته ج۷ ص ۸۰۵ بحواله البدائع ۴/۲۴، فتح القدير ۳/۳۲۷۔۳۲۹، الدر المختار ۲/۹۰۱، بداية المجتهد ۳/۵۴، الشرح الصغير ۲/۷۳۴، مغنى المحتاج ۳/۴۳۲ ومابعدها۔ المهذب ۲/۱۶۲، المغنى ۷/۵۶۹ وما بعدها غاية المنتهى ۳/۲۳۴، كشاف القناع ۵/۵۳۷ ومابعدها)

الوسخ كمشط وأشنان وصابون وسدر ودهن وخطمى على عادة أهل البلد ويجب عليه مداس رجلها وما تغسل به ثيابها و بدنها وينقل لها ماء الغسل من الجنابة ويجب لها ماء الوضو، وأما الطبيب فيجب عليه مايوضع بعد الحيض والرائحة الكريهة. اما الخضاب والكحل فلا يلزمه، بل هو على اختياره، ولا تجب لها الفاكهة والقهوة والدخان.(۱)

پانچواں واجب: صفائی کا آلہ اور گھریلو سامان ہے۔

دائی جنائی کی اجرت اور صفائی کے آلات کے وجوب پر فقہاء کا اتفاق ہے البتہ ان کا اختلاف زینت کے سامان اور گھریلو سامان میں ہے، امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ شوہر پر آٹا چکی، توا، پینے اور پکانے کے برتن، جیسے مشکیزہ، گھڑا، ہانڈی، ڈوئی اور اسی طرح گھر کے تمام سامان جیسے چٹائی، نمدہ، اون کی چادر اور وہ چیز جس سے صفائی کی جاتی ہے اور میل کو دور کیا جاتا ہے، جیسے کنگھی، دھونے کی گھاس، صابون، بیر، تیل اور خطمی عرف ورواج کے مطابق واجب ہے اور شوہر پر چپل اور نہانے کے صابن کا نظم کرنا واجب ہے اور اس کے لیے وضو اور غسل جنابت کی پانی کا نظم واجب ہے، اور کہا گیا ہے کہ طبیب کی طرح دائی کی اجرت بھی عورت پر واجب ہے۔ حیض اور خون کی بدبو دور کرنے کے لیے خوشبو شوہر پر واجب ہے۔ خضاب اور سرمہ شوہر پر لازم نہیں ہے بلکہ وہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ میوہ چائے اور تمبا کو شوہر پر واجب نہیں ہے۔

☆☆☆

(۱) الفقه الاسلامى و ادلته ج۷ ص ۸۰۷ بحواله الدر المختار ۲/۸۹۳، الشرح الصغير ۲/۷۳۳ ومابعدها ۷۳۸، القوانين الفقهية ص ۲۲۲، المهذب ۲/۱۶۱، مغنى المحتاج ۳/۴۳۲۔۴۲۷، المغنى ۷/۵۶۷ ومابعدها۔ كشاف القناع ۵/۵۳۴۔۵۳۶، غاية المنتهى ۳/۲۳۳)

مہر:

شوہر پر بیوی کا مہر واجب ہے۔ اگر مہرِ معجّل ہو تو فوری طور پر بیوی کے حوالے کردے اور اگر مہرِ موجل ہو تو جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے۔ البتہ اس میں تاخیر کی گنجائش ہے۔ مہر پر بیوی کو مالکانہ حق حاصل ہے، وہ جہاں چاہے اس کو خرچ کرے، جو لوگ مہر ادا نہیں کرتے ان کو قیامت میں ذلت کا سامنا کرنا ہوگا۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا: ''جس کسی آدمی نے کسی عورت سے قلتِ مہر یا کثرتِ مہر پر شادی کی لیکن اس کے دل میں عورت کے اس حق کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے اس نے عورت کو دھوکا دیا۔ وہ مرگیا اس حال میں کہ اس نے عورت کا حق یعنی (مہر) اس کے سپرد نہیں کیا تو قیامت میں زانی کی حیثیت سے ملاقات کرے گا۔(۱)

اگر بیوی بلا کسی جبر و دباؤ کے اپنی مرضی اور خوشی سے مہر معاف کردے تو اس کو اپنے مصرف میں استعمال کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَکُلُوْهُ هَنِیْٓأً مَرِیْٓأً ''(۲)

''ہاں اگر وہ بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تو تم اس مہر کو مزیدار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ''۔

دولت و جائیداد پر مالکانہ حق:

عورت کو دولت و جائیداد پر مالکانہ حق حاصل ہے۔ شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی کی دولت و جائیداد پر قابض ہو جائے یا اس کی اجازت و مرضی کے بغیر اس کی دولت میں سے خرچ کرے۔ مہر، ترکہ، ملازمت، تجارت اور ہبہ کے ذریعہ حاصل شدہ دولت و جائیداد پر عورت کا پورا حق ہے۔ اس کو پورا اختیار ہے کہ جہاں چاہے خرچ کرے۔ شوہر پر یا اولاد پر خرچ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بیوی اور اولاد کی جملہ ضروریات پوری کرنا شوہر پر واجب ہے۔

---

(۱) الترغیب والترھیب للمنذری جلد۳، ص۴۸ (۲) سورہ نساء آیت ۴

تجارت و کاروبار کرنے کی اجازت:

اسلام میں تجارت کی فضیلت و اہمیت وارد ہوئی ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو تجارت اور جائز ذریعۂ آمدنی اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ صحابہ اور صحابیات دورِ رسالت میں تجارت کیا کرتی تھیں۔ اس لیے حدودِ شرعی میں رہتے ہوئے تجارت اور دیگر ذرائعِ آمدنی اختیار کرنے کی عورت کو اجازت حاصل ہے اور اس کو اپنی دولت و جائیداد پر مالکانہ حق حاصل ہے۔ شوہر یا کوئی اور رشتہ دار اس کی مرضی کے بغیر اس کی دولت کو اپنی تحویل میں نہیں لے سکتا ہے اور نہ استعمال کرسکتا ہے۔

سکون کا ماحول:

بیوی کو ایسا پرسکون ماحول فراہم کیا جائے جہاں وہ اپنی عزت کو محفوظ رکھ سکے اور اپنے اوپر عائد حقوق و فرائض کو سکون کے ساتھ انجام دے سکے اور اپنی اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے فریضے کو انجام دے سکے۔ اس کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ دار نہ ہو جس کی وجہ سے وہ اپنی عصمت یا سامان کے جاتے رہنے کا خطرہ ہو۔ یا کسی نقصان کا اندیشہ ہو۔

پردہ:

مرد اور عورت سے دنیا کا نظام قائم ہے۔ ان میں آپسی محبت والفت، ملاقات و اختلاط اور ایک دوسرے میں رغبت و دلکشی یہ سب بشری تقاضے اور فطری اعمال ہیں لیکن یہ اعمال خالقِ کائنات کے حکم کے مطابق انجام پائیں تو دونوں جہاں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے لیکن جب جب بھی اللہ کے قائم کردہ اصول کو توڑا گیا تو انسانیت ناکامیابی اور بربادی سے ہمکنار ہوئی۔ دورِ حاضر میں حقوقِ نسواں اور آزادیٔ نسواں کے دلفریب نعرے بلند کر کے بے راہ روی، عریانیت و بے حیائی اور زنا و بدکاری کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں برائیاں عام ہوگئی ہیں۔ زنا بالجبر، قتل و آبروریزی

اورلوٹ مار عام ہوگئی ہے۔لوگوں کی زندگی سے سکون واطمینان رخصت ہوگیا ہے لہٰذا اسلام میں پردے کا حکم عظیم حکمت ومصلحت کی بنا پر دیا گیا ہے۔اس کی پابندی واہتمام سے فرد، خاندان اور معاشرہ کامیابی وفلاح سے ہمکنار ہوتا ہے۔

خلع :

طلاق کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے کیونکہ وہ سربراہ ہے اور تمام مالی ذمہ داریوں کا کفیل ہے۔البتہ عورت کو بھی خلع کا حق دیا اور فسق وتفریق کے ذریعے اپنے شوہر سے علاحدہ ہونے کا حق دیا جس کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار تھا۔

خلع یہ ہے کہ عورت مرد کو کچھ مال دے کر یا مرد کے ذمہ اس کا جو کچھ باقی ہے، اس کو معاف کر کے بدلہ میں طلاق حاصل کرلے اور اس طلاق کے لیے خلع کا لفظ استعمال کرے، اس کی وجہ سے طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَاجُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ (۱)

اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے دے، اس میں دونوں پر گناہ نہیں ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔

ثابت بن قیس کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہؐ! ثابت بن قیس کے اخلاق اور دینداری میں کوئی عیب نکالنا نہیں چاہتی لیکن وہ مجھے پسند نہیں ہیں، آپؐ نے پوچھا تمہیں اس سے کیا ملا تھا؟ اس نے کہا باغ، فرمایا تم اس باغ کو واپس کرنے کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا ہاں، آپؐ نے ثابت سے کہا باغ واپس لے لو اور اسے ایک طلاق دیدو۔(۲)

(۱) البقرۃ : ۲۲۹
(۲) بخاری ج۳ص۲۷۳ باب الخلع وکیف الطلاق

میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے صبر وتحمل کے ساتھ زندگی گزارتے رہیں اور بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دیں، معمولی باتوں پر علیحدگی کا ارادہ نہ کریں، اس لیے کہ زوجین کی علیحدگی کی وجہ سے آباد گھر برباد ہوجاتا ہے اور بچے پرورش ونگہداشت اور شفقت ومحبت سے محروم ہوجاتے ہیں، اکثر اوقات تعلیم اور روشن مستقبل سے محروم ہوجاتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

ایما امرأۃ سألت زوجها الطلاق من غیر ما بأس فحرام علیها رائحة الجنة۔(۱)

جو عورت اپنے شوہر سے ایسی حالت میں طلاق طلب کرتی ہے جب کہ شوہر کی طرف سے اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ رہی ہو تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

البتہ زوجین کا ایک ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہوجائے، آئے دن لڑائی جھگڑے سے امن وسکون ختم ہوجائے تو علیحدگی بہتر ہے، مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے تو عورت کو بھی حق حاصل ہے کہ خلع، تفریق اور فسخ نکاح کے ذریعہ ازدواجی تعلق ختم کردے۔مجبوری اور نازک حالت میں وہ علیحدگی کے لیے اسلامی عدالت سے رجوع کرے گی۔

☆☆

مطلقات و بیواؤں کی شادیاں

اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔اس نے آخری چارۂ کار کے طور پر طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔میاں بیوی میں تعلقات حد سے زیادہ کشیدہ ہوجائیں، نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور حدود اللہ کو قائم رکھنا دونوں کے لیے دشوار ہوجائے، اس وقت طلاق کی اجازت ہے۔(۱)

(۱) ابوداؤد والترمذی۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۸۴
(۲) سورہ نساء آیت ۳۴۔۳۵

اس لیے معاشرہ میں مطلقات کا وجود فطری امر ہے۔ اسی طرح موت کا آنا یقینی ہے تو بیواؤں سے کوئی معاشرہ خالی نہیں ہے، اگر کوئی عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے اور جنسی خواہشات کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں ان کی شادی ضروری ولازمی ہو جاتی ہے۔ اگر ان کو شادی کی اجازت نہ دی جائے تو فسق وفجور اور زنا و بے حیائی کی راہیں ہموار ہو جانے کا قوی امکان ہے۔ زنا کیا ہے؟ دونوں جہاں کے خالق و مالک نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

''لَاتَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيْلاً''(۱)

''زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی (بات) اور بری راہ ہے''۔

مومن مرد اور مومن عورت زنا نہیں کرتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

''وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَاماً''(۲)

''اور جو کہ اللہ کے ساتھ کسی معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے۔ ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا''۔

ازواجِ مطہرات میں صرف حضرتِ عائشہ صدیقہؓ ایسی تھیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ سلم کے نکاح میں آنے سے پہلے کسی اور کی زوجیت میں نہیں رہی تھیں۔ حضورِ اکرمؐ کی پیروی واتباع میں صحابہ کرام اور اسلافِ امت نے بیواؤں سے نکاح کیا جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے عمل کا روشن باب ہے۔ کبھی عالمی جنگ، کبھی دو ممالک کی جنگ اور کبھی دو خاندانوں کی جنگ وجدال کی وجہ سے مردوں کی تعداد میں بیحد کمی ہو جاتی ہے، اس لیے ایک سچے مذہب کی علامت وخوبی یہ ہے کہ وہ ایسا جامع قانون بنائے جس میں عورتوں کو بقیہ مردوں کے نکاح میں دے دیا جائے تا کہ ان کے نان ونفقہ اور خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کا پاکیزہ ذریعہ میسر آجائے اور معاشرہ ہر قسم کی گندگیوں سے محفوظ رہے

(۱) بنی اسرائیل آیت ۳۲ (۲) سورہ فرقان آیت ۶۸

۔اسلام نے مرد کو چار شادیوں کی اجازت دے کر عورتوں پر احسانِ عظیم کیا ہے اور جنسی خواہش کی تسکین کا پاکیزہ ذریعہ نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام کر کے ان کو ہر طرح کی ذلت و رسوائی سے محفوظ کر دیا ہے۔

ہندو دھرم میں طلاق کا تصور ہی نہیں، اگر کوئی مرد اپنی مذہبی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو عورت کو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔ شوہر کے مرجانے کے بعد اس کا، شوہر کی چِتا میں مرجانا عین ثواب ونجات۔ اگر ایسا نہ کرے تو ساری زندگی کلفت وپریشانی اور ذلت ورسوائی کا مقابلہ کرتی رہے۔(۱)

عیسائی مذہب میں طلاق کا تصور ہی نہیں ہے اس لیے اس مذہب میں مطلقات کی پریشانی کو حل کرنے کے بجائے دوسری شادی کو زنا قرار دیا گیا۔(۲)

لیکن اسلام نے مطلقات و بیواؤں سے شادی کی ترغیب وتاکید کی، اس سے روشن مثال کیا ہو سکتی ہے کہ سرورِ کائنات محمدؐ نے اپنا سب سے پہلا نکاح ایک بیوہ سے کیا۔ حضرت عائشہؓ کے علاوہ تمام ازواجِ مطہرات دوسروں کی نکاح میں رہ چکی تھیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس اسلامی قانون سے انسانیت کو وہ عظیم فوائد حاصل ہوئے ہیں جو قیدِ تحریر سے باہر ہیں۔ اس کی اہمیت سے وہ ممالک اچھی طرح واقف ہیں جہاں کسی بنیاد پر مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے ملک میں منظّم طور پر اس تحریک کا آغاز کیا جائے۔ علماء، ائمہ وخطباء، رہبرانِ قوم وملت، مصلحین ومبلغین، صاحب اثر ورسوخ، صاحب دولت وثروت اور نوجوانانِ ملت اس کی جانب خصوصی توجہ دیں اور تقریر وتحریر، وعظ ونصیحت، گفتگو وذہن سازی اور عملی اقدام کے ذریعہ مطلقات و بیواؤں سے نکاح کا ماحول بنائیں اور ان سے نکاح کو معیوب سمجھنے یا ناقابلِ التفات ہونے کے رجحان وفکر کو بدلنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اور ان مطلقات اور بیواؤں کی ذہن سازی کی جائے جو شادی کی ضرورت محسوس کرتی ہیں لیکن عرف ورواج کی وجہ سے دوسری شادی پر بظاہر آمادہ نہیں ہوتی ہیں۔

(۱) الزواج والطلاق فی جمیع الادیان ص ۵۵۲۔۵۵۳ (۲) فقہ السنہ ج ۲ ص ۲۱۹

اسلامی خاندان میں عفت و پاکدامنی

اسلام نے عصمت و پاکدامنی پر بہت زور دیا ہے۔اس نے اس کی حفاظت کے اصول و ضوابط بنا کر فرد اور خاندان کو سکون و راحت سے ہمکنار کیا ہے اور سماج کے شیرازہ کو بکھرنے سے روک دیا ہے۔آزاد شہوت رانی جہاں انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے وہیں تجرد کی زندگی تباہ کن ہے۔جنسی تکمیل کے صرف دو راستے حلال ہیں ایک علانیہ نکاح کے بعد کسی عورت سے اپنی ضرورت پوری کی جائے یا اپنی باندی سے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ، فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ (۱) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیوں کہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلبگار ہو ایسے لوگ حدشرعی سے نکلنے والے ہیں''۔

اللہ رب العزت نے جن مسلمانوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے، ان میں وہ بھی ہیں جو عفیف اور پاکدامن ہیں۔﴿وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ﴾ (۲) ''اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں''۔

یہاں بھی یہ شرط ہے کہ عورت کے اسی مقام سے فائدہ اُٹھایا جائے جو اس کے لیے دینی و دنیاوی لحاظ سے مفید ہو، اس کے پچھلے حصہ (دبر) سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔اسلام لواطت و اغلام بازی کو حرام قرار دیتا ہے اور ان تمام طریقوں کو ناجائز قرار دیتا ہے جو فطرت اور انسانیت کے خلاف ہے۔اسی طرح کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کرے یا کسی عورت سے تسکین حاصل کرے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کی ترغیب و تاکید کی اور اس کو عبادت کا درجہ دیا ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند کیا ہے۔ خصوصیت سے گناہ میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو تو نکاح کو واجب قرار دیا ہے۔عصمت و پاکدامنی نکاح سے پہلے بھی ضروری ہے اور نکاح کے بعد بھی۔اس کے بغیر پاکیزہ خاندان اور سماج کا وجود ناممکن

(۱) سورہ مومنون آیت ۵۔۶۔۷ (۲) سورہ احزاب ۳۵

ہے۔قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کی کتابوں میں عصمت و عفت پر تفصیلی مواد موجود ہے، پچھلے مذاہب میں بھی اس پر کافی زور دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کے ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔''وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِىْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا'' (۱) اور عمران کی بیٹی مریم نے رو کے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو''وَالَّتِىْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا'' (۲) اور وہ عورت جس نے قابو میں رکھی اپنی شہوت پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں اپنی روح''۔

حضرت یوسفؑ کے متعلق آیا ہے﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ، كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (سورہ یوسف:۲۴) اس عورت نے یوسف کی طرف قصد کیا اور یوسف اس کا قصد کرتے اگر وہ اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھتے، یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں۔ بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں تھا۔حضرت یحییٰؑ کی تعریف میں فرمایا گیا﴿وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (۳) اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور نبی ہوگا صالحین سے''۔

اسلام میں صرف زنا سے بچنے کی تاکید نہیں کی گئی بلکہ دواعی زنا سے بھی بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (۴) ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے''۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ تم زنا نہ کرنا بلکہ یہ کہا کہ ''تم زنا کے قریب نہ جانا'' زنا تو حرام ہے، ہی بلکہ ان تمام کاموں سے بچنا ضروری ہے جو زنا کی طرف لے جائے، اس سلسلہ میں قرآن میں تفصیلی ہدایت موجود ہے سورہ نور میں ہے﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ، ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ، وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَمِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْاَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا

(۱) سورہ تحریم ۱۲ (۲) سورہ انبیاء ۹۱
(۳) سورہ آل عمران ۳۹ (۴) سورہ بنی اسرائیل ۳۲

عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَاءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَایُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾(۱)

ترجمہ: ’’آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے، بیشک اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار کھول کر نہ دکھائیں مگر جو طبعاً کھلا رہتا ہے اور اپنی اوڑھنی اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے‘‘۔

تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ کسی کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہوں ﴿یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتاً غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَانِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا﴾(۲) ’’اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے کے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ ان سے اجازت حاصل نہ کرلو‘‘۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنهم حل لهم أن یفقوا عینه‘‘(۳) جس نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکا اس کے گھر والوں کے لیے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں‘‘۔

جب عورتیں ضرورت کے تحت گھر سے نکلیں تو اپنے آپ کو ایک چادر سے ڈھانپ لیں تاکہ اندرونی زیب و زینت اور خدوخال ظاہر نہ ہوں اور راہ چلتوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شریف و پاکباز عورتیں ہیں۔﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَایُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَّحِیْماً﴾(۴) اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمان کی بیویوں سے بھی کہہ

(۱) سورہ نور ۳۰۔۳۱ (۲) سورہ نور ۲۷
(۳) صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۶۹۹ باب تحریم النظر فی بیت غیرہ (۴) سورہ احزاب ۵۹

دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

زمانۂ جاہلیت میں عفت و پاکبازی قابلِ التفات نہیں تھی۔ زنا و عریانیت کی وباہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ لونڈیوں کو جسم فروشی کے پیشہ میں لگا کر دولت حاصل کی جاتی تھی اور اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ عبداللہ بن ابی اپنی لونڈیوں کو اس کام پر لگا دیتا کہ وہ دوسروں کا دل بہلائے۔ اس کے باوجود عبداللہ بن ابی کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسلام نے آمدنی کے اس ذریعہ کو جرم قرار دیا۔ ’’وَلَاتُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ‘‘(۱) اور اپنی مملوکہ لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو۔‘‘

کسی پاکیزہ مرد کو بدکار عورت سے اور پاکیزہ و پاکدامن عورت کو بدکار مرد سے شادی نہیں کرنا چاہئے، اس سے پاکیزہ خاندان اور معاشرہ کا ماحول پراگندہ ہوتا ہے۔ ’’اَلزَّانِیْ لَایَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً أَوْ مُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لاَ یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ‘‘(۲) بدکار مرد بدکار عورت سے ہی یا مشرکہ سے نکاح کرے گا اور بدکار عورت سے بدکار مرد ہی یا مشرک نکاح کرے گا، ایمان والوں پر یہ حرام ٹھہرایا گیا ہے۔‘‘

زمانہ جاہلیت میں عصمت و عفت کی قدر و قیمت نہیں تھی، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ دیگر امور کے ساتھ زنا نہیں کرنے پر بیعت لیں۔ ’’یٰأَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی أَنْ لَّایُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئاً وَّلَایَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَایَقْتُلْنَ أَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَأْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ أَیْدِیْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ‘‘(۳) اے پیغمبرؐ جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس اس غرض سے آئیں کہ آپ نے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالیں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے۔

(۱) سورہ نور ۳۳ (۲) سورہ نور ۳
(۳) سورہ ممتحنہ ۱۲

اسلام نے جہاں پاکدامن و پاکباز رہنے کی تاکید کی وہیں ایسے لوگوں پر تہمت لگانے کے لیے سزا بھی متعین کی۔ ''وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَا یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَداً وَّاُولٰئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ''(۱) اور جولوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی مت قبول کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں۔''

زنا کے متعلق تفصیلی ہدایات کے باوجود جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اور معاشرہ میں گندگی پھیلاتے پھرتے ہیں ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک سزا متعین کی گئی ہے تاکہ سزا کے خوف سے لوگ برائیوں سے بچیں۔

''اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَاتَاْخُذْکُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ''(۲) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد سوان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے۔''

احادیث مبارکہ میں شادی شدہ مرد اور عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی نے زنا میں ملوث ہونے کی چار مرتبہ شہادت دی اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنے آپ کو پاک کرنے کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے رجم کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو رجم کر دیا گیا''(۳) آخرت کا عذاب بہت سخت اور عبرت انگیز ہے۔ ایک روحانی خواب میں رسول اللہ ﷺ کو بہت سے لوگوں کے اخروی عذاب کی دردناک صوتیں دکھائی گئیں، ان میں بدکاروں کے عذاب کی صورت ان کے فعل قبیح کے مشابہ یہ تھی کہ تنور کی مانند ایک سوراخ تھا جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی اور اس میں بہت سے برہنہ مرد اور برہنہ عورتیں تھیں، جب آگ کے شعلے بلند ہوتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ اس کے اندر سے نکل آئیں گے لیکن جب آگ بجھ جاتی تھی تو یہ لوگ پھر اس کے اندر چلے

(۱) سورہ نور۴ (۲) سورہ نور۲ (۳) ابوداؤد ۱۴۸، حدیث ۴۴۲۸

جاتے تھے''۔(۱) پاکباز و پاکدامن مرد اور عورت کے لیے دنیا میں عزت و سربلندی ہے اور آخرت میں کامیابی اور جنت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سبعة یظلهم الله یوم القیامة فی ظله یوم لا ظل الا ظله امام عادل و شاب نشأ فی عبادة الله، ورجل ذکر الله فی خلاء ففاضت عیناه، ورجل قلبه معلق فی المسجد، ورجلان تحابا فی الله ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال الی نفسها قال انی اخاف الله، ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتی لا تعلم شماله ما صنعت یمینه''(۲) سات آدمیوں کو اللہ (قیامت کے) اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا اس دن اس پروردگار کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ایک) تو عادل سردار و حکمراں اور (دوسرا) وہ جوان جو اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں خرچ کرے اور (تیسرا) وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے، پھر اس کی آنکھیں بہہ جاتی ہیں اور (چوتھا) وہ شخص جو (ایک نماز پڑھ کر) مسجد سے باہر آتا ہے تو جب تک (دوسری نماز کے لیے) مسجد میں واپس نہیں چلا جاتا اس کا دل برابر مسجد میں لگا رہتا ہے اور (پانچواں) وہ شخص کہ جو خالص اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور (چھٹا) وہ شخص کہ اس کو مال اور حسن والی عورت نے بُرے ارادے سے بلایا تو اس شخص نے اس کو کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور (ساتواں) وہ شخص کہ اس نے اللہ کے لیے کچھ خیرات کیا تو اس کو اتنا پوشیدہ رکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی وہ معلوم نہ ہو جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا''۔

دنیاوی برکت یہ بھی ہے کہ اس سے مصیبتیں و بلائیں دور ہوتی ہیں۔ بنی اسرائیل میں تین اشخاص تھے، وہ تینوں ایک غار میں بند ہوجانے پر اللہ سے اپنی اپنی نیکیوں کے ذریعے اس مصیبت سے نجات کی دعائیں مانگیں اور مصیبت سے نجات پائی، ان میں ایک وہ شخص بھی تھا جس نے اللہ کے خوف سے زنا نہیں کیا تھا، حالانکہ اس کو زنا کرنے پر قدرت حاصل تھی۔(۳)

الغرض عصمت و پاکدامنی اسلامی خاندان اور معاشرہ کی امتیازی خصوصیات میں شامل ہے، اس کے بغیر صالح فرد، متوازن خاندان اور پاکیزہ معاشرہ کا وجود ناممکن ہے، جس قوم میں زنا و بے حیائی عام ہوجاتی ہے، اس پر عذابِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور وہ آخرت کے دردناک عذاب کی مستحق ہوجاتی ہے۔

(۱) بخاری ج۱ص۲۴۰ کتاب الجنائز (۳) بخاری ج۴ص۷ ۴۷ باب اجابة دعاء من بر والدیه
(۲) بخاری ج۴ص۵ ۱۷، باب فضل من ترک الفواحش۔ دار المعرفہ بیروت

اسلامی خاندان میں اولاد کی تعلیم وتربیت

اسلامی خاندان میں اولاد کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ والدین کو جہاں اس بات کی فکر ولگن ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کی دنیاوی زندگی سنور جائے اور عزت وسربلندی میں اس سے بہت آگے نکل جائے، اس سے کہیں زیادہ اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ وہ عذابِ قبر سے بچ جائے، جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہوجائے۔ یہ آیت ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہتی ہے۔

''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآاَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ''(۱)

''اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس آگ سے جس کا ایندھن اور (سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو اور مضبوط فرشتے معین ہیں جو اللہ کی ذرا نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں''۔

اولاد کی تعلیم وتربیت خود والدین کے لیے دونوں جہاں میں سودمند ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لان یؤدب الرجل ولده خیر من أن یتصدق بصاع''(۲)

''والد کا اپنے بچوں کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے''۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) سورہ تحریم آیت ۴

(۲) ترمذی ج۴ص ۲۹۷

''من کان له ثلاث بنات أو ثلاث أخوات أو بنتان أو أختان فاحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة''(۱)

''جس کے پاس تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اس نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتا رہا اس کے لیے جنت ہے''۔

اسلامی تعلیم یہ بھی ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرم پہلو اپنایا جائے اور ان کی معمولی کوتاہیوں کو معاف کردیا جائے، ان کی طاقت سے زیادہ کوئی کام نہ لیا جائے۔

حضرت احنف بن قیس کے اس خط کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے جو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو لکھا تھا۔

''اولاد ہماری دلی آرزوؤں کا ثمرہ اور کمر کی ٹیک ہے۔ ہم اس کے لیے اس زمین کی طرح ہیں جو نہایت ہی نرم اور بالکل بےضرر ہے۔ ہمارا وجود ان کے لیے اس آسمان کی طرح ہے جو ان پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ ہم انہی کے سہارے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔ لہٰذا اولاد اگر آپ سے کچھ مطالبہ کرے تو خوش دلی کے ساتھ اسے پورا کیجئے اگر وہ کبھی غمزدہ ہو تو اس کے دل کا غم دور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ سے محبت کرے گی، آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کرے گی۔ آپ اس کے لیے کبھی ناگوار اور ناقابلِ برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اُکتا جائے، آپ کی موت چاہنے لگے اور آپ کے قریب آنے سے ہی نفرت کرنے لگے''۔

بچے رحمت وشفقت کے مستحق ہیں جو ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ نہیں کرتے وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) ترمذی ج۴، ص۲۸۲

''ومن لم یرحم صغیرنا ویؤقر کبیرنا ویأمر بالمعروف وینه عن المنکر فلیس منا''(۱) "یعنی جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا، بھلائی کا حکم نہیں دیتا اور بُرائی سے منع نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

ہم ان بنیادی صفات کو مختصراً ذکر کررہے ہیں، جن کا خود مربی میں پایا جانا ضروری ہے تا کہ بچوں پر تربیت کا پورا اثر پڑے۔ شیخ عبد اللہ ناصح علوان اپنی مشہور کتاب ''تربیۃ الاولاد فی الاسلام'' میں رقم طراز ہیں:

۱۔ **اخلاص**:

مربی کے اندر اوّلین وصف اخلاص کا ہونا چاہیے، یعنی ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کو درست رکھے اور تربیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرے اس لیے کہ قول وعمل میں اخلاص کو ملحوظ رکھنا ہی ایمان کی بنیاد اور اسلام کا تقاضا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر اخلاص کے کوئی بھی عمل قبول نہیں فرماتے۔

۲۔ **تقویٰ**:

مربی میں سب سے ممتاز وصف تقویٰ کا ہونا چاہیے۔ تقویٰ کی تعریف علماء ربانیین نے یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس جگہ ہرگز نہ دیکھے جہاں رہنے سے تمہیں روکا ہے، اور جہاں موجود رہنے کا حکم دیا ہے وہاں سے ہرگز غائب نہ پائے اور بعض حضرات نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ اچھے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا اور ظاہری و باطنی طور سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کبھی کانٹوں والے راستے سے گذرے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں! انہوں نے پوچھا، آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا تھا؟ فرمایا (بچ کر نکلنے کی) خوب کوشش ومحنت کی! انہوں نے فرمایا، یہی تقویٰ ہے۔

(۱) ترمذی ج۴، ص۲۸۴

اسی لیے تقویٰ کے اختیار کرنے پر قرآن پاک کی بہت سی آیات میں اُبھارا گیا ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ کی بہت سی حدیثوں میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر مربی متقی و پرہیزگار نہ ہو اور معاملات وکردار میں اسلام کے طور طریقوں کا پابند نہ ہو، تو لازمی طور پر بچہ آزادی اور بے راہ روی کے دلدل میں پھنس جائے گا۔ اور گمراہی وضلالت کی وادی میں بھٹک جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے خود اس شخص کو برائیوں میں ملوث اور شہوت کے دریا میں غرق دیکھا ہے جو اس کی تربیت کا ذمہ دار تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۳۔ **علم**:

مربی کے اندر ان اصولِ تربیت کا علم بھی ضروری ہے، جنہیں شریعتِ اسلامیہ نے پیش کئے ہیں۔ تا کہ وہ ان مضبوط بنیادوں پر تربیت کرسکے۔

پس اگر مربی خود ہی جاہل ہو اور بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد سے نا آشنا ہو، تو بچہ نفسیاتی طور سے الجھ کر رہ جائے گا، اس لیے کہ جس حوض میں خود پانی نہ ہو، وہ دوسروں کو کیا سیراب کرے گا۔ اور جس چراغ میں تیل نہ ہو وہ دوسرے کو کیسے روشن ومنور کرسکتا ہے۔ اسی لیے دینِ اسلام نے علم پر بہت اُبھارا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (الزمر:۹) آپ فرمادیجئے کہ علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوسکتے ہیں۔ اور'' **قل رب زدنی علما**''(طٰہٰ:۱۱۴) یہ دعا کیجئے۔ کہ اے میرے رب میرا علم بڑھادے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**من سلک طریقا یلتمس فیه علماً سهل الله له طریقاً الی الجنة**''(مسلم) جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

''**من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله**''(ترمذی) یعنی جو شخص طلب علم کے لیے (گھر سے) نکلے گا تو اس کا یہ نکلنا اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''طلب العلم فریضة علی کل مسلم'' (ابن ماجہ) یعنی ہر مسلمان پر (خواہ مرد ہو یا عورت) علم (دین) حاصل کرنا فرض ہے۔

ان قرآنی ارشادات اور نبوی فرمودات کے بعد مربی حضرات کو چاہیے کہ علمِ نافع حاصل کریں اور اسلام کے تربیتی اصول کو سیکھیں اور ان سے آراستہ ہوں تا کہ اسلامی معاشرہ پیدا کرسکیں۔

۴۔ حلم وبردباری:

وہ بنیادی صفات جن کا مربی میں پایا جانا ضروری ہے، ان میں سے حلم وبردباری بھی ہے۔ اس صفت کی وجہ سے بچہ اپنے مربی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے مربی کے ارشادات پر لبیک کہتا ہے۔ اس لیے اسلام نے حلم وبردباری کے اختیار کرنے پر اُبھارا ہے اور بہت سی آیات واحادیث میں اس کی طرف ترغیب دی گئی ہے تا کہ تربیت کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ حلم ان عظیم ترین نفسیاتی واخلاقی فضائل میں سے ہے جو انسان کو ادب اور کمال کی چوٹی تک پہنچا دیتا ہے۔ آیاتِ قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں۔

''والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین'' (آل عمران:۱۳۴) ترجمہ: اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

''خذ العفو وامر بالمعروف اعرض عن الجاھلین'' (اعراف:۱۹۹)
ترجمہ: سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے۔

''ولمن صبر وغفران ذالک لمن عزم الامور'' (شوریٰ:۴۳) ترجمہ: اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

''ادفع باللتی ھی احسن فاذالذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم'' (حٰم السجدہ:۳۴) ترجمہ: آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے بدی کو ٹال دیا کیجئے۔ پھر یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہوجائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے اشج سے فرمایا:

''ان فیک خصلتین یحبھما اللہ الحلم والاناۃ'' (مسلم) ترجمہ: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ایک بردباری اور دوسرے وقار۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مربی بچے کی تربیت کے لیے ہمیشہ حلم ونرمی ہی اختیار کرے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بچوں کی اصلاح میں اپنے اوپر قابو رکھے یعنی جو مناسب حال ہو وہ طریقہ اختیار کرے۔

۵۔ مسؤلیت یعنی ذمہ داری کا احساس:

مربی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے تا کہ وہ مکمل طور پر بچے کی دیکھ بھال اور نگرانی رکھے۔ پس اگر مربی نے اس ذمہ داری کے احساس میں ذرا بھی غفلت برتی تو بچہ لامحالہ بدکردار بچوں میں شامل ہوجائے گا اور پھر مربی کو اپنی کوتاہی پر ندامت ہوگی۔ لیکن اس وقت ندامت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس وقت مربی کو اپنی اس حرکت پر رونا آئے گا لیکن اس وقت رونا بے سود ہوگا۔

اتبکی علی لبنی وانت قتلتها
وقد ذهبت لبنیٰ فما انت صانع

(کیا لبنیٰ پر روتے ہو؟ حالانکہ تم ہی نے اسے قتل کیا ہے، لبنیٰ تو چلی گئی، بتلاؤ اب کیا کروگے؟)

مسئولیت کے پورا کرنے یا اس میں کوتاہی کرنے کے سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ کہا ہے اس کا کچھ حصہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"یٰایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً" (التحریم) ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آگ سے بچاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ان اللہ سائل کل راع عما استرعاہ حفظ ام ضیع حتی یسئل الرجل عن اھل بیتہ" (صحیح ابن حبان) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا کہ اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کر دیا؟ حتی کہ انسان سے اپنے گھر والوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

مسئولیت کے احساس کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ مربی صاحبان کے سامنے مختصراً ہی وہ سازشیں اور منصوبے بیان کردوں جو مسلمان افراد اور مسلم معاشرہ اور مسلم خاندانوں کو خراب کرنے کے لیے تیار کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنے معاملہ میں پوری بصیرت پر ہوں اور اپنے بچوں اور خاندانوں کی اصلاح کے لیے خوب جدوجہد کریں۔

اہل باطل اور شیطان کے ایجنٹوں نے ہر زمانہ میں باطل کو بڑھانے، نیز حق اور اہلِ حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے اور اس کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ ان بدبختوں نے ہر زمانہ میں خدائی تعلیمات اور اس کے ماننے والوں کے خلاف سازشیں کی ہیں اور انہیں حق سے ہٹانے اور حق کو مٹانے کے درپے رہے ہیں، کاش مسلمان اس کو سمجھیں۔ لیکن کیا چمگادڑوں کی بھیڑ اور ان کی یلغار سے آفتاب کی حرارت اور تمازت میں کوئی خلل آسکتا ہے؟ حق بہر حال حق ہے، باطل کی ریشہ دوانیوں اور بہتان طرازیوں سے اس کی حقانیت متاثر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خدا کا فرمان ہے "یریدون ان یطفئوا نور اللہ بأفواھھم" (التوبہ:۳۲) یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا چاہیے کافروں کو جتنا برا لگے۔ ان سازشوں کے کچھ نمونے آپ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے بچوں کو اس قسم کی سازشوں سے خبردار رکھیں اور خود بھی ان کی چالوں سے ہوشیار رہیں۔

(الف) شیوعی سازشیں:

ایک خطرناک سری دستاویز جس کو "کلمۃ الحق" نامی رسالہ نے محرم ۱۳۸۷ھ مطابق اپریل ۱۹۶۷ء کے پرچے میں "اسلام کے خلاف خطرناک سازش" کے عنوان سے شائع کیا تھا، اس دستاویز کو کمیونسٹوں نے ماسکو میں تیار کیا تھا جس میں اپنا منصوبہ درج کیا۔ جس کے تحت اس میں لکھا ہے کہ "اسلام کی بیخ کنی کے لیے اسلام ہی کو ہتھیار بنایا جائے جس کے لیے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ:

۱۔ اسلام سے صلح کی جائے تاکہ اس پر غلبہ حاصل ہوسکے۔
۲۔ مذہب و دین کے رہنماؤں اور دیندار حکام کی شہرت کو داغدار کرنا اور ان پر استعمار وصیہونیت کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانا۔
۳۔ اشتراکیت کی تعلیم کو تمام اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے تمام تعلیمی شعبوں میں عام کردینا اور اسلام سے مزاحمت کرنا اور اس کا گھیراؤ کرنا تاکہ وہ ایسی قوت نہ بن سکے جو اشتراکیت کے لیے خطرہ ثابت ہو۔
۴۔ دینی جماعتیں خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں، ان کو ملک میں قائم ہونے سے روکنا۔
۵۔ اسلامی معاشرہ سے ایسے طریقے سے نفرت دِلانا جس سے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم اسلام کے دشمن ہیں۔
۶۔ ملحد مصنفین کی حوصلہ افزائی کرنا اور دین و مذہبی سربراہی کی مخالفت اور اس پر حملہ کرنے کی انہیں صراحتاً اجازت دینا۔
۷۔ اشتراکی رابطہ کو قائم کرنا اس لیے کہ اسلامی رابطۂ علمی اشتراکیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔
۸۔ عوام کو اشتراکی نعروں میں مشغول رکھنا اور ان کو سوچنے تک کی فرصت نہ دینا۔
۹۔ دینی و روحانی اقدار کو یہ کہہ کر تہ و بالا کرنا کہ ان میں فلاں فلاں عیوب ونقائص ہیں۔
۱۰۔ صبح وشام، رات دن، انقلاب کا نعرہ لگانا اور یہ اعلان کرنا کہ انقلاب ہی عوام کو ان

کے رجعت پسند حکام سے پہلا اور آخری نجات دہندہ ہے۔

اس دستاویز میں مزید دفعات بھی ہیں مگر ہم نے بغرضِ اختصار ان سب کو نقل نہیں کیا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان دہریوں کے منصوبے پاش پاش اور ان کے عزائم مکڑی کے جالے کے مثل پارہ پارہ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اور ان جیسے سارے دشمنانِ اسلام کو نیست و نابود فرمادے اور نظامِ اسلام کو سارے عالم میں غالب و رائج فرمادے۔ آمین!

(ب) صلیبی سازشیں:

پہلی صلیبی جنگیں جو دو صدیوں تک جاری رہیں ان میں اسلام کی بیخ کنی کرنے میں ناکامی کے بعد عیسائیوں نے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا اور نہایت عیاری سے یہ منصوبہ تیار کیا۔

اولاً: خلافتِ اسلامیہ جو دولتِ عثمانیہ کی شکل میں موجود تھی، اس کو ختم کرنا اور سب سے بڑے خائن ''کمال اتاترک'' سے یہ شرط لگائی کہ وہ سرزمین ترک سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ مندرجہ ذیل شروط نافذ نہیں ہو جاتیں۔

۱۔ خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ اور خلیفہ کو ترکی سے ملک بدر کرنا۔
۲۔ ترکی اپنا تعلق اسلام سے توڑ لے۔
۳۔ ترکی اپنے لیے اس دستور کے بجائے جو اسلام سے لیا گیا ہے ایک دوسرا دستور تیار کرے۔ جمعہ کے بجائے اتوار کو چھٹی کرنا بھی ان کی شروط میں داخل تھا۔ اور یہ سب ۱۹۲۸ء میں مکمل ہو گیا۔

کمال اتاترک نے ان شروط کو نافذ کیا اور انگریز اور اس کے حلیفوں نے ترکی کی آزادی و استقلال کو قبول کرلیا اور خلافتِ اسلامیہ کے خاتمے اور حکومت کو لادینی مملکت بنانے کی کوششوں کو سراہا۔

ثانیاً: قرآن کریم کو ختم و نیست و نابود کرنا، اس لیے کہ عیسائیت یہ سمجھتی ہے کہ قرآن ہی

مسلمانوں کی قوت و ثقافت کی طرف لوٹنے کا اساسی مرکز ہے۔

ثالثاً: مسلمانوں سے اسلامی فکر کا خاتمہ کرنا اور خدا سے ان کے تعلق کو منقطع کردینا۔

رابعاً: مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا تاکہ مسلمان کمزور، ذلیل اور بے سہارا ہو جائیں۔

خامساً: مسلمان عورتوں کو بگاڑنا، جس کا طریقہ یہ ہو کہ عورتوں کی آزادی کے نام پر جو جماعتیں کام کریں ان کی خوب تائید کی جائے اور عورت کو مرد کے مساوی قرار دیا جائے۔ اسلامی نظام میں کئی بیویوں کے رکھنے اور طلاق دینے کی اجازت کی مخالفت کی جائے اور ان سب کا مقصد شبہات کا پیدا کرنا اور یہ بتلانا کہ اسلامی شریعت اس دور کے لیے لائق عمل نہیں۔ اور زندگی کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور اس میں طرح طرح کے شبہات پیدا کیے جائیں۔

(ج) یہودیت کے منصوبے اور سازشیں:

یہود پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ حیلہ اور مکر کے مختلف طریقے اختیار کرتے رہتے ہیں تاکہ اغراض و خواہشات کے مطابق روئے زمین پر تسلط حاصل کریں اور تمام عالم پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیں اور انہوں نے اپنے منصوبوں کو کامیاب کرنے کے لیے اپنے سامنے دو بنیادی ہدف رکھے ہیں:

پہلا ہدف:۔ قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض کے خلاف بھڑکانا اور ان کے درمیان جنگیں کھڑی کرنا اور ان قوموں میں فتنوں کو ہوا دینا۔

دوسرا ہدف:۔ قوموں کے عقائد خراب کرنا، ان کے اخلاق اور نظام اور دینی ذوق کو خراب کرنا اور انہیں اللہ کے راستے سے دور کرنا۔ پروٹوکول میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''ہمیں چاہیے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کا جنازہ نکالنے کے لیے کام کریں تاکہ ہمارے تسلط کی راہ ہموار ہو۔ فرائڈ ہمارا آدمی ہے، وہ جنسی تعلقات کو دن دہاڑے پیش کرتا رہے گا تاکہ جوانوں کی نگاہ میں کوئی چیز بھی مقدس باقی نہ رہے اور ان کا سب سے بڑا مقصد جنسی خواہشات کی تکمیل بن جائے جب یہ ہوگا تو اخلاق کا جنازہ نکل جائے گا''۔

بلغراد کی ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۲ء کی قرارداد میں ان کا یہ قول تحریر ہے کہ ہمیں یہ ہرگز نہ بھولنا چاہیے کہ ہم ماسونی لوگ دین کے دشمن ہیں اور ہمیں دین کے آثار وعلامات کے خاتمے کی کوشش میں کوتاہی نہیں کرنا چاہیے۔

ماسونی مشرقی اعظم ۱۹۱۳ء کی قرارداد میں لکھا ہے کہ عنقریب انسانیت ہی کو مقصود بنالیا جائے گا، خدا کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اور انٹرنیشنل ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۰۰ء کی قرارداد میں یہ لکھا ہے کہ ہم صرف اس پر اکتفا نہیں کریں گے کہ دینداروں پر فتح حاصل کریں ان کی عبادت گاہوں پر غلبہ حاصل کرلیں بلکہ ہمارا بنیادی اور اصلی مقصد ان لوگوں کے وجود کو ختم کرنا ہے۔

ماسونی مجلّہ اکاسیا ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے کہ ''دین کے خلاف جہاد ومقابلہ اپنی انتہا کو اس وقت پہنچے گا جب دین کو حکومت سے جدا کردیا جائے۔ ماسونیت دین کی جگہ لے لے اور اس کی محافل عبادت گاہوں کی جگہ لے لیں۔

کیا آپ نے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ ان خبیث وعیارانہ منصوبوں سے یہودیت وماسونیت کیا چاہتی ہے؟ بلاشک وشبہ ان کا مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی عزت دوبارہ قائم ہو اور فرات سے نیل تک ان کی عظیم حکومت کی تاسیس ہو۔ پھر تمام عالم پر قبضہ کیا جاسکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے جو وسائل ہیں، ان میں روئے زمین سے تمام آسمانی دینوں اور اخلاقی ومعاشرتی واقتصادی مذاہب کا خاتمہ اور صرف اور صرف یہودیت کے جھنڈے کے سربلندی ہے اور فلسطین میں اسرائیلی حکومت کا قیام انہی مکارانہ سازشوں کا کرشمہ ہے جن سے ماسونی محفلوں نے اپنے اغراض پورے کرنے کے لیے کام لیا۔

(د) استعماری منصوبے اور سازشیں:

استعماری سازشوں سے میری مراد وہ منصوبے ہیں جن کا اسلام سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے باز رکھنے اور اسلامی معاشرے کو آزادی وشہوت پرستی میں غرق کرنے میں عیسائیت اور استشراق سے بہت گہرا ربط وتعلق ہے۔ ان کا مقصد اصلی

یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان چیزوں میں پھنسا کر اسلامی عقیدے سے عاری وتہی دست کردیا جائے اور انہیں ایک ایسا حیوان بنادیا جائے جس کا دنیاوی زندگانی میں سوائے خواہشاتِ نفس کو پورا کرنے وذلالت ورزالت کے کیچڑ میں دھنسنے کے اور کوئی کام نہ ہو، نہ اسے عظمت وعزت تک پہنچنے کی خواہش ہو اور نہ دنیا میں کوئی عظیم کام انجام دینے کی تمنا ہو۔

ان مستعمرین کا ایک بڑا آدمی لکھتا ہے کہ ''شراب کا جام اور مغنیہ (گانے والی عورت) امت محمدیہ کو پارہ پارہ کرنے میں ہزار توپوں سے زیادہ اثر رکھتے ہیں، اس لیے امت کو مادیت اور شہوت پرستی میں غرق کردو۔

غرض یہود ونصاریٰ ومستشرقین اور ان کے متبعین سب کے سب اسلامی مقدسات اور اسلامی مبادیات اور بنیادی اصولوں کو ختم کرنے اور ان کے وجود کو دنیا سے مٹانے والے وسائل کو عملی جامہ پہنانے میں ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں، مگر واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

مربی حضرات! آپ نے جب یہ منصوبے اور سازشیں جان لیں تو آپ لوگوں پر فرض ہے کہ آپ خوب جدوجہد کریں اور پختہ عزم وارادے کے ساتھ کھڑے ہوں تاکہ اس اسلامی فریضہ کو ادا کرسکیں جو بچوں کی تربیت اور خاندان کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ پر لازم ہے۔'' (۱)

اولاد کی تعلیم وتربیت میں والدین کو مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

اسلام نے بقدرِ ضرورت دینی علوم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب قرار دیا ہے۔ البتہ امتِ مسلمہ میں ایک طبقہ ایسا ہونا ضروری ہے جو دینی علوم میں مہارت و دسترس حاصل کرکے امتِ مسلمہ اور انسانیت کی رہبری ورہنمائی کرے۔ مرد اور عورت دونوں میں ایسا باکمال طبقہ ہونا چاہیے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت میں جہاں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے علم وعمل میں اعلیٰ مقام پیدا کیا، وہیں صحابیات

(۱) تربیۃ الاولاد فی الاسلام ص ۴۵۵-۴۴۳

نے بھی علم وعمل میں اپنا منفرد مقام حاصل کیا۔ خصوصاً حضرتِ عائشہ صدیقہؓ اپنے علم وتقویٰ کی وجہ سے کافی مشہور تھیں، لوگ ان سے دقیق علمی مسائل میں رجوع کیا کرتے تھے۔

اس طبقہ کے علاوہ دیگر لوگوں کو بقدرِ ضرورت دینی علوم کے ساتھ عصری علوم میں بھی مہارت حاصل کرنی چاہیے تاکہ ان کی صلاحیت ومہارت سے امتِ مسلمہ اور انسانیت کو نفع پہنچے اور ان علوم کی تحصیل میں خصوصی توجہ دینی چاہیے، جن کے نہ سیکھنے کی وجہ سے لوگوں کو سخت دُشواری وتکالیف کا سامنا کرنا پڑے اور بسا اوقات ان کی جان کے لالے پڑ جائیں۔ مثلاً صنعت وحرفت، زراعت، دواسازی اور طریقۂ علاج وغیرہ۔ ہمارے اسلاف دینی علوم میں مہارتِ تامّہ اور تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ مختلف پیشوں سے وابستہ تھے اور آج بھی ان کے نام کے ساتھ ان پیشوں کا نام آتا ہے۔

علامہ عبدالکریم سمعانی نے اپنی معروف کتاب ''کتاب الانساب'' میں کئی اہم علماء کا تذکرہ کیا ہے جو علم وفضل کے اعلیٰ مقام پر ہونے کے باوجود مختلف پیشوں سے وابستہ تھے، بلکہ بہت سے علماء اپنے پیشوں سے ہی جانے جاتے ہیں۔ جیسے عبداللہ حذاء، علامہ ابوحراص قصار، ابوعلی دھان، علامہ عبداللہ الخیاط، ابومحمد عبداللہ دیوش، علاّمہ ابوحمزہ مجمع بن صمعان الساج، ابوعبداللہ حبیب القصاب، نصر بن عبدالملک قلعی، عامر الکاتب، ابومحمد عبدالعزیز بن احمد حلوائی، امام ابوبکر محمد بن جعفر کتابی، حداد شافعی، مشکان حمال تابعی، زہد بن عبدالحمید حطاب اور حبیب قناد وغیرہ۔

لڑکیوں کی دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ عصری علوم سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مسلم خواتین اپنی صحت وتندرستی کے لیے مسلم خواتین ڈاکٹر سے صلاح ومشورہ کرسکیں۔ مرد ڈاکٹر کے پاس عورتوں کے جانے، صلاح ومشورہ کرنے اور اپنے ستر کو ظاہر کرنے اور آپریشن تھیئٹر میں عورتوں کے تنہا جانے کی وجہ سے جو انسانیت سوز واقعات پیش آرہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمان مرد اور عورت کو جدید میڈیکل تعلیم اور یونانی وہومیوپیتھی تعلیم حاصل کرنے اور ان میں مہارت وکمال پیدا کرنے کی ضرورت ماضی کے مقابلے میں زیادہ ہوگئی ہے۔

اس کے ساتھ لڑکیوں کو گھریلو کام کاج کی ٹریننگ، حرفت ودستکاری، بچوں کی تعلیم وتربیت کے اصول وقواعد اور گھریلو ماحول کو بہتر وپُرسکون بنانے کے اصول اور طریقے کی بھی تعلیم دی جانی چاہیے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سماجی زندگی میں عورتوں کے دائرۂ کار کے سلسلے میں معروف محقق ومصنف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی ایک تحریر پیش کردی جائے تاکہ والدین اپنی اولاد خصوصاً بیٹیوں کی تعلیم وتربیت میں اس کو ملحوظ رکھیں اور خاندان ومعاشرہ کو پاکیزہ بنانے میں اہم کردار ادا کریں۔

''جہاں تک تعلیم وتحقیق کی بات ہے تو یہ دروازہ اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی کھلا رکھا ہے۔ بلکہ اپنی ضروریات کے مطابق تحصیلِ علم کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ عہدِ رسالت میں ایسی بہت سی خواتین تھیں جن کو اجتہاد اور افتاء کا منصب حاصل تھا اور ان کے تلامذہ کی بہت بڑی تعداد تھی۔ مثلاً ام المومنین حضرت عائشہؓ وحضرتِ حفصہؓ اپنے عہد کی مشہور فقہا میں تھیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی احادیث کی تعداد (۳۳۱۰) ہے۔ تابعین کے دور میں بھی اہلِ علم خواتین کی ایک خاصی تعداد تھی جن میں حفصہ بنت سیرین اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ پڑھنا جانتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے غلام ابو یونس سے اور حضرت حفصہؓ نے عمرو بن رافع سے قرآن مجید کے نسخوں کی کتابت کرائی تھی۔ مدینہ کی ایک انصاری خاتون ام ورقہ بنت نوفل حافظہ قرآن تھیں''۔(۱)

''اس زمانہ میں خواتین قانونی مسائل میں اتنی بصیرت رکھتی تھیں کہ سربراہِ ملک کو ان کی تنقید قبول کرنی پڑتی تھی۔ سیدنا حضرت عمرؓ نے مہر کی مقدار میں لوگوں کو افراط وغلو کو دیکھتے ہوئے اس کی تحدید کرنی چاہی اور ایک مجمع میں اس کا

(۱) عورت اسلام کے سائے میں۔ ص۱۱۳۔ بحوالہ فتح المغیث ص ۳۷۹، موطا امام مالک عن ابی یونس وعمرو بن رافع، ابن عبدالبر الاستیعاب کنی النساء ام ورقہ۔

اظہار فرمایا۔ ایک خاتون نے یہ سنا تو کھڑی ہو کر بولیں کہ قرآن تو کہتا ہے کہ تم اپنی بیویوں کو ڈھیر سارا مال بھی دے چکے ہو تو ایک حبّہ واپس نہ لو (آلِ عمران:۱۴) جس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مہر ہو سکتا ہے اس کے لیے کوئی حد نہیں ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے تجویز واپس لے لی"۔(۲)

تحقیق و افتاء:

مسائل کی تحقیق و افتاء کا حق عورتوں کو بھی ہے۔ چنانچہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ مفتی ضروری نہیں کہ مرد ہو، عورتیں بھی اس فریضہ کو انجام دے سکتی ہیں۔ چنانچہ عہدِ صحابہ میں بھی بکثرت خواتین اہلِ افتاء ملتی ہیں۔ ان سات صحابہ میں جن کے فتویٰ کی تعداد زیادہ ہے، حضرت عائشہؓ بھی ہیں۔ ان سے کم فتاویٰ جن صحابہ سے مروی ہیں ان میں ام المومنین ام سلمہؓ بھی ہیں اور جن حضرات نے بہت کم فتاویٰ دیئے ہیں اس فہرست میں ام عطیہ، حضرت حفصہ، ام حبیبہ، حضرت صفیہ، اسماء بنت ابی بکر، ام شریک، خولہ بنت تویت، ام درداء، میمونہ، جویریہ، فاطمہ، فاطمہ بنت قیس، عاتکہ بنت زید، لیلیٰ بنت قائم، زینب بنت ام سلمہ اور ام ایمن وغیرہ بھی ہیں۔ بلکہ ان مسائل میں جو عورتوں سے متعلق ہوں انہی کی رائے کو ترجیح دی جائے گی۔(۲)

تدریس:

عورتوں کے لیے معلمات کے فرائض انجام دینا جائز بلکہ بعض حالات میں ضروری ہے اس لیے کہ اگر خواتین یہ فرائض انجام نہ دیں بلکہ مرد دیں تو عورتوں کے لیے پردہ کے ساتھ تعلیم حاصل کرنی دشوار ہو جائے گی اور مرد و عورت کا اختلاط بھی ہوگا جس کا اسلام سخت مخالف ہے۔

(۱) ایضاً ص ۱۱۳۔۱۱۴ بحوالہ فتح الباری ج ۹ ص ۱۶۱
(۲) ایضاً ص ۱۱۸ بحوالہ اعلام الموقعین ج ا ص ۹ تا ۱۱ و مسلم

قرآن مجید کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم دینا امہات المومنین کے منصب میں داخل تھا (الاحزاب ۳۲ تا ۳۴) چنانچہ ان کا اس پر عمل بھی تھا۔ حضرت عائشہ کے دو سو شاگردوں کا ذکر خود حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔(۱)

طب و نرسنگ کی تعلیم:

قانون کے علاوہ ان کے مناسبِ حال عصری تعلیم بھی ان کو دی جا سکتی ہے۔ بالخصوص طب کی تعلیم تو انہیں ضرور دی جانی چاہیے تاکہ وہ خواتین کا علاج کر سکیں اور عورتوں کو غیر محرم مردوں کے سامنے آنے کی ضرورت پیش نہ آئے، یہ تو ایک طرح کا فرضِ کفایہ ہے۔

ہشام بن عروہ کا بیان ہے میں نے کسی کو حضرت عائشہ سے زیادہ طب کا ماہر نہیں پایا، حضرت عائشہؓ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ نے طبی معلومات کیوں کر حاصل کیں تو فرمایا کہ حضورؐ آخرِ عمر میں بیمار رہا کرتے تھے، اطباءِ عرب آتے تھے، میں ان کے نسخے یاد کرتی تھی۔

نرسنگ اور تیمارداری کے فن کی بھی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ بعض خواتین غزوات میں جاتی تھیں اور زخمیوں کے لیے مرہم پٹی کا نظم کرتی تھیں، نیز ان کو جنگ کے ذریعے حاصل ہونے والے سرمایہ میں سے ازراہِ حوصلہ افزائی کچھ دیا جاتا تھا۔(۲)

صنعت و دستکاری:

بعض صحابیات خنجر بناتی تھیں۔ چرخہ کاتنے کی آپؐ خود ترغیب دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اس قسم کی صنعتوں اور گھریلو دستکاری کے

(۱) ایضاً ص ۱۱۶ بحوالہ سیرت عائشہ ص ۲۶
(۲) ایضاً ص ۱۱۴ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۶۷

کاموں کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ جیسے سلائی، کشیدہ کاری، کپڑا بنائی اور وہ چھوٹی صنعتیں جو گھروں میں انجام دی جاسکتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی سے مروی ہے کہ وہ اپنی ذاتی صنعت وکاریگری اوراس کی کمائی ہی سے اپنے شوہر اور بال بچوں سبھوں کی کفالت کرتی تھیں(۱)

امورِخانہ داری:

اس کے علاوہ خواتین کے لیے تعلیم کا سب سے اہم گوشہ امورِخانہ داری کی تعلیم وتربیت ہے۔اس کے لیے حضورؐ نے خواتین کو گھر کا نگراں وذمہ داراوراس کے متعلق جوابدہ قرار دیا ہے۔

اس کا اندازہ ان تعلیمات سے ہوتا ہے جوحضورؐعورتوں کی مجلس میں اور ان سے تخاطب کے موقع پر دیا کرتے تھے جس میں شوہر کی دولت کے بجاطور پر خرچ کرنے ، بچوں کی بہتر پرورش، ان کو دودھ پلانے ، ازدواجی زندگی میں خوشگواری برقرار رکھنے،شوہر کی اطاعت اور گھروں کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کی تاکیداورترغیب ہوتی تھی۔اس تربیت کا اندازہ اس فقروفاقہ،تنگ حالی اوراس پرصبر ورضا اور خاموشی کے ساتھ ضبط سے ہوتا ہے۔جوخودحضور کی ازواجِ مطہرات کے خانہ مبارک میں رہتا تھا جہاں کئی کئی دن تک چولہے سلگنے کی نوبت تک نہ آتی تھی۔یہ تو خانگی زندگی کا اخلاقی پہلو تھا۔سلیقہ وشائستگی کے لحاظ سے بھی امہات المومنین میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔مثلاً حضرت صفیہؓ کا پکوان بہت مشہور تھا اور خودام المومنین حضرت عائشہؓ کواس کا اعتراف تھا۔(۲)

صنعت وتجارت: صنعت وتجارت میں بھی ایسے کام وہ کرسکتی ہیں جوان کی صلاحیت اورفطرت کے لیے موزوں ہوں۔اس میں گھریلو دستکاری سے لے کراہم ترین صنعتوں تک سبھی شامل ہیں۔حضرت ام سلیمؓ نے غزوہ حنین کے زمانے میں ایک خنجر بنایا تھا،آپؐ نے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا میں نے اس کو بنایا ہے تاکہ

(۱) ایضاً ص ۱۱۴۔۱۱۵ بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۱۲

(۲) ایضاً ص ۱۱۶ بحوالہ بخاری۔سیرت عائشہ، علامہ سید سلیمان ندوی

مشرکین میں سے کوئی میرے قریب آئے تو اس کا پیٹ چاک کردوں۔اس سے معلوم ہوا کہ قرونِ اولیٰ میں بھی اس زمانے کی سطح کے مطابق خواتین صنعت اورحرفت سے دلچسپی رکھتی تھیں۔ چرخہ کاتنے کو آپؐ نے عورت کی بہترین تفریح قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی سے مروی ہے کہ وہ اپنی ذاتی صنعت وکاریگری اور اس کی کمائی ہی سے اپنے علاوہ شوہراور بال بچوں سبھوں کی کفالت کرتی تھیں۔

تجارت میں آج کل جس طرح جوان لڑکیوں کوشوروم کی طرح استعمال کیاجاتا ہے اور ان کے ذریعہ گاہکوں کے لیے جاذبیت کا سامان فراہم کیاجاتا ہے، وہ غیر اسلامی ہونے کے علاوہ غیرانسانی حرکت بھی ہے۔اس لیے یہ تو قطعاً جائز نہیں۔البتہ اگر کوئی ایسی مارکیٹ ہو جوخواتین ہی کے لیے مختص ہو تو وہاں خواتین تجارت کرسکتی ہیں۔اس لیے کہ خرید وفروخت کا حق مردوں کی طرح عورتوں کو بھی یکساں طور پر حاصل ہے۔عہدِ رسالت میں قیلہ نامی ایک صحابیہ کا ذکر ملتا ہے جن کا مشغلہ تجارت اورخرید وفروخت ہی تھا۔(۱)

دینداری:

والدین اپنی اولاد کے نکاح میں دینداری کوملحوظ رکھیں۔عہدہ ومنصب، مال و دولت، حسن وجمال، نسب اور خاندانی وجاہت کے بجائے دینداری کوترجیح دیں۔اسی میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے اوراسی میں رشتۂ نکاح کی پائیداری واستحکام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تنكح المرأة لأربع : لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك .(۲)

’’عموماً چار چیزوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔اس کے مال، حسب ونسب، حسن وجمال اوراس کے دین کی وجہ سے۔اے ابوہریرہؓ دیندار عورت سے نکاح کرکے کامیابی حاصل کرو، تمہارے ہاتھ غبارآلود ہوں‘‘۔

(۱) ایضاً ص ۱۱۹ بحوالہ کنز العمال (۲) بخاری ج ۳ ص ۲۴۲

اسلام نے جہاں لڑکے والوں سے دیندار لڑکی کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے وہیں لڑکی والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح اس شخص سے کریں جو دیندار ہو سنن الترمذی میں ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا خطب اليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه الا تفعلوا تكن فتنة فی الارض وفساد عريض"(۱)

"حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لوگوں کی طرف ایسا شخص پیغامِ نکاح بھیجے جس کے دین واخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کردو اور اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد بہت پھیل جائے گا"۔

معاشی استحکام:

دینی ودنیوی امور بحسن وخوبی انجام دینے کے لیے معاشی استحکام بیحد ضروری ہے اور معاشی استحکام کے لیے تگ و دو اور خوب سے خوب تر کی تلاش وجستجو مستحسن امر ہے۔اسلام جائز حدود میں رہتے ہوئے معاشی استحکام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔تجارت، ملازمت، کاشتکاری، صنعت وحرفت اور تمام جائز کام اور پیشہ کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہر دور میں تجارت کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اسلام نے امتِ مسلمہ کو تجارت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مبارکہ اور اسلاف کے اقوال و اعمال ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ان پر عمل پیرا ہو کر دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔سائنسی ایجادات اور جدید سہولیات نے معاشی استحکام کے بہت سے راستے و ذرائع کھول دیئے ہیں۔ البتہ غیر اسلامی قوانین اور سودی نظام کی وجہ سے امت مسلمہ کو تجارت اور معاشی ذرائع کا غائرانہ جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔

(۱) ترمذی ج۵ ص۳۹۴

والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیں اور ان کی ایسی تعلیم وتربیت کریں کہ وہ آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔ساتھ ہی دنیاوی امور کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ان کو بقدرِ ضرورت دینی علوم کے ساتھ عصری علوم حاصل کرنے اور پروفیشنل کورسیز حاصل کرنے کے لیے مواقع فراہم کیے جائیں تا کہ وہ اعلیٰ تعلیم اور ہنر سے آراستہ ہو کر معاشی استحکام حاصل کرسکیں۔اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کاد الفقر ان یکون کفرا"۔(۱)

اولاد کی شادی میں بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے:

نکاح سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام کی سنت ہے جیسا کہ سورہ رعد میں ہے۔

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً" (۲)

"اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے دیئے"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے نوجوانوں کی جماعت! جو کوئی تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھے اس کو نکاح کر لینا چاہیے اور اگر نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے بیشک یہ اس کے لیے ڈھال ہے۔(۳)

لڑکا ہو یا لڑکی ان کی شادی میں بلاوجہ تاخیر دونوں جہاں میں نقصان کا باعث ہے اور شیطان کے مکر وفریب میں آجانے کا خطرہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوائلِ عمری ہی میں نکاح کو پسند فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۱۰۹ (۲) رعد:۳۸
(۳) بخاری ج۳ ص۲۳۸

''من ولد له ولد فليحسن اسمَه وادِّبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فأصاب اثما فانما اثمه على ابيه''(۱)

''جس کو کوئی لڑکا ہو یا لڑکی ہو اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھا ادب سکھائے جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کردے بلوغت کے بعد اگر اس نے اس کی شادی نہیں کی اور وہ گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا''۔

حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فی التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذلك عليه''(۲)

''تورات میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے اور اس کی شادی نہ کرے پھر وہ لڑکی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا''۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''ايما شاب تزوج فی حداثة سنه عج شيطانه يا ويله يا ويله عصم منی دينه''۔(۳)

''جس جوان نے اوائلِ عمری ہی میں نکاح کر لیا تو اس کا شیطان ہائے خرابی ہائے خرابی کی صدا بلند کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے اپنے دین کو بچا لیا''۔

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''يا علی! ثلاث لايوخرها: الصلوة اذا آتت، والجنازة اذا حضرت، والايم اذا وجدت لها كفوا''(۴)

''اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ نماز جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب تیار ہو جائے اور بے نکاحی عورت جب اس کے لیے مناسب خاوند مل جائے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۷۱ (۲) مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۷۱
(۳) کنز العمال ج ۱۶ ص ۲۷۶ (۴) ترمذی ج ۳ ص ۳۸۷

حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے ان سے نکاح کر لیا، اللہ نے اس میں خیر عطا فرمائی کہ میں ان کے ساتھ خوش و خرم رہنے لگی۔(۱)

حضرت اسامہؓ کی شادی حضرت فاطمہ بنت قیس سے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرائی اس وقت ان کی عمر سولہ سال سے کم تھی۔

الغرض شادی میں بلا وجہ تاخیر غیر اسلامی فعل ہے۔ اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی شادی میں بلا وجہ تاخیر نہ کریں۔

لڑکی کو امورِ خانہ داری کی خصوصی تعلیم دی جائے:

متوازن خاندان کے لیے ضروری ہے کہ لڑکی کو گھریلو کام کاج اور انتظام و انصرام کی خصوصی تربیت دی جائے۔ خصوصاً ماں، دادی، نانی، خالہ اور پھوپھی کی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکیوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ دوسرے گھر میں جا کر بہترین بیوی، بہترین بہو اور بہترین ماں کا کردار ادا کر سکے اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دے سکے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں لیکن ان صفات و ہنر سے نابلد ہوں جو ایک عورت کے لیے ضروری ہیں۔

موجودہ دور میں کھانا پکانے، سلائی و کشیدہ کاری، بچوں کی تعلیم و تربیت کے ٹریننگ سینٹر قائم ہو رہے ہیں اور مختلف حرفت و دستکاری کی تعلیم گاہیں قائم ہیں۔ حدودِ شرعی میں رہتے ہوئے ان درسگاہوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ بہترین تربیت گاہ تو وہ گھر ہے جہاں اس نے اپنی آنکھیں کھولی ہیں۔ اگر ہر گھر میں تربیت کا بہتر انتظام ہو جائے تو خاندان و معاشرہ کو بہت سے مسائل سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ لہٰذا خاندان و معاشرہ کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ لڑکیوں کو امورِ خانہ کی خصوصی تعلیم و تربیت دی جائے۔

(۱) مسلم کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لہا

اسلامی خاندان میں
والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

اسلام نے والدین کے حقوق ادا کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ والدین کے حقوق کی ادائیگی پر اجر وثواب مقرر ہے اور حقوق کی عدمِ ادائیگی پر سخت عذاب وسزا متعین ہے۔ اس لیے مسلم معاشرہ میں والدین کے حقوق پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور ان کے ادب واکرام اور خدمت ومعاونت کو وسیلۂ نجات اور ذریعۂ ترقی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مغربی تہذیب کے اثرات کی وجہ سے مسلم معاشرہ کے بہت سے خاندانوں میں بھی والدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی جارہی ہے۔ لہٰذا امتِ مسلمہ کے ہر خاندان کو مغربی تہذیب اور باطلانہ نظریات وافکار سے سے بچانے کی اشد ضروری ہے۔

مغربی ممالک میں نابالغ اولاد اپنے والدین کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، جیسے ہی وہ بڑے ہوجاتے ہیں اکثر وبیشتر اپنے والدین کو بے یارومددگار چھوڑ کر اپنی دنیا میں مست ومگن ہوجاتے ہیں۔ ایسے والدین اپنے آخری ایام اولڈ ایج ہاؤس (Old Age House) میں گزارتے ہیں اور ان کی زندگی کسمپرسی میں گزرتی ہے۔ وہ حکومت اور رفاہی تنظیموں کے رحم وکرم پر زندہ رہتے ہیں اسی طرح مغربی ممالک میں ماں کے احترام میں ایک مخصوص دن مئی کی دوسری اتوار کو Mother Day متعین کیا گیا ہے جس میں ماں سے ملاقات کی جاتی ہے اور ہدایا وتحائف پیش کیے جاتے ہیں لیکن اسلام نے ہر روز مدر ڈے رکھا ہے۔ والدین کے ادب واحترام کا ہی حکم نہیں دیا ہے بلکہ ان کی خدمت کرنے اور حسن سلوک کرنے اور مدد کرنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔ اولاد کی ہر اس نگاہ پر ایک حج کا ثواب ملتا ہے جو والدین کی طرف محبت سے ڈالی جائے۔ ان کو بار بار دیکھنے اور ان کی خدمت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ والدین اولاد کے ساتھ پوری زندگی گزاریں اور ان کو سربراہی اور عزت واحترام کا مقام حاصل

ہو۔ اولاد ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائے اور مستقبل کی ناکامیوں سے محفوظ رہے

والدین نے اپنی راحت وآرام اور چین وسکون کو قربان کرکے اپنی اولاد کو پالا پوسا اور اس کی جملہ ضروریات کو پورا کیا اور اس کی تعلیم وتربیت میں کوشش کی اور اس کے مستقبل کو سنوارنے اور ترقی وکامرانی سے ہمکنار کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ لہٰذا اولاد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور ان کی ضروریات کو بہ خوشی پورا کرے اور ان کے آرام وراحت کا خیال رکھے۔ جب والدین کے درجہ ومرتبہ اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کی بابت قرآن، احادیث اور اسلاف کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اتنی تفصیلات ملتی ہیں جو ہزاروں صفحات پر محیط ہوجائیں۔ لیکن ہم یہاں اس پر سرسری نگاہ ڈالیں گے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

''وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا''(۱)

''اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا''۔

اس آیت میں اللہ نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس سے والدین کی خدمت اور فرماں برداری کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اسی آیت میں اولاد کو اُف تک نہ کہنے کا حکم دیا ہے۔

''اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا''(۲)

''اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے نرمی سے انکساری کے ساتھ جھکتے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار ان پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں مجھے پالا اور میری پرورش کی''۔

(۱) سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ (۲) سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴

اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے خلاف والدین کے حکم کو مسترد کردیا جائے گا لیکن ادب و احترام اب بھی باقی رہے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَالَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا "(۱)

"اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا"۔

قرآن وحدیث اور کتب سیرت میں جہاد کی اہمیت وفضیلت کا تفصیلی بیان موجود ہے۔اس راستے میں جان و مال کی قربانی کرنے والوں کے لیے جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔لیکن اس مہتم بالشان فریضہ پر بھی والدین کی خدمت کو ترجیح دی گئی ہے جیسا کہ مسلم شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

"عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستاذنہ فی الجہاد وقال أ حی والداك قال نعم! قال، ففیهما فجاهد"(۲)

"عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول ﷺ کے پاس آیا وہ جہاد میں جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں کی خدمت کرو، یہی تمہارے لیے جہاد ہے"۔

تین قسم کے اشخاص پر جنت حرام ہے۔ان میں ایک والدین کا نافرمان ہے۔

(۱) سورہ لقمان آیت ۱۵ (۲) مسلم ج ۴ ص ۱۹۷۵ ح ۲۵۴۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثلاثة لا يدخلون الجنة : العاق لوالديه والمدمن على الخمر والمنان بما اعطى"۔(۱)

"تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب کا عادی اور دینے کے بعد احسان جتانے والا"۔

والدہ کا خصوصی حق:

والد اپنی اولاد کی پرورش ونگہداشت اور تعلیم وتربیت میں اہم رول ادا کرتا ہے اور اپنی راحت وآرام کو قربان کرکے اس کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور اس کے برسرِ روزگار ہونے تک اس کی کفالت کی ذمہ داری کو نبھاتا ہے۔لیکن اولاد کی پرورش ونگہداشت، تعلیم وتربیت اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنے میں ماں زیادہ اہم رول ادا کرتی ہے اور اس کو نو ماہ پیٹ میں رکھ کر اور تکلیف اٹھا کر اس کو جنم دیتی ہے اور اپنی راحت کو قربان کرکے نہایت ہی لاڈ و پیار سے اس کی پرورش ونگہداشت کرتی ہے لہٰذا والد کے مقابلے میں ماں زیادہ حسنِ سلوک کی حقدار ہے۔صحیح مسلم میں ہے:

"عن ابی ہریرۃؓ قال جاء رجل الی رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله! من أحق الناس بحسنِ صحابتي قال: امك، قال ثم من؟ قال ثم أمك۔ قال ثم من؟ ثم أمك ، قال ثم من؟ قال ثم أبوك"۔(۲)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ یارسول اللہ! لوگوں میں میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا، تمہاری ماں۔اس نے کہا، پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے والد۔

(۱) نسائی ج ۵ ص ۸۰ (۲) صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۷۴ ح ۲۵۴۸ باب برالوالدین

والدہ کے ایک احسان کا بھی بدلہ ادا نہیں کیا جا سکتا:

ایک بار ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ میری ماں بدمزاج ہے۔ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔نو مہینے تک مسلسل جب وہ تجھے پیٹ میں لیے لیے پھری اس وقت تو بدمزاج نہ تھی، وہ شخص بولا، حضرت میں سچ کہتا ہوں کہ وہ بدمزاج ہی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہ رات رات بھر تیری خاطر جاگتی تھی اور اپنا دودھ تجھے پلاتی تھی اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی۔اس شخص نے کہا، میں اپنی ماں کو ان سب باتوں کا بدلہ دے چکا ہوں۔حضورؐ نے پوچھا تم کیا بدلہ دے چکے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا، میں نے اپنے کندھوں پر بٹھا کر اپنی ماں کو حج کرایا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے فرمایا، کیا تم اسے اس درِدزہ کی تکلیف کا بدلہ بھی دے چکے ہو جو اس نے تمہاری پیدائش کے وقت اٹھائی؟

ماں کی ناراضگی کا انجام:

ایک نوجوان کی زبان پر مرنے کے وقت کلمہ جاری نہیں ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے اس کی ماں کو بلا کر فرمایا: یہ بتاؤ اگر ایک خوفناک آگ بھڑکائی جائے اور تم سے کہا جائے کہ آ کر تم اس کی سفارش کرو تو ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ورنہ اس الاؤ میں جھونکے دیتے ہیں تو کیا تم اس کی سفارش کرو گی۔ بڑھیا نے کہا ہاں، اس وقت تو میں ضرور سفارش کروں گی۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس تم مجھ کو اور اللہ کو گواہ بنا کر کہو کہ میں اس سے راضی ہو گئی۔ بڑھیا بولی اے اللہ میں تجھے گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے اس جگر گوشے سے راضی ہو گئی۔اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداعبدہ ورسولہ۔

ماں کی رضامندی کی بدولت نوجوان کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ یہ دیکھ کر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے وسیلے سے اس نوجوان کو جہنم کی آگ سے نجات بخشی۔(۱)

والدین کی زیادتی پر بھی حسن سلوک کا حکم:

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس آدمی نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے بارے میں اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام اور ہدایات کی فرماں برداری کرنے والا تھا تو اس نے گویا ایسے حال میں صبح کی کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو تو گویا جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے۔اور جس آدمی نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے بارے میں اللہ کے احکام و ہدایات سے منہ موڑنے والا ہے تو اس نے ایسے حال میں صبح کی کہ اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو تو گویا دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے، اس آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ اگر ماں باپ اس کے ساتھ زیادتی کر رہے ہوں تو بھی، فرمایا اگر زیادتی کر رہے ہوں تو بھی۔اگر زیادتی کر رہے ہوں تو بھی، اگر زیادتی کر رہے ہوں تو بھی۔(۲)

موت کے بعد والدین کا حق:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی میں ان کے لیے کوئی نیکی کر سکتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا ہاں، ان کے لیے دعا اور استغفار کرنا اور ان کے بعد ان کے عہد و پیمان پورے کرنا اور ان کے رشتہ داروں سے انہی کی رضامندی اور خوشی کے لیے صلہ رحمی کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔(۳)

(۱) رواہ الطبرانی واحمد الترغیب والترھیب جلد۳ ص۳۳۲ عقوبۃ عقوق الوالدین

(۲) مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۱ باب البر والصلۃ (۳) ابوداؤد ج۴ ص۳۳۹ ح۵۱۴۲

اولاد کے مال میں والدین کا حق:

ایک شخص حضورِ اکرمؐ کے پاس آیا اور اپنے باپ کی شکایت کرنے لگا کہ وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ رسولؐ نے اس آدمی کو بلوایا، لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک بوڑھا شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس بوڑھے سے صورتحال معلوم کی۔ بوڑھے نے کہنا شروع کیا۔ یا رسول اللہ ایک زمانہ تھا جب کہ یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت وقوت تھی، میں مالدار اور خوشحال تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا، میں نے کبھی اس کو اپنی چیزیں لینے سے نہیں روکا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست و توانا ہے، میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے، اب اس کا حال یہ ہے کہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔ بوڑھے کی یہ رقت انگیز باتیں سن کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے، آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

والدین کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے:

ایک مرتبہ رسولِ کریمؐ نے فرمایا اپنے ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا، کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔(۱)

الغرض انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور فرماں برداری کرنے سے دونوں جہاں میں کامیابی ملتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو والدین کی خدمت کر کے جنت کے مستحق ہوئے، اللہ ہمیں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی فرماں برداری اور خدمت کرنے کی کماحقہٗ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

(۱) ابوداؤد ج ۴ ص ۳۳۸ ح ۵۱۴۱

اسلامی خاندان میں
رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی

خاندانی نظام کو ترقی وسکون سے ہمکنار کرنے والی چیز صلہ رحمی بھی ہے۔ والدین کے ساتھ دادا دادی، نانا نانی، چچا چچی، پھوپھا پھوپھی، خالہ خالو، ماموں ممانی، بھائی بہن اوران کے علاوہ قریب اور دور کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اوران کے ساتھ خوشی ومسرت میں شرکت کرنے اوران کے غم کو ہلکا کرنے کی اسلام نے تاکید کی ہے۔ آپسی حسن سلوک اور صلہ رحمی سے ایک دوسرے کوسکون اور مدد ملتی ہے اور باہمی تعاون سے ایک دوسرے کے کام بنتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیاہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ‘‘(۱)

’’تم اللہ کی عبادت کرواوراس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرواوراہلِ قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اورغرباء کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دوروالے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہگیر کے ساتھ بھی اوراپنے غلام وباندی کے ساتھ بھی‘‘۔

(۱) سورہ نساء آیت ۳۶

دوسری جگہ ارشادفرمایا:

’’وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا‘‘(۱)

’’اورقرابت دارکواس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنااورمحتاج ومسافرکوبھی دیتے رہنااور (مال کو) بےموقع مت اُڑانا‘‘۔

ایک مسلمان کے مال و دولت کے بہترین مستحق والدین کے بعداس کے رشتہ دار ہیں۔

’’قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ‘‘(۲)

’’آپ فرمادیجئے کہ فائدے کی جو چیزتم خرچ کروتو وہ اپنے ماں باپ ، قرابت والوں،یتیموں اورغریبوں کے لیے ہے‘‘۔

اگرکسی رشتہ دار سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تب بھی اپنی دولت اس پرخرچ کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔

’’وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‘‘(۳)

’’اور جو لوگ تم میں بڑائی اور کشائش والے ہوں وہ اہلِ قرابت کواور مساکین کواللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں‘‘۔

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

’’تم میں سے جو کشادہ روزی والے صاحبِ مقدرت ہیں صدقہ اوراحسان کرنے والے ہیں انہیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہیے کہ وہ اپنے قرابتداروں کومسکینوں کومہاجروں کو کچھ دیں گے ہی نہیں۔اس طرح انہیں متوجہ فرما کر پھراورنرمی کرنے کے لیے فرمایا ان کی طرف سے کوئی قصور بھی سرزد ہوگیا تو انہیں معاف کردینا چاہیے۔ان سے کوئی برائی یا ایذا پہنچی ہوتوان سے درگزر کرلینا چاہیے، یہ بھی اللہ کا حکم وکرم اورلطف و

(۱) بنی اسرائیل:۲۶
(۲) سورہ بقرہ آیت ۲۱۵ (۳) سورہ نور آیت ۲۲

رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بھلائی ہی کا حکم دیتا ہے۔ یہ آیت حضرت صدیقؓ کے بارے میں اتری ہے۔ جب آپ نے حضرت مسطح بن اثاثہ کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی، کیونکہ بہتانِ صدیقہ میں یہ بھی شامل تھے۔''(۱)

صلہ رحمی کے متعلق احادیث مبارکہ کثرت سے ہیں۔ چند احادیث یہاں ذکر کی جارہی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔(۲)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا رحمِ انسانی عرشِ الٰہی کو پکڑ کر کہتا ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اس کو اللہ جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اس کو اللہ توڑے گا۔(۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلہ رحمی کا کمال یہ نہیں ہے کہ جو بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کا جواب صلہ رحمی سے دے بلکہ جو قطعِ رحمی کرتا ہے اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا معاملہ کیا جائے۔(۴)

قطع رحمی کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لایدخل الجنة قاطع''(۵) قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

ان تعلیمات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اسلام ایسے خاندان اور معاشرے کو وجود میں لانا چاہتا ہے جن کے اندر حسن سلوک اور صلہ رحمی اور آپسی محبت و تعلق کی فضا قائم ہو اور ہر ایک اپنا مستقل وجود رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کا معین و مددگار بن جائے۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ۳،ص ۵۰۔سورہ نور آیت ۲۲
(۲) الترغیب والترہیب ج ۳ص ۳۳۴
(۳) مسلم ح ۲۵۵۵
(۴) بخاری الترغیب والترھیب ج ۳ص ۲۴۰
(۵) صحیح مسلم ح ۲۵۵۶

اسلامی خاندان میں
پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلامی اصول کے مطابق تشکیل پانے والے خاندان اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں، اس کے اثرات وفوائد سے قرب وجوار کے خاندان مستفید ہوتے ہیں۔ دھیرے دھیرے امن وامان اور سکون وراحت کی فضا عام ہوتی چلی جاتی ہے۔ پڑوسی ایسے خاندان پر بھروسہ کر کے بلاخوف وخطر تجارت یا کسی اور غرض سے سفر پر روانہ ہوجاتے ہیں، اس دوران اس کی بیوی کی عصمت وعزت کی حفاظت ہوتی ہے۔ اگر کوئی ناگہانی واقعہ پیش آجائے تو اس کی مدد کی جاتی ہے۔ اسی طرح پڑوسیوں کے بچے اس مثالی خاندان کے بچوں کے ساتھ رہ کر اچھی عادتوں کے عادی بن جاتے ہیں۔

اسلام میں پڑوسیوں کے متعلق مفصل اور عادلانہ قوانین موجود ہیں۔ اللہ نے اپنے بندوں کو پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

''وَاعۡبُدُوۡا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا''(۱)

''تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہلِ قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غرباء کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہگیر کے ساتھ بھی۔ اور جو تمہارے مالکانہ قبضے میں ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے اور شیخی کی باتیں کرتے ہوں''۔

---

(۱) سورہ نساء آیت ۳۶

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن ،قیل: ومن یا رسول اللہ! قال:الذی لا یأمن جارہ بوائقہ"(۱)

"خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، پوچھا گیا، کون اے اللہ کے رسولؐ؟ فرمایا: وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں"۔

دوسرے موقع پر فرمایا:

"من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ"(۲)

"جو شخص خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے"۔

پڑوسی رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، مسلم ہو یا غیر مسلم۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی پریشانی دور کرنے کی اسلام نے تاکید کی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ پڑوسی کا حق رشتہ دار کے قریب قریب ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'مازال یوصینی جبریل بالجار حتی ظننت أنہ سیورثہ"(۳)

"مجھے جبریلؑ ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کی اتنی تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھا کہ وہ اس کو پڑوسی کے ترکے کا حقدار بنا دیں گے"۔

وہ ہرگز مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے جس کا پڑوسی بھوکا ہو، یا کسی پریشانی میں مبتلا ہو، خود چین و آرام کی زندگی گزار رہا ہو، ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) بخاری ج۴ص۵۳
(۲) ایضاص۵۴
(۳) ایضاص۵۳

"لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ جائع"(۱)

"مومن وہ نہیں ہے جو خود شکم سیر ہو جبکہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو"۔

بلکہ حضورِ اکرمؐ نے فرائض کے ساتھ نوافل وصدقات کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے والی عورت کو جہنمی قرار دیا جس کی زبان سے اس کے پڑوسی کو تکلیف پہنچتی تھی۔

ابو یحییٰ مولا جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریمؐ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں رات کو نماز ادا کرتی ہے اور دن میں روزہ رکھتی ہے اور صدقہ وخیرات کرتی ہے لیکن وہ اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے اندر کوئی خیر نہیں ہے، وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ ان لوگوں نے کہا فلاں عورت فرض نماز پڑھتی ہے اور صدقہ کرتی ہے لیکن کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا وہ جنتیوں میں سے ہے۔(۲)

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ دوسرے کی جان و مال اور عزت کو پامال نہ کرے اور اس کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ لیکن پڑوسی کی عزت کو ایک مرتبہ پامال کرنا دس مرتبہ پامال کرنے کے برابر ہے۔

زنا حرام ہے لیکن دس بدکاریوں سے بڑھ کر بدکاری یہ ہے کہ کوئی اپنی پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے، چوری حرام ہے لیکن دس گھروں میں چوری کرنے سے بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرا لے۔

حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے زنا کے متعلق سوال کیا تو صحابہ کرام نے کہا، حرام ہے، اس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) الادب المفرد للبخاری ص۵۴
(۲) ایضاص۵۶ حد۱۱۹ باب لایؤذی جارہ

"لان يزني الرجل بعشر نسوة أيسر عليه من أن يزني بأمرة جاره وسألهم عن السرقة قالوا حرام، حرمه الله عز و جل ورسوله فقال لان يسرق من عشرة أهل ابيات، أيسره عليه من أن يسرق من بيت جاره"(۱)

"آدمی دس عورتوں سے زنا کرے یہ اپنی پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے کمتر ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے کہا: حرام ہے، اس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کوئی دس گھروں میں چوری کرتا ہے، یہ اس سے کمتر ہے کہ وہ پڑوسی کے گھر میں چوری کرے"۔

پڑوسی کے درمیان محبت وتعلق میں اضافہ کا بہترین ذریعہ ہدیہ وتحفہ ہے۔ اس سے محبت قائم ہی نہیں رہتی بلکہ دن بدن بڑھتی بھی رہتی ہے۔ ہدیہ کے لیے کسی اہم اور وقیع چیز کی ضرورت نہیں بلکہ معمولی چیز بھی بھیجی جاسکتی ہے۔ کچھ نہ ہو تو گوشت کا شوربہ بھی کافی ہے اگرچہ زیادہ پانی بڑھا کر کیوں نہ ہو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوذر! جب تم شوربہ دار گوشت بناؤ تو اس کے شوربہ کو زیادہ کردو اور اپنے پڑوسی کی دیکھ ریکھ کرو۔(۲) ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔(۳)

اسلام نے مومنین کو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر جنت کی خوشخبری دی ہے۔ ایک مومن ہرگز اس بات کو گوارہ نہیں کرسکتا ہے کہ کوئی ایسا عمل چھوٹ جائے جس پر اجر وثواب متعین ہے۔ ایک مسلم خاندان کے قرب وجوار میں رہنے والوں کو ہر طرح سکون واطمینان اور مدد و تعاون حاصل ہوتا ہے اور اس خاندان کے بھروسے پر ان کے لیے لمبے سفر پر جانا بھی آسان ہو جاتا ہے، لہٰذا ایسے مثالی خاندان جو مذکورہ اوصاف کے حامل ہوں پورے عالم کے لیے امن و سکون اور ترقی وکامرانی کا باعث ہیں۔

(۱) الادب المفرد للبخاری ص ۵۲ باب حق الجار (۲) مسلم ج ۴، ص ۲۰۲۵، ح ۲۶۲۵

(۳) بخاری ج ۴، ص ۵۲

یتیم، بیواؤں اور کمزور ومجبور کی کفالت وخبر گیری

اسلامی خاندان میں یتیم، بیوہ، معذور اور اپنی ضرورت کے مطابق روزی نہ کمانے والوں کی ضرورت وحاجت پوری کی جاتی ہے اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس خاندان کے افراد کے سامنے ایسی خوشخبریاں ہوتی ہیں جن کو پانے کے لیے ہر طرح کی قربانی دینا آسان ہوتا ہے۔ آیئے اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔

یتیم:

اسلام نے یتیموں سے محبت و شفقت کرنے، ان کی کفالت کرنے، ان کی ضروریات پوری کرنے، ان کے آباء کے مال واسباب کی حفاظت ونگرانی کرنے، ان کی تعلیم وتربیت کی فکر کرنے اور یتیم لڑکیوں کی حفاظت اور مناسب جگہ ان کی شادی کرانے کی امتِ مسلمہ پر ذمہ داری ڈالی ہے۔ قتل وخونریزی اور بدامنی وجنگ کی وجہ سے عرب میں یتیموں کی کثرت تھی اس کے ساتھ ہی ان کے ساتھ بدسلوکی اور حق تلفی ومحرومی عام تھی، ان کے سرپرست ان کے باپوں کے متروکہ جائیداد کو ان کے جوان ہونے سے پہلے ختم کردیتے تھے، ان کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"كَلَّا بَلْ لَّاتُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَاتَحٰضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنَ، وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا، وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا"(۱)

"ایسا ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے اور مسکینوں کے کھلانے پر ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور (مردوں کی) میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اور دنیا کے مال و دولت پر جی بھر کے ریجھتے ہو"۔

(۱) سورہ فجر ۲۰۔۱۷

عرب کے دستور کے مطابق ان کو وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے ان کو قانوناً وراثت کا حق دیا اور ان کے سرپرستوں کو ہدایت کی گئی۔

''وَاٰتُوا الْيَتَامٰىٓ اَمْوَالَهُمْ وَلَاتَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَاتَأْكُلُوْآ اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْباً كَبِيْراً''(۱)

''اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور پاک و حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر کھا نہ جاؤ، بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے''۔

یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے ان کی دولت پر قبضہ کر لیا جائے اور بے سہارا کو ستایا جائے، اس غرض سے نکاح کرنے والوں کے لیے حکم نازل ہوا۔

''وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّاتَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا''(۲)

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو۔ دو دو، تین تین، چار چار سے لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک جانب جھک پڑنے سے بچ جاؤ''۔

یتیم بچوں کے مال کو پورا شعور آ جانے کے بعد سپرد کر دیا جائے جیسا کہ سورہ نساء میں ہے۔

''وَلَاتُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰماً وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً. وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ''(۳)

(۱) سورہ نساء آیت۲ (۲) سورہ نساء آیت۳
(۳) ایضاً آیت ۵۔۶

''بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دیدو جس مال کو اللہ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے ہاں انہیں اس مال سے کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو۔''

علاّمہ سیّد سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ان آیاتِ پاک میں بلاغت کا ایک عجیب نکتہ ہے۔ غور کرو کہ آیت کے شروع میں جہاں متولیوں کو ناسمجھ یتیموں کے مال کو اپنے پاس سنبھال کر رکھنے کا حکم ہے وہاں ان کی نسبت متولیوں کی طرف ہے کہ تم اپنا مال ان کو نہ دو اور آیت کے آخر میں جہاں بلوغ اور سنِ رشد کے بعد متولیوں کو یتیموں کو مال واپس کر دینے کا حکم ہے وہاں اس مال کی نسبت یتیموں کی طرف کی گئی ہے کہ تم ان کا مال ان کو واپس کر دو۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک یہ امانت متولیوں کے پاس رہے تو اس کی ایسی ہی حفاظت و نگہداشت کرنی چاہیے جیسی اپنے مال کی اور جب واپسی کی نوبت آئے تو اس طرح ایک ایک تنکا تک چن کر واپس کیا جائے جیسا کسی غیر کا مال دیانت کے ساتھ واپس کیا جاتا ہے جس پر تمہارا کوئی حق نہیں''۔(۱)

یتیموں کا مال ان کے سپرد کرنے سے پہلے متولیوں کو ان احکام کا پابند رہنا چاہیے:

''وَلَاتَأْكُلُوْهَا اِسْرَافاً وَّبِدَاراً اَنْ يَّكْبَرُوْا، وَمَنْ كَانَ غَنِيّاً فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ، فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْباً''(۲)

''اور ان کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کر دو، مالداروں کو چاہیے کہ (ان کے مال سے) بچتے رہیں، ہاں مسکین محتاج ہو تو دستور کے مطابق واجبی طور سے کھا لے پھر جب انہیں سونپو تو گواہ بنا لو، دراصل حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے''۔

(۱) سیرۃ النبی جلد ششم ص ۲۹۱ (۲) سورہ نساء آیت ۶

ذخیرۂ احادیث سے چند احادیث یتیموں کے متعلق پیش کی جارہی ہیں، جن سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ نبیٔ رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیموں سے کس قدر ہمدردی ومحبت تھی۔ ایک موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وقال باصبعيه السبابة والوسطیٰ"(۱)

"میں اور کسی یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے"۔

محبت کے ساتھ یتیم کو گھر بلا کر کھانا کھلا دینا بھی جنت میں لے جانے والا عمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کسی یتیم بچہ کو اپنے گھر بلا کر لائے اور اس کو کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی نعمت عطا کرے گا بشرطیکہ اس نے ایسا کوئی گناہ نہ کیا ہو جو بخشائش کے لائق نہ ہو۔"(۲)

مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خير بيت في المسلمين بيت فيه يتيم يحسن اليه، وشر بيت في المسلمين فيه يتيم يساء إليه"(۳)

"مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جارہی ہو اور سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو"۔

ان تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کا ایک ایک گھر یتیم خانہ بن گیا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حال یہ تھا کہ وہ کسی یتیم کو ساتھ لیے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔(۴)

(۱) بخاری ج۴ص۵۲ باب فضل من یعول یتیما
(۲) الترغیب والترہیب ج۲ص۱۳۲۔۱۳۳ (۳۔۴) الادب المفرد ص۶۳

بیوہ:

اسلام نے بیوہ کو سماج میں اہم مقام عطا کرتے ہوئے اپنی مرضی سے شادی کرنے، چار مہینہ دس دن سوگ منانے کے بعد زیب وزینت اختیار کرنے کا حق دیا اور شوہر کے عزیزوں کی جبری ماتحتی سے آزاد کیا، اس کے ساتھ ہی اس کو شوہر سے دین مہر اور متروکہ مال میں اولاد کی موجودگی میں ثمن (آٹھواں حصہ) اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں (ربع) چوتھا حصہ پانے کا حق دیا اور اپنے بچوں کی پرورش و نگہداشت پر جنت کی خوشخبری سُنائی۔

امتِ مسلمہ کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ ان کی ضروریات پوری کریں اور عزت وسکون کے ساتھ زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کریں۔ یہ کام بڑے اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الساعي على الارملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله وأحسبه قال و كالقائم لا يفتر كالصائم لايفطر"(۱)

"مسکین اور بیوہ کی دستگیری و تعاون کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔ میرا خیال ہے کہ فرمایا وہ مسلسل عبادت کرنے اور لگاتار روزے رکھنے والے کی طرح ہے"۔

اس دوڑ دھوپ میں معاشرہ کی بیوہ عورتوں کے لیے مناسب جگہ شادی کرادینے کا حکم بھی شامل ہے تاکہ وہ سکون واطمینان کے ساتھ زندگی گزارسکیں اور شیطان کے مکروفریب سے محفوظ رہ سکیں اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

"وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ" اور اپنے میں سے بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کردو۔

(۱) مسلم شریف ح۲۹۸۲، ترمذی ج۴ص۲۰۵ (۲) سورہ نور آیت ۳۲

ضرورتمند:

حاجتمند، کمزور و بے بس طبقہ پر اسلام نے خصوصی توجہ دی ہے۔اس کو معاشرہ میں قابلِ قدر بنایا اوران کے مسائل کو حل کرنے کی بہتر تدبیر وسعی کی ہے اور حکومت اور مالداروں کو ان کی ضرورت پوری کرنے اوران کے مسائل حل کرنے کا پابند بنایا ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

"وَفِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ"(۱)

"جن (مسلمانوں) کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم کے لیے حق ہے۔

"وَالَّذِيۡنَ فِىۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ، لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ"(۲)

"جن (مسلمانوں) کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم کے لیے حق ہے۔

محروم سے مراد وہ مصیبت زدہ ہے جس کی کمائی یا کھیتی پر کوئی آسمانی افتاد پڑ گئی ہو اور اب وہ دوسروں کی مدد کا محتاج ہو گیا ہو۔اسی معنی کی تائید اہل لغت اور بعض اہلِ تفسیر کے بیان اور قرآن سے ہوتی ہے۔

سورہ ذاریات میں حق سے مُراد صدقہ اور مالی امداد ہے جب کہ سورہ معارج میں مقررہ حق سے مراد زکوٰۃ ہے۔لہٰذا ایسے حاجتمندوں کی جن پر کوئی مصیبت اور افتاد پڑی ہے ان کی زکوٰۃ اور صدقات سے مدد کی جائے۔

اپنی ضرورت کو لے کر آنے والے کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اگر استطاعت ہو تو مدد کر دی جائے، ورنہ سلیقہ سے معذرت کر لی جائے یا دوسروں سے ان کی ضرورت پوری کرادی جائے۔سائل کے ساتھ بدسلوکی کرنا اور ان کو جھڑک دینا ممنوع ہے۔اللہ فرماتا ہے۔

(۱) سورہ ذاریات آیت ۱۹ (۲) سورہ معارج آیت ۲۴۔۲۵

"وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَاتَنۡهَرۡ"(۱) "اور سائل کو مت جھڑکئے"۔

نیکی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کی جائے، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں کسی کی مدد نہ کی جائے۔سورہ مائدہ میں ہے:

"وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ"(۲)

"اور نیکی و پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ و زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے"۔

جو کوئی قیامت کی پریشانیوں کو دور کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے بھائی کی پریشانی کو دور کرے۔

"عن سالمؓ عن ابیه ان رسول الله قال المسلم اخ المسلم لایظلمه ولا یسلمه من کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة"(۳)

"حضرت سالمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، تو وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو دشمن کے حوالے کرے جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں رہے گا تو خدا اس کی ضرورت پوری کرے گا، جو کوئی کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے گا تو خدا اس کے بدلے قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور فرما دے گا"۔

(۱) سورۃ الضحیٰ:۱۰ (۲) سورہ مائدہ:۲
(۳) صحیح مسلم ج۴ ص۱۹۹۶ ح۲۵۸۰

ایک دوسرے موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''والله فی عون عبده ماکان العبد فی عون اخیه''(۱)

''اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہے گا''۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل یا حاجتمند آتا تو آپ صحابہ سے فرماتے کہ تم سفارش کرو تو تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

''عن ابی موسی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان اذا اتاه السائل او صاحب الحاجة قال، اشفعوا فلتوجروا ولیقض الله علی لسان رسوله ماشاء''(۲)

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ضرورتمندوں اور بے کسوں کی دل کھول کر مدد کرے، اگر استطاعت نہ ہو تو دوسروں سے ان کی ضرورت پوری کرادے ورنہ ان سے ہمدردی کا معاملہ کرے اور اپنی ذات سے حتی المقدور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی سعی کرے۔ بخاری میں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علی کل مسلم صدقة قالوا فان لم یجد قال فلیعمل بیده فینفع نفسه ویتصدق ، قالوا فان لم یستطع أو لم یفعل قال فیعین ذا الحاجة الملهوف قالوا فان لم یفعل قال فیامر بالخیر أو قال بالمعروف قال فان لم یفعل قال فیمسك عن الشر فانه له صدقة''(۳)

''ہر مسلمان پر صدقہ عائد ہوتا ہے، لوگوں نے عرض کیا اگر اس کے اندر گنجائش

(۱) مسند احمد بن حنبل ج۲ص۲۷۴
(۲) بخاری ج۴ص۵۵
(۳) بخاری ج۴ص۵۴ باب کل معروف صدقة

نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے، اس طرح اپنے کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر اس کے اندر اس کی بھی استطاعت نہ ہو یا وہ ایسا نہ کر سکے (راوی کو شک ہے) آپؐ نے فرمایا تو وہ کسی ضرورت مند آفت زدہ کی مدد کرے، لوگوں نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، آپ نے فرمایا تو وہ نیکی کا حکم دے، یا آپ نے فرمایا، بھلائی کا حکم دے (راوی کو شک ہے) ایک شخص نے پھر پوچھا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ برائی سے باز رہے کہ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔''

الغرض ایسے خاندان اور معاشرے جن کی تشکیل اسلامی اصول اور تعلیمات کے مطابق ہوئی ہوں وہ اپنے افرادِ خاندان اور رشتہ داروں کے ساتھ دیگر خاندان اور سماج کے لیے بے لوث خدمت کرتے ہیں۔ یتیموں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتے ہیں اور ان کے لیے روزگار فراہم کرتے ہیں۔ یتیم لڑکیوں کی مناسب جگہ شادی کرانے، بیواؤں اور ضرورت مندوں کی ضروریات فراہم کرنے اور ان کے علاج و معالجہ کے لیے ہاسپٹل قائم کرنے اور مفت دوا و علاج کی سہولت فراہم کرنے، ان کی رہائش اور ذریعۂ معاش کا مناسب نظم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ جسم فروشی، اسمگلنگ اور دیگر برائیوں سے دور رکھنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

☆☆☆

اسلامی خاندان میں

بوڑھے وعمر دراز کا مقام

انسانی نسل میں مختلف قبائل وخاندان، رسم ورواج، مذہب ومسلک، رنگ ونسل، ملک ووطن ہیں لیکن تمام تر تفریقات کے باوجود کچھ قدریں مشترک ہیں اور انسانی آبادی میں ان قدروں پر عمل ہوتا رہا ہے۔ بچوں سے شفقت ومحبت اور بوڑھوں کا ادب واحترام تمام قوموں اور مذہبوں میں پایا جاتا ہے اور انسانی سماج میں ہر عمر کے لوگوں کے لیے الگ الگ برتاؤ پایا جاتا ہے لیکن آج بدلتے حالات کے ساتھ بہت سی پرانی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ مغربی ممالک اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے سماج میں بوڑھے مرد اور عورت پر ظلم و زیادتی پائی جارہی ہے۔ ان کا ادب واحترام، ان کی خدمت وخبر گیری سے خود اولاد دور ہوتی جارہی ہے۔ بوڑھے اپنے ہی گھر سے سے نکلنے پر مجبور ہو رہے ہیں اور سرکاری رہائش گاہوں میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔ آئے دن ان پر زیادتی کی خبریں سامنے آرہی ہیں۔

مسلم خاندان ومعاشرہ میں بھی بتدریج تبدیلیاں آرہی ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ عمر رسیدہ کے حقوق اور ان کے ادب واحترام اور خدمت وخبر گیری کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا جائے اور وعظ ونصیحت اور آپسی ملاقاتوں میں بھی بڑوں کے ادب وخدمت کو بار بار دہرایا جائے اور بچوں پر شفقت ومحبت اور بڑوں کے ادب واحترام کا عمومی ماحول پیدا کیا جائے۔

اسلام نے چھوٹوں پر شفقت ومحبت کرنے اور عمر رسیدہ لوگوں کی عزت واحترام کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث اور اسلاف کے قول وعمل کے نادر نمونے موجود ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ''من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا فلیس منا'' ترجمہ: ''جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حقوق کو نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔(۱)

اس حدیث سے بڑوں کے ادب واحترام نہ کرنے والوں کے لیے سخت تہدید ہے۔ ایسے لوگوں کا رشتہ اسلام سے کمزور ہے۔

نماز ایک اہم رکن ہے، اس میں بھی بوڑھوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ انفرادی نماز میں انسان کو بڑی سورت اور لمبی نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن جماعت کی نماز میں بوڑھے، کمزور اور بیمار شریک ہوتے ہیں اس لیے امام کو حکم دیا گیا کہ آسانی اختیار کریں اور نماز زیادہ لمبی نہ کریں۔

''عن أبی هريرة ان النبی ﷺ قال إذا أم أحدكم الناس فليخفّف، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض، فإذا صلى وحده فليصلّ كيف شاء'' (۲)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ طول نہ دے) کیونکہ مقتدیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ''ان من إجلال الله تعالیٰ إكرام ذی الشیبة المسلم، وحامل القرآن غير الغالی فيه والجافی عنه، وإكرام ذی السلطان المقسط'' (۳)

---

(۱) الادب المفرد للبخاری ۱۲۹ عالم الكتب بيروت، حديث نمبر ۳۵٦

(۲) صحیح مسلم، حديث نمبر ٤٦٧، الجزء الاول صـ۳٤۱.

(۳) الأدب المفرد ۱۲۹ حـ۳۵۹

ترجمہ: ''اللہ کی عظمت واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان عمر رسیدہ شخص کا اکرام کیا جائے اور اس قرآن کے حامل وحافظ کا جو اس میں غلو نہ کرنے والا ہو اور نہ اس کو چھوڑنے والا اور عادل بادشاہ کا''۔

جس شخص نے عمر رسیدہ کی عزت کی اس کا بدلہ یہ ہے کہ بڑھاپے میں اس کی بھی عزت کی جائے گی۔

''عن أنس ابن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما اكرم شابٌ شيخاًلسنه الا قيص الله له من يكرمه عند سنه''(۱)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے کی عزت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے شخص کو مامور کرے گا جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے۔''

جو شخص اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے بوڑھا ہو جائے اور اس کے بال سفید ہو جائیں، اس کو اللہ قیامت میں ایک نور عطا فرمائے گا۔ یہ اس کی عظمت و برائی کی علامت ہوگی جس کی وجہ سے وہ عام لوگوں میں ممتاز ہوگا۔

''عن كعب بن مرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من شاب شيبة فى الإسلام كانت له نوراً يوم القيامة''(۲)

ترجمہ: ''حضرت کعب بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو نوجوان اسلام میں بوڑھا ہو گیا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا''۔

(۱) سنن الترمذى حديث نمبر ۲۰۲۲، وفى سنده يزيد بن بيان العقيلى وهو ضعيف والراوى عنه وهو أبو الرحال الأنصارى ضعيف أيضاً. هذا حديث غريب ٤/۳۲۷.

(۲) سنن أبى داؤد حـ٤٨٤٣. سنن الترمذى حـ١٦٣٤، ٤/١٤٧

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوڑھے شخص کے لیے ایک سفید بال کے بدلہ ایک نیکی عطا کرے گا اور ایک گناہ مٹائے گا۔

''كتب اللّٰه بها حسنة وحط عنه بها خطيئة لأصحاب السنن بلفظ ابى داؤد''(۱)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے اس بات سے کہ اپنے بندے اور بندی کو جب کہ وہ اسلام میں بوڑھے ہوں، عذاب دیں۔(۲)

عمر دراز کی عظمت و بڑائی کا تقاضا ہے کہ چھوٹا سلام کرنے میں پہل کرے اور بعض روایتوں میں بڑوں کے ادب واحترام کے لیے کھڑے ہونے اور ہاتھ چومنے کی بابت معلوم ہوتا ہے اور امت کے دیندار و مہذب طبقہ میں اس کا معمول پایا جاتا ہے۔

جب دسترخوان پر ہر عمر کے لوگ جمع ہوں تو کھانا شروع کرنے کے لیے عمر میں سب سے بڑے سے درخواست کی جائے۔ نوجوانوں کو کھانا شروع کرنے میں عمر رسیدہ لوگوں کے شروع کرنے کا انتظار کرنا چاہیے۔

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہیں ڈالتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک برتن میں نہ ڈالیں۔(۳)

اسی طرح ادب یہ ہے کہ کھانے سے فراغت کے بعد عمر دراز کو سب سے پہلے ہاتھ دھونے کا موقع دیا جائے یا ان کا ہاتھ دھلایا جائے۔ اسی طرح اپنے ہر اجتماعی کام میں اپنے بڑوں کو شریک کرے، ان سے مشورہ کرے۔ ان کی رائے پر عمل کرنے سے کامیابی ملتی ہے اور کام پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے اور اس کام میں برکت ہوتی ہے۔

(۱) جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد صـ٨١٨

(۲) كنز العمال ١٠/٦٧٢

(۳) صحيح مسلم

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"البركة من أكابرنا فمن لم يرحم صغيرنا ويجل كبيرنا فليس منا"(۱)

ترجمہ:"برکت اکابر کے ساتھ ہے جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

حضرت ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"الخير مع أكابرنا" یعنی خیر اکابر کے ساتھ ہے۔(۲)

کئی افراد جمع ہوں اور ان کے سامنے کوئی چیز پیش کی جائے اور بڑوں کی عزت و مرتبہ کا خیال رکھا جائے۔ مسلم شریف میں ہے۔

"عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال : أرانی فی المنام أتسوك بسواك وجاء نی رجلان، أحدهما أكبر من الآخر فناولت السواك الأصغر فقيل لی : كبر فدفعته إلى الكبير منهما "(۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں، میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، تو میں نے چھوٹے کو مسواک پیش کیا تو مجھ سے کہا گیا، بڑے کو دیجئے، لہٰذا میں نے وہ مسواک ان دونوں میں سے جو بڑا تھا اس کے حوالے کر دی۔

اسلام نے بڑوں کی بے حرمتی کرنے، مذاق اُڑانے، برا بھلا کہنے اور ان پر ہنسنے سے منع کیا ہے اور بڑوں کی توہین کرنے والوں کو منافق قرار دیا ہے۔ طبرانی اپنی کتاب معجم کبیر میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ثلاث لا يستخف بهم الا منافق : الشيبة فی الإسلام و ذوالعلم وإمام مقسط."

(۱) رواه الطبرانی. مجمع الزوائد ۸/۱۵ دار الكتاب العربی بيروت
(۲) مجمع الزوائد ۸/۱۵، باب الخير والبركة مع الأكابر
(۳) صحيح مسلم حـ۲۲۷۱، رواه مسلم مسنداً والبخاری تعليقاً.

ترجمہ:"تین آدمیوں کی توہین منافق ہی کر سکتا ہے، ایک وہ شخص جو حالتِ اسلام میں بڑھاپے کو پہنچا ہو اور عالم اور عادل امام و بادشاہ"۔

الغرض اسلام نے عمر رسیدہ و بزرگ کی عزت و احترام کا حکم دیتے ہوئے ان کی موجودگی کو معاشرہ کے لیے خیر و برکت کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔ ایک بوڑھا شخص چاہے کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو، اس کا کوئی بھی وطن ہو، اس کا تعلق کسی بھی نسل و برادری سے ہو، اس کی عزت و توقیر اور ادب و احترام کرنے کی اسلام نے تاکید کی ہے۔ جو کوئی ان کی عزت و احترام کو نا قابلِ اعتناء سمجھتا ہے، اس کا اسلام سے تعلق و وابستگی کمزور ہے۔ دنیا میں بوڑھے و عمر دراز ادب و احترام اور عزت و وقعت کے مستحق ہیں اور آخرت میں ان کو ایک نور سے نوازا جائے گا جو ان کے لیے عزت و تکریم کا باعث ہوگا۔ اللہ ہر سفید بال کے بدلے ان کو ایک نیکی عطا کرے گا اور ایک گناہ کو مٹائے گا۔

عمر رسیدہ و بوڑھوں کی قدر و منزلت اور عزت و احترام اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ اللہ ان کو آخرت میں ایک نور عطا فرمائے گا جس کی وجہ سے وہ اور لوگوں میں ممتاز ہوگا، یہ ان کی بڑائی اور عظمت کی نشانی ہوگی۔ اللہ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ دنیاوی معاشرہ میں بھی ان کی موجودگی خیر و برکت کا بہترین ذریعہ ہے لہٰذا ان کے ادب و احترام، سکون و اطمینان اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لیے عمومی تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ امتِ مسلمہ کو انسانی برادری کے سامنے قابلِ تقلید نمونہ پیش کرتے ہوئے قائدانہ رول ادا کرنا چاہیے۔

وما توفيقی الا بالله وعليه توكلت واليه انيب.

☆☆☆

اسلامی خاندان کا
عام مسلمانوں سے برتاؤ

تمام انسان حضرتِ آدمؑ وحواؑ کی اولاد ہیں اور تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کا رسول ان کی کتاب اور ان کا حرم ایک ہے۔ سبھی اپنا مستقل وجود رکھنے کے باوجود ایک ہیں اور وہ ایک دوسرے کے لیے ممد ومعاون ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا"(۱)

"مومن مومن کے لیے دیوار کی طرح ہے۔ ان میں کا ایک دوسرے کو طاقت بخشتا ہے"۔

تمام مومنین محبت والفت اور شفقت ونرمی میں ایک جسم کی طرح ہیں جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تری المومنین فی تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی له سائر جسده بالسهر والحمی"(۲)

"باہمی محبت وہمدردی اور مہربانی کرنے میں ایمان والوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جب کہ اس کے کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریکِ حال رہتا ہے"۔

وہی مسلمان حقیقی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) مسلم ج۴ص۱۹۹۹ حدیث ۲۵۸۵ (۲) بخاری ج۴ص۵۳

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه"(۱)

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کر دے"۔

ایک مومن کے لیے اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مومن کو تکلیف نہ پہنچے بلکہ کامل مومن وہ ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

"عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لایؤمن أحدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه"(۲)

اسلام ایک ایسے خاندان اور معاشرہ کو تشکیل دیتا ہے جس کے اندر ایک دوسرے کا احترام ہو ان کے قلوب محبت والفت، شفقت ورحمت، امن وسکون اور راحت وآرام سے لبریز ہوں۔

"حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے پر بڑھنے کی ہوس نہ کرو۔ ایک دوسرے سے بغض وعداوت نہ رکھو، ایک دوسرے کے پیچھے نہ پڑو، اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کے ساتھ ظلم نہیں کرتا، اس کو دھوکہ نہیں دیتا، اس کو حقیر نہیں سمجھتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت حرام ہے"۔(۳)

(۱) بخاری ج۱ص۱۱ (۲) بخاری ج۱ص۱۲

(۳) مسلم ج۴ص۱۹۸۶

کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ دنیاوی امور کی وجہ سے وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کرے، جس نے اپنے بھائی سے ترکِ تعلق کیا کسی دنیاوی امر کی وجہ سے اوراسی حال میں مرگیا تو وہ جہنمی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لایحل لمسلم أن یھجر أخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار''(۱)

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے جس نے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دیا اور مرگیا تو دوزخ میں داخل ہوگا''۔

جب بھی دو افراد یا دو فریق و جماعت میں نفرت وعداوت اور دوری و بیگانگی ہوجائے تو اصحاب الرائے اور بااثر حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حتی المقدوران کے درمیان صلح وصفائی کی کوشش کریں۔ اس لیے کہ ارشادِ ربّانی ہے۔

''فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ''(۲)

''اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔

الغرض تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک جسم کی طرح ہیں، اگر جسم کا ایک حصہ تکلیف ومصیبت میں مبتلا ہو تو تمام اعضا اس کے ساتھ تکلیف و مصیبت میں شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کو آپس میں محبت والفت، اتحاد واتفاق، عزت واحترام اور عفو ودرگزر کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اگر کبھی کسی وجہ سے بات چیت بند ہوجائے تو تین دن کے اندر آپسی ناراضگی و اختلاف کو ختم کرکے گفتگو شروع کردینی چاہیے۔ معاشرہ کے دوسرے افراد کی بھی ذمہ داری ہے کہ جب بھی دو افراد یا جماعت میں اختلاف و دوری ہوجائے تو وہ ان کے درمیان صلح وصفائی کی ہر ممکن کوشش کریں۔ ☆☆☆

(۱) ابوداؤد ج۴ص۲۸۱ ح۴۹۱۴ (۲) حجرات آیت ۱۰

اسلامی خاندان کا
انسانی برادری کے ساتھ حسنِ سلوک

اللہ تمام عالم کا خالق ہے۔ اس نے اپنی خاص حکمت ومصلحت کے تحت اس کائنات کو وجود میں لاکر اس کو ہمہ قسم کی نعمتوں اور مخلوقات سے آراستہ کیا۔ کائنات اور یہاں کی ہر چیز اس کے حکم سے قائم ودائم ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اللہ رب العزت نے اٹھارہ ہزار مخلوقات کو پیدا فرمایا اور ان میں انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر یہاں کے وسائل اور نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔ حضرتِ آدم وحواسب سے پہلے اس دنیا میں آئے اور ان کے ذریعہ نسلِ انسانی کا سلسلہ قائم ہوا۔ آبادی روزافزوں بڑھنے لگی۔

انسان شیطان کے بہکاوے اور مکروفریب میں آکر اپنے خالق اور مقصدِ حیات کو بھول بیٹھا۔ لیکن اللہ نے اپنے بندوں پر رحم وکرم کرتے ہوئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کو اس کی ہدایت وکامیابی کے لیے مبعوث فرمایا۔ سب سے آخر میں رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر اسلام کو کامل بنایا جیسا کہ خود خالقِ کائنات نے اس کا اعلان فرمایا۔

''اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْناً''(۱)

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا''۔

اس آخری وتکمیلی مذہب کے اولین متبعین صحابہ کرام نے دنیا میں پھیل کر اسلام کو عام کرنے کی حتی المقدور کوشش کی اور دنیا میں عادلانہ نظام قائم کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ اسلام کا

(۱) سورہ مائدہ:۳

دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا اور اسلام کے زیر سایہ بڑے بڑے سلاطین وامراء، مفسرین، محدثین، مجتہدین، فقہاء، صلحاء اور ہر فن کے ماہرین پیدا ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی جہالت وگمراہی، بدامنی وخلفشار، قتل وخونریزی اور ظلم وحق تلفی کا خاتمہ ہوا۔ مظلوموں اور کمزوروں کو ان کا حق ملا۔ اسلام کے پیروکاروں نے اللہ کی تمام مخلوقات کے ساتھ محبت ورحم کا معاملہ کیا۔

ہر طرح کے حدود وقیود سے بالاتر ہوکر انسانوں سے محبت واحترام کا معاملہ کیا، یہاں تک کہ جانوروں، چرند وپرند اور شجر وحجر کو بلاوجہ نقصان نہیں پہنچایا۔

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلافِ امت کے نقشِ قدم پر امتِ مسلمہ کی ایک جماعت ہر زمانہ میں چلتی رہی۔ لوگ ان کے علم، عمل اور تقویٰ و پرہیزگاری سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اس دورِ انحطاط میں بھی مسلمان تمام انسانوں سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرتے ہیں۔ البتہ ایک مومن کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ تمام لوگ آگ سے بچ جائیں اور نور و ہدایت حاصل کرکے دونوں جہاں کی کامیابی پالیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ أَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ أَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ‘‘ (۱)

’’آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجیے، آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راستہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے‘‘

لیکن امتِ مسلمہ کا کام صرف پہنچا دینا ہے، ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (۲) ’’دین میں زبردستی نہیں‘‘۔

قرآن وحدیث میں بارہا تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تمام انسان ایک آدم وحوا کی اولاد ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) النحل : ۱۲۵ (۲) سورہ بقرہ آیت ۲۵۶

’’یٰٓأَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَّنِسَآءً، وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً‘‘(۱)

’’اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بچو، بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے‘‘۔

دوسری جگہ فرمایا:

’’یٰٓأَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ‘‘(۲)

’’اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے‘‘۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’قد أذهب الله عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالآباء مومن تقي وفاجر شقي والناس بنو آدم وآدم من تراب‘‘(۳)

’’اللہ نے تم سے دور کر دیا جاہلیت کے گھمنڈ کو اور اپنے آباواجداد کے نام پر ایک دوسرے سے بڑا بننے کو۔ اب تو دو ہی طرح کے لوگ ہیں۔ مومن اللہ سے ڈرنے والا اور بدکار بدبختی کا مارا ہوا۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں‘‘۔

(۱) سورہ نساء آیت ۱ (۲) سورہ حجرات آیت ۱۳
(۳) ترمذی ج۵ ص۶۹۱ ح۳۹۵۶ باب فی فضل الشام والیمن

تمام انسان ایک آدم وحوا کی اولاد ہیں لہٰذا بحیثیت انسان ایک دوسرے کا ادب واحترام اور خیر خواہی و مدد کا معاملہ ہونا چاہیے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الخلق عیال الله فاحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عیاله''(۱)

''تمام مخلوق اللہ کا گھرانا ہے پس خلقِ خدا میں سب سے زیادہ محبوب اس کے نزدیک وہ ہے جو اس کے گھرانے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے''۔

اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔مسند احمد بن حنبل میں ہے۔

''والله فی عون عبده ماکان العبد فی عون أخیه''(۲)

''اللہ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے''۔

تمام انسان ایک دوسرے کی مدد و خیر خواہی کے مستحق ہیں اور وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن العباد کلھم إخوة(۳)

''بندے تو تمام ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کو بھائی بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباد الله اخوانا''(۴)

''ایک دوسرے سے عداوت اور حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کے پیچھے پڑو، اللہ کے بندوں بھائی بھائی ہو جاؤ''۔

(۱) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق
(۲) مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۷۴
(۳) مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۶۹
(۴) صحیح مسلم ج ۴ ح ۱۹۸۵

زبان سے محبت عام ہو اور نفرت و عداوت ختم ہو جائے ، زبان نیکیوں کے پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے میں گویا ہو، اپنے ہوں یا پرائے ، ہر حال میں زبان انصاف پر قائم رہے۔

سورہ بقرہ میں ہے:

''وَقُوْلُوا لِلنَّاسِ حُسْناً''(۱) ''لوگوں سے اچھی بات کہو''۔

منصفانہ برتاؤ میں قوم وملت ، ملک و وطن اور مذہب و مسلک حائل نہیں ہونا چاہیے۔

''لَایَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا''(۲)

''جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزر جاؤ''۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الراحمون یرحمھم الرحمن، إرحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء''(۳)

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔رحم کرو ان پر جو زمین میں ہیں تم پر رحم کرے گا وہ جو آسمان میں ہے''۔

اسی مفہوم کو کسی شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

وہ شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ تمام انسانوں سے صرف خدا کے لیے پیار نہ کرے۔

(۱) سورہ بقرہ:۸۳
(۲) سورہ مائدہ آیت ۲
(۳) ترمذی ج ۴ ص ۲۸۵ ح ۱۹۲۲

"عن أنس قال قال النبی ﷺ ایومن احدکم حتی یحب للناس مایحب لنفسه وحتی یحب المرء لایحبه الا لله عز و جل"(۱)

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اورلوگوں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جب تک کہ وہ آدمی صرف خدا کے لیے پیار نہ کرے"۔

مومن کے قول وعمل سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس کی ذات سے شرو فتنہ کا اندیشہ نہیں کیا جاتا۔ مومن دنیاوی اغراض و مقاصد سے بالاتر ہوکر اخلاص و للّٰہیت سے اپنے ہر کام کو انجام دیتا ہے۔ مومن سے تمام انسان فیضیاب ہوتے ہیں، کیونکہ مومنین کے پیش نظر، یہ حدیث بھی ہوتی ہے۔

"عن أنس قال قال رسول الله صلى الله علیه وسلم لایغرس مسلم غرسا ولایزرع زرعا، فیاکل منه انسان ولا دابة ولاشیء الا کانت له صدقة"(۲)

"حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگائے گا یا کوئی بیج بوئے گا، اس سے انسان یا پرندہ بھی کچھ کھائے گا تو اس کا ثواب اس لگانے والے کو ملے گا"۔

الغرض تمام انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی جان ومال اور عزت و آبرو دوسرے کے لیے محترم ہے۔ ایک دوسرے سے ہمدردی وغمخواری کی جانی چاہیے اور بحیثیت انسان ایک دوسرے کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنا چاہیے۔ البتہ کوئی اپنی جان اور مال کو خود ہی مباح کرلے تو الگ حکم ہے۔ مسلم خاندان تمام انسانی برادری کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں اور اپنے قول وعمل سے بلاوجہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ ☆☆☆

(۱) مسند احمد بن حنبل ج۳ ص۲۷۲ (۲) بخاری ج۵ ص۲ مسلم ح۱۵۵۲

اسلامی خاندان میں
میراث کی منصفانہ تقسیم

اسلام نے اجتماعی تکافل کے نظام کو مستحکم ومربوط بنانے کے لیے وراثت کے عادلانہ نظام کو قائم کیا ہے۔ اس کے ذریعہ مورث کی دولت و جائیداد اس کے رشتہ داروں میں قرب و بعد کے لحاظ سے الگ الگ حصوں کے مطابق تقسیم ہوجاتی ہے، اس کے ذریعے دولت ایک ہاتھ میں رہنے کے بجائے متعدد افراد تک پہنچ کر زیادہ سودمند اور نافع ہوجاتی ہے۔ جس سے محتاجی وتنگدستی اور غریبی ومفلسی میں کمی آجاتی ہے۔ مثالی خاندان میں ترکہ کی تقسیم اسلامی شریعت کے مطابق ہوتی ہے۔ تقسیم کے وقت اگر ایسے رشتے دار آجاتے ہیں جن کا اس ترکہ میں حصہ نہیں ہوتا ہے تو وہ ان کو بھی کچھ دے دیتے ہیں۔

"اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا"(۱)

"اور جب (وارثوں میں ترکہ کی) تقسیم ہوتے وقت آموجود ہوں رشتہ دار (دور کے) اور یتیم وغریب لوگ تو ان کو بھی اس (ترکہ) میں سے کچھ دے دو اور ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بات کرو"۔

ترکہ کی تقسیم میں سب سے قریبی رشتہ دار کو اولیت وترجیح حاصل ہوتی ہے تاکہ ترکہ آسانی سے تقسیم ہوجائے۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ جو سب سے زیادہ ضرورت مند ہو اس کو زیاہ حصہ دیا جائے۔ مرنیوالے کی اولاد کو زیادہ حصہ دیا گیا

(۱) سورہ نساء آیت ۸

جب کہ اس کے والدین کو کم حصہ دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین کی بنسبت بیٹے اور بیٹیوں کی ضروریات زیادہ ہیں۔ مستقبل میں انہیں مال و دولت کی زیادہ ضرورت ہوگی اور مستقبل کے کئی چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑے گا جبکہ والدین ان مراحل سے گزر چکے ہیں۔ اسی طرح اسلام نے آٹھ قسم کی عورتوں کو ترکہ میں شریک کیا جب کہ اسلام سے قبل دیگر مذاہب اور قبائلی اور ملکی قوانین میں عورتیں میراث پانے سے محروم رہتی تھیں۔ ان کے یہاں اصول یہ تھا کہ جو جنگ میں اپنی بہادری و جوانمردی کا مظاہرہ کر سکے وہی مال و دولت کا زیادہ حقدار ہے۔ طرفہ یہ کہ عورتیں خود میراث میں تقسیم ہو جاتی تھیں۔

محمد ابوزہرہ اپنی مشہور کتاب ''انسانی معاشرہ اسلام کے سایے میں'' میں لکھتے ہیں:

''تمام انصاف پسند علماء قانون جنھوں نے اسلام کا مطالعہ اس حیثیت سے کیا ہے کہ اسے سمجھیں اور اس کی روح کو پانے کی کوشش کریں اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کا نظامِ وراثت بہترین نظامِ وراثت اور تمام نظاموں سے زیادہ عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ دنیا کا کوئی قانون نہیں جو عدل وانصاف میں اس کی ہمسری کر سکے یا اس کے قریب بھی پہنچتا ہو۔

جوزف لوبون اس حقیقت کا اعتراف اس طرح کرتا ہے:

''وراثت کے اصول جنہیں قرآن نے بیان کیا ہے، بے انتہا عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم جو آیتیں نقل کر رہے ہیں ان کو دیکھ کر ہی ایک شخص بآسانی اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جس پر بعد کے فقہاء و مفسرین نے بے شمار اضافے کیے ہیں۔ قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی حیثیت عمومی احکام سے زیادہ نہیں۔ آگے یہی مصنف کہتا ہے، تاہم اگر ان کے درمیان اور فرانس و برطانیہ میں عورتوں کو دیئے گئے حقوق کے درمیان موازنہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ شریعت نے عورت کو میراث کے سلسلے میں جو حقوق دیئے ہیں ہمارے قوانین اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں''۔(۱)

الغرض اسلام کا قانونِ میراث دیگر مذاہب و قانون سے ممتاز اور عدل وانصاف کا علمی و عملی مرقع ہے۔ اس کے عادلانہ قوانین میں ہر حقدار کا جائز حق موجود ہے۔ اسلام کے قانونِ میراث کی اہم خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ میراث کا ۲/۳ حصہ لازماً ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا۔

۲۔ میراث کی تقسیم الاقرب فالاقرب کے اصول پر ہوگی۔

۳۔ میراث کا تیسرا اصول ضرورت کی رعایت ہے جن کی ضروریات جتنی سخت ہیں اسی کے مطابق انہیں حصہ دیا گیا ہے۔

۴۔ عورتوں اور ان سے متعلق تمام رشتہ داروں کو ترکہ میں حصہ دار بنایا۔

لہٰذا ایسے خاندان میں جہاں اسلامی احکام کے مطابق دولت و سرمایہ تقسیم ہو، اس میں محتاجی و تنگدستی اور غریبی و مفلسی میں کمی آتی ہے اور امیری و غریبی کا نمایاں فرق مٹتا ہے۔ طویل و خونریز معرکہ آرائیوں سے دنیا محفوظ رہتی ہے۔ لیکن اسلامی تعلیمات کے برخلاف دولت و سرمایہ کی غیر منصفانہ و غیر متوازن تقسیم کے نتیجے میں عالمی سطح پر جو دلدوز اور روح فرسا واقعات پیش آ چکے ہیں اور مستقل ایک سرد جنگ جاری ہے، اس کے خاتمہ کے لیے ضروری ہے کہ مسلم خاندان اور پوری انسانیت اسلامی احکام کی طرف رجوع کرے۔

اردو زبان میں علمِ فرائض پر کئی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ ان میں حضرت مولانا مفتی یوسف تاؤلوی صاحب کی معروف کتاب ''درسِ سراج''، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی کی کتاب ''مختصر علمِ میراث''، مولانا اشتیاق احمد قاسمی کی کتاب ''طرازی شرح سراجی'' اور سید شوکت علی کی کتاب ''تقسیمِ میراث جدید حسابی قاعدوں کے ساتھ'' کا مطالعہ دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مفید ہیں۔ اس کے ساتھ ہی علماء و مفتیانِ کرام سے رجوع کر کے ترکہ کی تقسیم کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں خاندان اور سماج کو ذمہ دارانہ رول ادا کرنا چاہیے۔ ☆☆☆

(۱) انسانی معاشرہ اسلام کے سایے میں ص ۱۳۱

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تلقین

فرد، خاندان اور معاشرہ کی اپنی اپنی سطح پر ذمہ داری ہے کہ وہ خود نیک راہ پر چلیں اور ایک دوسرے کو نیکی و بھلائی کی تلقین کریں اور دنیا میں نور وہدایت کو پھیلانے کی کوشش کریں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

"وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o"(۱)

"زمانہ کی قسم! ۔ اب تک انسان سرتا سر نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جنھوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی"۔

اس امت کا خصوصی فریضہ ہی بھلائی کا حکم دینا ہے اور برائیوں سے روکنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"(۲)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

(۱) سورہ عصر
(۲) آل عمران۔۱۱۰

سورہ توبہ میں ہے:

"اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"(۱)

"مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا۔ بلاشبہ اللہ قادرِ مطلق ہے، حکمت والا ہے"۔

جب اللہ تعالیٰ اس امت کو حکومت و سربراہی عطا کرے تو اس کا شعار کیا ہونا چاہیے۔ خالقِ کائنات نے اس کی وضاحت خود فرمادی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت کو بار بار پڑھیے اور اللہ کے اس فرمان پر غور کیجیے۔

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ"(۲)

"یہ لوگ ایسے ہیں اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں"۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کام سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے"۔ (۳)

(۱) سورہ توبہ: ۷۱ (۲) سورہ حج آیت ۴۱
(۳) مسلم ج ۱ ص ۶۹

عذابِ الٰہی کی وعید:

ترمذی شریف میں ہے:

"عن حذیفة بن الیمان عن النبی صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر أو لیوشکن الله ان یبعث علیکم عقابا منه ثم تدعونه فلا یستجاب لکم"(۱)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم لوگ ضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر ایسا نہ کروگے تو قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب مسلط کردے پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگوگے اور دعائیں قبول نہ ہوں گی۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسلمان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح کی فکر کرے اور برائیوں سے روکتا رہے اور نیکی وصبر کی تلقین کرتا رہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے خاندان اور سماج میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیتا رہے اور غیر مسلمین تک اسلام کی روشنی پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہے اور اپنے اخلاق وکردار سے ان کو متاثر کرنے اور اسلام سے قریب کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہے ورنہ اس فریضہ سے غفلت وکوتاہی برتنے پر اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مواخذہ ہوگا۔

اللہ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا سچا جذبہ عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

(۱) ترمذی ج۴ ص۴۰۶ حـ۱۲۶۹

حرفِ آخر

اسلامی خاندان کے ثمرات و برکات اور دورِ حاضر میں ٹوٹتے رشتے اور بکھرتے خاندان کے نقصانات کی تفصیلات کے بعد یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اسلام کے خاندانی نظام سے ہی پاکیزہ سماج وجود میں آسکتا ہے اور پوری انسانیت کو موجودہ مشکلات وآلام سے رہائی مل سکتی ہے۔

دورِ حاضر میں ٹوٹتے رشتے اور بکھرتے خاندانی نظام نے دنیا سے محبت وصلہ رحمی، ایثار وقربانی اور سکون واطمینان کو سلب کرلیا ہے۔ آج کا یہ انسان عہدہ و منصب، دولت وثروت اور جدید سہولیات سے آراستہ ہونے کے باوجود حیران و پریشان اور سرگرداں ہے اور سکون کا متلاشی ہے۔ قتل وغارتگری، زنا وفواحش، رشوت ودھوکہ دہی اور مختلف جرائم کی گرم بازاری ہے۔ اولاد والدین کی محبت وسرپرستی سے محروم ہے۔ والدین اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت سے غافل ہیں یا ان کی مصروف زندگی میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اولاد اپنے والدین سے اسی وقت تک وابستہ رہتی ہے جب تک وہ ان کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ شوہر اور بیوی کا رشتہ، روم پارٹنر کی طرح ہوگیا ہے۔ دونوں کو اپنی پسند کی زندگی گزارنے کا پورا حق ہے۔ کوئی کسی کے نجی معاملات میں دخل نہیں دیتا ہے۔ جب تک بات بنتی ہے ایک ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور جب چاہتے ہیں علاحدہ ہوجاتے ہیں۔ معمولی معمولی باتیں بھی طلاق کا باعث بن جاتی ہیں۔

اس وقت جو عالمی حالات ہیں خصوصاً مغربی ممالک جن مشکلات سے

دوچار ہیں، ان سے نجات دِلانے کے لیے مغربی مفکرین و دانشوران، فلاحی و سماجی کارکنان مختلف وسائل و ذرائع سے کوشش کررہے ہیں لیکن معاملہ ان کے قابو سے باہر ہو چکا ہے۔ حکومت اور رفاہی و فلاحی ادارے اور تنظیمیں بڑے پیمانے پر بوڑھوں کے لیے رہائش گاہ (Old Age House) اور بچوں کے لیے قیام گاہ قائم کرنے پر مجبور ہیں۔

والدین اپنی اولاد کی محبت و خدمت سے محروم اپنی زندگی کے آخری ایام روتے سسکتے گزارتے ہیں۔ دوسری جانب لاکھوں بچے اپنے والدین کی محبت و پیار اور مشفقانہ تربیت سے محروم سرکاری ہاسٹل میں پل کر بڑے ہوتے ہیں۔ یہی بچے بڑے ہوکر مختلف گوشہائے حیات میں قدم رکھتے ہیں، سرکاری عہدوں پر فائز ہوتے ہیں اور ملک کے حکمراں بنتے ہیں۔ یوں یہ غیر تربیت یافتہ افراد، انسانیت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ خودغرضی، مفاد پرستی، مذہب بیزاری اور مادیت پرستی ان کے رگ وریشہ میں سرایت کرجاتی ہے۔

مغربی ممالک کو بالادستی حاصل ہونے کی وجہ سے عالمی سطح پر ان کے افکار و نظریات سے لوگ متاثر ہورہے ہیں اور ان کی مادی و سائنسی ترقی کو دیکھ کر ان کی ہر ادا کو اختیار کرنے میں مشرقی ممالک اپنی کامیابی و کامرانی سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے جن مسائل و مشکلات سے مغربی دنیا دوچار ہے، انہی مسائل و مشکلات سے مشرقی دنیا بھی دوچار ہوتی جارہی ہے اگرچہ ایک بڑی تعداد مذہب اور اپنے خاندانی طور طریقے اور رسم و رواج سے وابستہ ہے۔ لیکن دھیرے دھیرے ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں صالح اور متوازن خاندان اور پاکیزہ سوسائٹی کا واضح تصور نہیں پایا جاتا ہے اور ان کی زندگی میں ایسے رسوم اور نظریات داخل ہوچکے ہیں کہ ان کی موجودگی میں انسان کو مکمل سکون

اور کامیابی نہیں مل سکتی ہے۔ وہ پوری زندگی حیران و پریشان گزاردیتا ہے اور مقاصدِ حیات کو پانے سے محروم رہتا ہے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے وہ پھر مغربی افکار و نظریات اور عادات و معمولات کو اپنانے میں ہی سکون و کامیابی سمجھتا ہے۔

لیکن اسلام نے فرد کے لیے ایک مکمل دستورِ حیات بنایا ہے جس کے مطابق افراد کی تعلیم و تربیت کی جاتی ہے اور جب وہ ان صفات کو حاصل کرتا ہے جو افراد کے لیے ضروری ہیں تو ان کو صالح کہا جاتا ہے۔ ایسے صالح افراد سے صالح خاندان وجود میں آتا ہے، پھر صالح خاندان سے صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ دھیرے دھیرے ہر طرف نیکی و بھلائی، عبادت و خوفِ خدا، اخلاص و للّٰہیت، محبت و صلہ رحمی، ایثار و قربانی، امن و امان، راحت و سکون اور کامرانی و کامیابی رواں دواں ہوجاتی ہے۔

اسلام نے خاندانی نظام کو مستحکم کرتے ہوئے بڑوں کی عزت واحترام اور بچوں سے شفقت و محبت اور ان کی تعلیم و تربیت کو مختلف پیرایۂ بیان میں اُجاگر کر کے دنیاوی عزت و کامیابی کے ساتھ آخرت میں نجات و سرخروئی کا یقین دلایا۔ اس سلسلے میں ایسے متوازن و عادلانہ قوانین بنائے جن کی مثال دیگر مذاہب اور قوانین میں ملنی مشکل ہے۔ اس انحطاط کے دور میں بھی مسلم معاشرہ میں خاندان کے بڑوں کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے حکموں پر چلنے کو چھوٹے اپنے لیے نیک بختی اور سعادت سمجھتے ہیں اور بڑے بھی اپنے چھوٹوں سے شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں۔ بیوی اپنے شوہر کی فرماں برداری کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلاق کی اجازت کے باوجود مسلم معاشرہ میں طلاق کا فیصد دیگر ممالک اور مذاہب کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ مغربی ممالک میں طلاق کا فیصد ۴۸ ہے جب کہ مسلم معاشرہ میں طلاق کا فیصد صرف ۱۱ر ہے۔

اسی طرح خاندان کے بزرگوں کی آخری زندگی آرام و سکون سے گزرتی

ہے اور خاندان کے ماتحت بچوں کی پرورش ونگہداشت اور تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے لیکن ایسے مسلم خاندان جن کا خاندانی نظام اسلامی تعلیمات کے مطابق تشکیل نہیں پایا ہے ، ان میں وہ ساری خرابیاں داخل ہوگئی ہیں جنہوں نے غیروں کے خاندانی نظام کے شیرازہ کو بکھیر کر سکون واطمینان، ادب واحترام اور باہمی محبت واتفاق کو سلب کرلیا ہے۔ ایسے خاندان نہ ہمارے لیے نمونہ ہیں اور نہ کسی کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایسے خاندان کو نمونہ کے طور پر پیش کرے اور اس کو بنیاد بنا کر اسلام اور مسلمانوں پر لب کشائی کرے۔

ہمیں اپنے خاندان کا از سرِ نو جائزہ لینا ہوگا کہ کیا اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کا نظام قائم ودائم ہے۔ اگر ہم اپنے خاندان کو اسلامی احکام کے مطابق بنالیں تو انشاء اللہ اس سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے گا۔ یہ جہاں ہمارے لیے سکون وکامیابی کا باعث ہوگا وہیں پوری انسانیت کے لیے درس ونصیحت کا ذریعہ ہوگا۔ و ما توفیقی إلا باللہ وعلیه توکلت وإلیه انیب

☆☆☆

مراجع ومصادر

نمبر شمار	کتاب	مصنف	ناشر	سن اشاعت
۱	القرآن المجید			
۲	تفسیر ابن کثیر		دارالمعرفہ، بیروت	۱۹۸۲ء
۳	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری	دارالمعرفہ، بیروت	
۴	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری	داراحیاء التراث العربی، بیروت	۱۹۷۲ء
۵	سنن أبی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن الاشعب	دارالحدیث القاہرہ	۱۹۸۸ء
۶	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت	
۷	سنن النسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد النسائی	داراحیاء التراث العربی، بیروت	
۸	سنن ابن ماجه	محمد بن یزید بن ماجہ	المکتبۃ العلمیہ، بیروت	
۹	المستدرك للحاكم		دارالمعرفہ، بیروت	
۱۰	مسند أحمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	دارالفکر العربی، بیروت	
۱۱	نیل الاوطار	محمد الشوکانی	داراحیاء التراث العربی، بیروت	
۱۲	الأدب المفرد	محمد بن اسماعیل البخاری	عالم الکتب، بیروت	
۱۳	الترغیب والترهیب	حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	دارالایمان بیروت	۱۹۶۸ء
۱۴	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	دارالکتاب العربی، بیروت	
۱۵	کنز العمال	علی متقی الہندی	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت	

نمبر	نام کتاب	مصنف	ناشر	سن
١٦	رد المحتار	ابن عابدین الشامی	دارالکتب العلمیۃ، بیروت	
١٧	الفقه الإسلامي و أدلته	وہبۃ الزحیلی	دارالفکر بیروت	١٩٨٥ء
١٨	فقه السنة	السید سابق	دارالکتاب العربی، بیروت	١٩٨٧ء
١٩	الزواج والطلاق فی جمیع الادیان	عبداللہ المراغی	لجنۃ التعریف بالاسلام	١٩٦٦
٢٠	کتاب الفسخ والتفریق	مولانا عبدالصمد رحمانی	مکتبہ امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ	
٢١	اسلام اور جدید ذہن کے شبہات	محمد قطب	مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی	١٩٩٥
٢٢	سیرۃ النبی	علامہ سید سلیمان ندوی	دارالمصنفین، اعظم گڑھ	١٩٨٥
٢٣	انسانی معاشرہ اسلام کے سایہ میں	محمد ابوزہرہ مترجم سلطان احمد اصلاحی	مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی	١٩٨٢
٢٤	سیرتِ عائشہ	علامہ سید سلیمان ندوی	دارالمصنفین، اعظم گڑھ	
٢٥	تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات	مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی	مجلسِ تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ	١٩٨٦
٢٦	مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	مجلسِ تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ	١٩٧٣
٢٧	نئی دنیا (امریکہ) سے صاف صاف باتیں	ایضاً	مجلسِ تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ	
٢٨	عورت اسلام کے سایہ میں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مرکز دعوت وتحقیق، حیدرآباد	
٢٩	اصلاحی خطبات	مولانا محمد تقی عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند	١٩٩٦
٣٠	تربیۃ الاولاد فی الاسلام	عبداللہ ناصح علوان	علم وعرفان پبلشر، لاہور	١٩٩٨ء
٣١	سماج کی تعلیم وتربیت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ	
٣٢	دو مہینے امریکہ میں	ایضاً	مجلسِ تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ	١٩٧٨ء

مصنف کی دیگر کتابیں

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نمازکتب
١	جہیز ایک ناسور (اردو/ ہندی)	١٧	مطالعۂ کتب
٢	ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات	١٨	نظام الطلاق فی الاسلام: اهميته و ضرورته
٣	اصلاحِ معاشرہ اور اسلام (دو جلدیں)	١٩	اسلامی معلومات (سوال وجواب)
٤	جان ومال اور عزت کی قدر وقیمت	٢٠	جہیز علمائے اسلام کی نظر میں
٥	عورت اسلامی معاشرہ میں	٢١	رشوت کی شرعی حیثیت
٦	چند عظیم شخصیات	٢٢	٢٠٠ مسلم مجاہدین آزادی
٧	ارکانِ اسلام	٢٣	اسلامی معاشرہ
٨	یادِ رفتگاں	٢٤	مدارسِ اسلامیہ کے طلبہ: خصوصیات اور مواقع
٩	مہد سے لحد تک	٢٥	منتخب نعتیہ کلام
١٠	مذاہب عالم	٢٦	چمن چمن کے پھول (پسندیدہ اشعار کا مجموعہ)
١١	نقوشِ ہدایت	٢٧	اسلام کا نظامِ طلاق
١٢	منتخب احادیث مع ترجمہ		
١٣	مدارسِ اسلامیہ اور جدید تقاضے		
١٤	تحفۃ الاطفال		
١٥	چراغِ راہ		
١٦	حقوق العباد		

☆☆☆

اصلاحِ معاشرہ اور اسلام

مولانا محمد شمشاد ندوی　　ناشر: الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر، جامعۃ الہدایہ، جے پور

اس کتاب میں معاشرے کے سلگتے ہوئے مسائل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مفصل و مدلل حل پیش کیا گیا ہے۔ اسلام نے فرد، خاندان اور معاشرہ کے لیے ایک متوازن دستور العمل بنایا ہے۔ صالح افراد کے مجموعہ سے پاکیزہ خاندان وجود میں آتا ہے اور پاکیزہ خاندان سے صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے، لیکن جب امت مسلمہ اسلامی تعلیمات سے دور ہوتی گئی تو ان کے مسائل ومشکلات میں اضافہ ہوتا رہا۔ شرک و بدعات، رسم ورواج اور ہندوانہ تہذیب سے قریب ہوتی گئی تو اسلامی تہذیب وتمدن، فلاح وکامرانی اور مددِ خداوندی سے دور ہوتی گئی۔

لہٰذا ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس میں ان موضوعات پر کتاب وسنت اور فقہ وفتاویٰ سے استفادہ کرتے ہوئے قلم اٹھایا جائے جو مسلم سماج کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ الحمد للہ! مصنف کی علمی وتحقیقی ذوق وشوق اور کئی سال کی محنت وعرق ریزی کے بعد ایک علمی وتحقیقی کتاب مرتب ہوئی جو عمدہ طباعت کے ساتھ الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر جے پور سے شائع ہوچکی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ خواص، ائمہ اور خطباء کے لیے بھی مفید ونافع ہے۔ اپنے موضوع کی یہ منفرد کتاب ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

صفحات: ۲۷۶　　**قیمت:** ۱۵۰　　**ملنے کے پتے :**

1. **Al Hidaya Islamic Research Centre,**
   Jamea tul Hidaya, Ramgarh Road, Jaipur (Raj.) INDIA Phone : 0141-2174785, 2607221
2. **Kutub Khana Azeezia,** Urdu Bazar, Jama Masjid, Dehli-110006
3. **Al Harmain Book Depot.**
   Markaz Masjid, Dr. D.N. Verma Road, Ameenabad, Lucknow (U.P.)

ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات

مولانا محمد شمشاد ندوی

اس کتاب میں خواتین پر ہورہے مظالم واستحصال کی دلدوز تفصیل بیان کی گئی ہے، قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کی تحریروں کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا گیا ہے، خصوصیت سے ہندوستانی عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات کے اسباب و وجوہات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ اخباری خبروں، رپورٹوں اور تجزیوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ اپنے موضوع کی منفرد و مدلل کتاب ہے، جس کا مطالعہ ہر اس مسلمان کے لیے ضروری ہے جو اس ملک سے ظلم و بربریت، حق تلفی واستحصال، رسم ورواج، قتل وعصمت دری اور خودکشی وخودسوزی کے خاتمہ کے لیے کوشاں اور فکرمند ہیں اور انقلابی قدم اٹھانا چاہتے ہیں، افادۂ عام کی خاطر اس کی رعایتی قیمت صرف پندرہ روپئے رکھی گئی ہے جو مندرجہ ذیل مقامات سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

صفحات: ۱۲۰　　**قیمت:** ۳۰　　**ملنے کے پتے :**

1. **Fareed Book Depot (Pvt.) Ltd.**
   2158, M.P. Street, Pataudi House, Dariaganj, New Delhi-2
   Phone No. 011-23289159, 23289786
2. **Maktaba Nadwia,** Darul Uloom Nadwatul Ulama, Lucknow, U.P.
3. **Maktaba Imarat-e-Shar'iah,** Phulwari Shareef, Patna (Bihar)

جہیز ایک ناسور

یہ کتاب اردو ہندی میں تین ایڈیشن شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہے اور اہلِ نظر سے خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہے۔ اس کتاب کا اختصار سب سے پہلے ماہنامہ ''ہدایت'' جے پور میں نو قسطوں میں شائع ہوا اور ''مجلس نوجوانانِ ملت'' جے پور نے اس کو ہندی زبان میں اس موقع پر شائع کیا جب ۶۱ لڑکوں کی شادی بغیر کسی تلک وجہیز کے ہوئی، اس اجتماعی شادی میں راجستھان کے گورنر، وزرائے حکومت اور معززینِ شہر شریک ہوئے۔ اللہ کے فضل وکرم سے اس کو قبولیت عام وخاص حاصل ہوئی۔

اس کتاب کا پہلا اردو ایڈیشن ۲۰۰۱ء میں فرید بکڈپو، دہلی سے شائع ہوا جس کو توقع سے زیادہ مقبولیت وپذیرائی حاصل ہوئی، دوسرا ایڈیشن ضروری ترمیم واضافے کے ساتھ مکتبہ مدینہ دیوبند سے شائع ہوا ہے۔ ۱۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب علمائے کرام کی گرانقدر تحریروں اور اہم دارالافتاء کے فتاویٰ سے آراستہ ہے۔ اس کتاب کے متعلق علمائے کرام کے تاثرات....

''......جہیز اور تلک کے موضوع پر گہرے تجزیہ، اعداد وشمار کے ذریعہ مسئلہ کی تفہیم اور پھر اس کی فقہی اور شرعی حیثیت پر یہ نہایت ہی مفصل، جامع اور چشم کشا تحریر ہے اور مصنف کے علمی ذوق اور تصنیفی سلیقہ کی غماز بھی......

(مایہ ناز مصنف ومحقق) حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی۔ بانی وناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد)

''ماشاءاللہ آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھی ہے اور بہت ہی عمدہ مواد یکجا کردیا ہے، اللہ آپ کی اس گراں قدر محنت کو قبول فرمائے اور آپ کے لیے زادِ آخرت بنائے، مجھے توقع ہے کہ آپ آئندہ بھی اس طرح علمی و دینی مضامین پر کام کرتے رہیں، جن سے ملک وملت کو فائدہ پہنچتا رہے۔''

(حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی مدظلہ العالی، صدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

درحقیقت جہیز کے موضوع پر مولانا مفتی محمد شمشاد ندوی صاحب کا فکر انگیز، مبسوط، علمی وتحقیقی اور فقہی دلائل سے مربوط کتاب ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اصلاحِ معاشرہ کے علمبرداروں کے حق میں قیمتی سوغات ہے اور دانشورانِ ملت کے لیے لمحۂ فکریہ اور سنگ میل ہے''۔ (صحافی وتجزیہ نگار مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی)

''یہ کتاب اصلاحِ امت کا درد رکھنے والے اہلِ علم ودانش کے لیے بیش بہا خزانہ ہے، مؤلف نے احادیث، اقوالِ فقہا اور اخباری رپورٹوں کے حوالے نقل کرکے کتاب کی علمی حیثیت کو بلند مقام عطا کیا ہے۔

(مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی، استاذ حدیث وادب جامعۃ الہدایہ، جے پور)

''فاضل ندوہ محترم مولانا محمد شمشاد صاحب نے ''ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر'' پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی ''الدين النصيحة'' کے پیش نظر مسلم معاشرہ کے ایک بڑے بگاڑ کی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا اور قلم کو متحرک کیا ہے، مولانا کی یہ مساعی اور یہ جذبۂ خیر لائق تحسین ہے، قابلِ اجر ہے، ضروری ہے کہ مسلم معاشرہ اس سے استفادہ کرے۔

''(حضرت مولانا حکیم احمد حسن خان صاحب ٹونکی دامت برکاتہم، مفتی شہر جے پور راجستھان)

صفحات: ۱۴۴ ______　**قیمت:** ۳۰ ______**ملنے کے پتے :**

1. **Maktaba Madania**, Safaid Masjid, Deoband - 247554 (U.P.)
   Phone No. 01336-224729, 223183 Mobile No. 09897915373
2. **Fareed Book Depot (Pvt.) Ltd.** | 2158, M.P. Street, Pataudi House, Paharganj, New Delhi-2 • Ph. : 011-23289159, 23289786

اسلامی خاندان

اس کتاب کے بارے میں علماء کرام کے تاثرات وتبصرے

☆......ان کی یہ تصنیف خاندان کے اسلامی نظام کے خط وخال کے بیان کرنے پر ایک رہنما کتاب بن گئی ہے، جس کا پڑھنا ان سب لوگوں کے لیے جو اس سلسلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر جاننا چاہتے ہیں اور اپنے خاندانی تعلقات میں خداوندی احکام کی پیروی کے طریقوں سے واقف ہونا چاہتے ہیں ایک مفید تصنیف ہے۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

☆......آج کی ڈاک سے آپ کا خط اور چھ جلدیں اسلامی خاندان کی ملیں جزاکم اللہ خیراً۔ یہ کتاب بھی عمدہ لکھی گئی اور اچھی چھپی ہے۔ اللہ کرے خلق اور خالق کے دربار میں مقبول رہے آمین۔ آپ کی قلمی فتوحات دیکھ کر خوشی ہوتی ہے، تدریس سے بچے اوقات کو آپ نے بڑے اچھے مصرف میں استعمال کیا اور کر رہے ہیں۔ اللہ مزید مواقع دے اور آپ کے قلم کو رواں دواں رکھے۔ آمین

حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

☆......اس موضوع پر نوجوان وباصلاحیت عالم دین واہل قلم مولانا محمد شمشاد ندوی استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور کی تالیف لطیف اسلامی خاندان کا مسودہ دیکھنے کو ملا۔ ناچیز نے جستہ جستہ تقریباً پوری کتاب ہی دیکھ ڈالی۔ بڑے مزے کی تصنیف ہے۔ کتاب کے مشمولات اور مواد کے انتخاب کے انداز سے ان کی بھر پور محنت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

انھوں نے تقریباً ۳۲ مصادر ومراجع سے فائدہ اٹھایا ہے جو بہت مستند ہیں۔ کم عمری کے باوجود یہ بہت بڑی کامیابی اور ان کے قلم کی جولانی کا دلیل ہے...... لکھنے کا خوبصورت ذوق ہے جو کچھ لکھتے ہیں اس میں بے ساختگی اور روانی ہوتی ہے۔ توقع ہے کہ وہ تحریری میدان میں بہت اونچا اٹھیں گے۔ حضرت مولانا نور عالم خلیل الامینی استاذ دارالعلوم دیوبند وچیف ایڈیٹر الداعی دارالعلوم دیوبند

☆......مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور نے اسلامی خاندان کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ کتاب بہت عمدہ ہے۔ مرتب ومدلل مضامین ہیں اور کتاب کا عنوان معنون کا عمدہ ترجمان ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی، استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

☆......مقام مسرت ہے کہ اس اہم اور نازک موضوع پر برادرم عزیز مکرم مولانا محمد شمشاد ندوی کے کلک گہر بار نے دربار انسانیت میں درباری کا مقدس فریضہ انجام دینے کی کوشش کی ہے جس میں وہ ہر قدم پر بامراد وکامیاب ہیں کیونکہ وہ درد اور درماں کے گل آتشی امتزاج کے رمز سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ اصلاح معاشرہ ان کا پسندیدہ اور ترجیہی موضوع ہے۔ اللہ مصنف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، میں مصنف کو ان کی اس گراں قدر تالیف پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن صاحب ندوی مدنی سابق استاذ جامعہ کاشف العلوم، اورنگ آباد پروفیسر سرسید کالج اورنگ آباد

☆...... یہ نئی تصنیف ''اسلامی خاندان'' بھی سابقہ علمی مضامین وتحقیقی تصانیف کی طرح ان کی فاضلانہ محققانہ علمی صلاحیت اور قابل قدر بلند فکری معیار کا نمونہ ہے۔ معاشرہ

اورملت کے انتہائی اہم اورفوری توجہ حساس ونازک پیچیدہ مسائل اور باریک گتھیوں کے حل کے سلسلہ میں ان کی بالغ نظری اورقرآن وحدیث کی پاکیزہ تعلیمات وہدایات کی روشنی میں ان کا کامیاب وصحیح موثر حل پیش کرنے کی خداداد صلاحیت اس سے عیاں ہوتی ہے، خدا تعالیٰ شرف قبولیت اورعوام وخواص میں مقبولیت سے سرفراز فرما کر اصلاح امت اور ذخیرہ آخرت کا ذریعہ بنائے۔

مولانا محمد یوسف صاحب ندوی صدرالمدرسین واستاذ حدیث جامعۃ الہدایہ جے پور

☆......مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی کے قلم گہر بار سے اصلاح معاشرہ، حقوق نسواں اور جہیز کے موضوعات پر کئی مفید کتابیں ورسائل اورعلمی وتحقیقی مقالات شائع ہوکر مقبول عام ہوچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس زیرنظر کتاب اسلامی خاندان میں بیان کردہ اسلامی تعلیمات وہدایات پرعمل کرنے کی پوری ملت کوتوفیق دے۔

مولانا محمد عارف صاحب ندوی استاذ تفسیر وعربی ادب جامعۃ الہدایہ جے پور

☆......مولانا محمد شمشاد ندوی (استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور) نوجوان قلم کاروں میں ایک معروف نام ہے۔ جو اپنی کاوشوں کے ذریعہ علمی دنیا میں شناخت بنانے میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔ تدریسی اور صحافتی ذمہ داریوں کے ساتھ دو درجن سے زائد کتابیں تصنیف کرنا کام نہیں کارنامہ ہے جس کے لیے آپ بجا طور پر علمی دنیا سے خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ زیرتبصرہ کتاب اسلامی خاندان اپنے موضوع پر اہم پیش رفت ہے۔ کتاب کے نام سے محسوس ہوا کہ یہ عوامی اصلاح کے انداز کی کتاب ہوگی لیکن جب اس کے مطالعہ کا موقع ملا تو میرا خیال غلط ثابت ہوا اس میں اصلاحی پہلو کے ساتھ علمی انداز، تجزیاتی اسلوب اور اسلامی معاشرہ اور مغربی معاشرہ کے مابین موازنہ کا طرز بہت عمدہ اور متاثر کن

ہے۔ بلاشبہ مصنف کی یہ کتاب ایک کامیاب کوشش ہے، ایک اچھی کتاب میں جو خوبیاں ہو سکتی ہیں۔ مواد، ترتیب اور زبان وبیان ہر لحاظ سے عمدہ ہے۔

مولانا منور سلطان صاحب ندوی استاذ فقہ وعربی ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆......آپ کی نئی تخلیق ''اسلامی خاندان'' کچھ دنوں قبل موصول ہوئی تھی، مسلسل اسفار میں رہنے کی وجہ سے اس کے مطالعہ کا موقع نہیں ملتا تھا۔ آج اس کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمدللہ آپ نے وقت کے اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ مسلم معاشرہ کی موجودہ صورتحال کے پیش نظر یہ وقت کی اہم ضرورت ہے، آپ نے بڑے سلیقہ سے موضوع کے محتویات کا احاطہ کیا ہے۔ معاشرتی مسائل پر آپ کو سلجھے ہوئے انداز میں لکھنے کا اللہ تعالیٰ نے وصف عطا کیا ہے۔ امید کہ آپ کے قلم سے اسی طرح کی ملی ضروریات پر تخلیقات سامنے آئے گی۔ اس کامیاب تصنیفی کوشش پر دل سے مبارک باد قبول کیجئے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بھٹکلی ندوی جنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل

☆......زیرنظر کتاب ''اسلامی خاندان'' بڑی مفید اور موسوعاتی طرز کی کتاب ہے۔ اپنے موضوع پر مکمل ومدلل ہے۔ مصنف نے انتہائی عرق ریزی سے اس کا مواد جمع کیا ہے اور اس طرح وہ اسلامی خاندان کے خطوط واضح کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔...... یہ بڑی مفید کاوش ہے جس کو متعدد اہل علم نے سراہا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ کتاب بہر لحاظ مفید ہے۔ ہماری بڑی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ ہر مسلمان کو اپنے خاندانی نظام سے واقف ہونے اور پر سکون واطمینان بخش زندگی گذارنے کے لیے اس کتاب کو پڑھنے کی تلقین کریں۔ مولانا

ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی مدیر اعلی ندائے اعتدال دسمبر ۲۰۱۵ء ص۶۴-۶۲

☆......ماشاءاللہ موصوف نے بڑی عمدہ کتاب تصنیف کی ہے جو آج کی اہم

ضرورت ہے...... یہ کتاب خاندانی نظام کو درست کرنے کے لیے بہترین مربی ہے۔ ہر مسلمان تو کیا بلکہ ہر انسان کو ان باتوں سے واقف ہونا چاہیے۔ خصوصاً مستورات کے لیے یہ کتاب بہت اہم ہے۔ مستورات کے مدارس ہندوستان میں ہزاروں ہیں۔ ان میں آخری درجات میں کتاب نصاب میں ہو ورنہ کم از کم مطالعہ کے نصاب میں ضرور شامل ہونا چاہیے ۔حضرت مولانا محمد ایوب صاحب بھٹکلی ندوی صدر جمعیۃ السنۃ الخیریہ بھٹکل کرناٹک

☆......پیش نظر کتاب اسلامی خاندان مولانا محمد شمشاد ندوی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اسلام کے تشکیل کردہ خاندانی نظام کے خدوخال کیا ہیں اور ایسے خاندانی نظام کے ثمرات کیا ہیں۔ موجودہ انسانی سماج کے لیے اسلامی خاندان کی ضرورت کیوں بڑھ گئی ہے اور ٹوٹتے بکھرتے رشتوں کو اسلام کے نظام حیات پر چل کر کس طرح خوشگوار بنایا جاسکتا ہے۔ اصلاح معاشرہ جیسے موضوعات پر مصنف کے بہت سے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی کتاب ''جہیز ایک ناسور'' شائع ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہے۔ یقین کیا جانا چاہیے کہ مولانا محمد شمشاد ندوی کی کتاب ''اسلامی خاندان'' قبول عام کی سند حاصل کرے گی اور تمام لوگوں کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر منور حسن کمال۔ روزنامہ راشٹریہ سہارا (امنگ) ۴/اکتوبر ۲۰۱۵ء اتوار

☆......مولانا محمد شمشاد ندوی نے ''اسلامی خاندان'' کتاب کی تصنیف کر اسلامی ضابطہ کے مطابق زندگی گذارنے کا بے بہا و گراں قدر تحفہ عطا کیا ہے۔...... اگر انسان اس کتاب کے مطابق زندگی گذار لے تو حد درجہ کامیاب ہوگا۔ مصنف موصوف نے تمام موضوعات وعناوین کو نہایت مدلل طریقے سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال سے مزین کیا ہے۔ زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ سبھی نکات

کو موتیوں کی طرح پرویا دیا ہے۔ خیر الکلام قل ودلّ پر صد فیصد عمل کیا ہے۔ تمام عناوین کو دیکھ اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کی نگاہ بہت دوررس ہے۔ ۲۰۰ صفحات پر مشتمل اسلامی خاندان میں جس طرح زندگی کے ہر پہلا کو سمیٹ دیا ہے اس سے ان کی صلاحیت ولیاقت کا بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مصنف کتاب حضرت مولانا محمد شمشاد ندوی میرے چچا ہیں اور مربی بھی۔ میری تعلیم وتربیت بھی ان ہی کے زیر سایہ ہوئی ہے۔ مصنف موصوف کی ۲۵ سے زائد تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں اور کئی زیر طبع ہیں۔ انھوں نے اپنے علاقے میں علم کی روشنی پھیلانے کی بے حد کوشش کی ہے۔ اسی علمی جذبہ کا نتیجہ ہے کہ اپنے گاؤں رامپور کیشو میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام جامعہ علامہ سید سلیمان ندوی ہے۔ ساتھ ہی یتیم غریب بچوں کی امداد، بے سہارا بچیوں کی شادی، مدرسے میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کی دینی وعلمی شعور وآگہی اور زبان کی اصلاح کے لیے ایک انجمن ''انجمن اصلاح المسلمین'' قائم کیا جس کے تحت ہر سال ایک پروگرام منعقد کیا جاتا ہے۔ جس میں تقریری، تحریری اصلاحی مسابقہ کرا کر طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔...... اصلاح معاشرہ پر مصنف موصوف کی لگاتار کوششیں جاری ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے ایک ضخیم کتاب تصنیف کی تھی جس کا نام ''جہیز ایک ناسور'' ہے، اس کتاب کو مجھے اس وقت پڑھنے کا موقع ملا جب میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں زیر تعلیم تھا۔ اس کے بعد پے درپے ان کی کتابیں شائع ہونے لگیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی کوشش مزید رنگ لائیں گی اور ان کی تصنیف سے لوگوں کو خاطر خواہ فائدہ ملے گا ۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ محمد آفتاب عالم ندوی معاون ایڈیٹر فاروقی تنظیم پٹنہ۔ ۱۱/مئی ۲۰۱۸ء جمعہ ص ۷